کاس الکرام

یعنی شرح رباعیات حکیم عمر خیام معہ مکمل سوانح عمری حکیم صاحب موصوف

از

میر ولی اللہ بی اے ایل ایل بی وکیل الہ آباد

۱۹۲۲ء

فہرست مطالب

تذکرہ

شرح رباعیات

[illegible]

تذکرہ [illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دیباچہ

شہنشاہِ اکبر کا قول ہے۔ کہ "دو بایدکہ پس از ہر غزل خواجہ رباعی عمر خیام
پر نویسند ورنہ خواندنِ آں حکم شرابِ بے گزک دارد" (آئینِ اکبری)
لسان الغیب یعنی شرح دیوان حافظ شائع ہو کر ملک میں مقبول
ہو چکی ہے۔ صرف اکبر ہی نہیں بلکہ آج کل کی پبلک بھی لسان الغیب ... شرح
رباعیات خیام کا تقاضا کر رہی تھی۔ اس لئے نیازمند مؤلف نے ... کے
لکھنے اور شائع کرنے کی جرأت کی

خداوند کریم کتاب کو قبول عام نصیب کرے۔

میں اپنے محترم دوست چودھری محمد علیخان صاحب بی۔
بی وکیل کا مشکور ہوں کہ انھوں نے نہایت مہربانی سے اس کتاب کے مسودہ
اور کتابت کی تصحیح میں میری امداد فرمائی۔

میر ولی اللہ۔ ایبٹ آباد

۱۳ مارچ ۱۹۲۳ء

تذکرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایں کہنہ رباط را کہ عالم نام است بزمے است کہ وا ماندۂ صد جمشید است	آرا مگہِ ابلق صبح و شام است قصرے است کہ تکیہ گاہِ صد بہرام است

اس میں شک نہیں کہ بزم دُنیا میں ہزاروں جمشید اور لاکھوں بہرام آئے اور گئے بعض جو خوش نصیب تھے اون کے کارنامے اور تذکرے رنگین حروف میں لکھے جاکر اس بزم گاہ کی دیواروں پر بطور یادگار آویزاں کئے گئے ۔ جن کو لوگ اب تک پڑھتے اور عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں ۔ بعض لوگوں کے صرف نام ہی رہ گئے باقی نشان محو ہوگئے ۔ اور بعض بیچارے ایسے گئے کہ نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

افسوس ہے کہ بزم طرب کے اس جمشید یعنی حکیم خیام کی سوانح عمری میں سے بھی صفحۂ ہستی پر بہت تھوڑے آثار اور دھندلے سے چند نشان باقی رہ گئے ۔ تواریخ کی سب مروجہ کتابوں اور تذکروں کی ورق گردانی کرو ۔ سوائے ایک دو یقینی واقعات اور چند ایک خانہ ساز روایات کے حکیم صاحب کی زندگی کے حالات کے متعلق اور کچھ نہیں ملے گا ۔ یہی تھوڑا سا سرمایہ ہے جسے تذکرہ نویس جتنا چاہے بڑھائے اور پھیلائے اور یہی نامکمل خاکہ ہے جسے مصور رنگ آمیزیاں کرکے اپنے مرقع کو اگر کرسکے تو نگارستانِ چین بنائے۔

وجہ یہ ہے کہ حکیم صاحب کی طبیعت کے لوگ فطرتاً نام آوری کے دلدادہ نہیں ہوتے ۔ زندگی مستعار کے چند دن جس طرح گزر سکے گزار کر چلے جاتے ہیں ۔ اور کبھی

یہہ کوشش نہیں کرتے کہ دنیا کی تاریخ کی کتاب میں اپنے لئے بھی ایک باب لکھ جائیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم رفت گزشت ہوگئے تو پھر ہمارا نام رہا تو کیا اور نہ رہا تو کیا۔

مرا چہ فائدہ زیں کہ بعد من گویند   کہ بودہ است فلاں ذا تم ائمۂ اُستاد

علاوہ اس کے تراجم اور تذکرے مفصّل اور معتبر صرف اسی صورت میں ہو سکتے ہیں۔ کہ کسی ہمعصر کے لکھے ہوئے ہوں۔ یہاں بسا اوقات تو یہہ دقّت پیش آتی ہے کہ معاصرانہ رشک وحسد ایسے تذکروں کی تصنیف و تالیف کے راستہ میں سنگ راہ بنجاتا ہے اور بعض دفعہ موجودہ زمانہ ایسی ہستیوں کی حقیقت اور عظمت سے آشنا ہی نہیں ہوتا۔ اور صرف آنے والی نسلیں اس قابل ہوتی ہیں کہ قدر شناسی کریں۔ لیکن اون کی کوششیں معاصرانہ یادداشتوں کے نہونے کی وجہ سے کارگر نہیں ہو سکتیں۔ نتیجہ یہہ ہوتا ہے۔ کہ سالہا سال بلکہ صدیوں بعد کے مؤرخ جب ان لوگوں کے حالات لکھنے بیٹھتے ہیں تو مجبوراً چند ایک زبانی روایات پر اونھیں انحصار کرنا پڑتا ہے۔ ایسی روایات میں بعض دفعہ ایسا خلط ملط ہوتا ہے کہ ایک ہی واقعہ کئی مختلف لوگوں کے متعلق مشہور ہو جاتا ہے۔ کوئی اسے یہاں لکھ دیتا ہے اور کوئی وہاں۔ اسی طرح بعض من گھڑت افسانے بھی تاریخی حیثیت قبول کر لیتے ہیں۔ جس سے حقیقت پر ایسا پردہ پڑجاتا ہے کہ پھر کبھی   اُٹھ نہیں سکتا۔

سوانح عمری تو ایک طرف رہی۔ ان بزرگوں کے مذہب۔ اون کے عقائد اون کے فلسفہ اور اون کی تعلیم کے متعلق صحیح رائے قائم کرنا بھی محال ہو جاتا ہے۔ انکی تصانیف جو باقی رہجاتی ہیں انھیں سے لوگ اون کے فلسفے کا پتہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن شاعر کے مذہب یا اوس کے فلسفہ کا صحیح اندازہ اُس کی شاعری سے کرنا بعض دفعہ بہت خطرناک ہوتا ہے۔ کیونکہ شاعر کی طبیعت ہر عارضی اثر سے جلد اثر پذیر ہوتا ہے۔ بسا اوقات وہ ایک شعر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس طرح شاعر کا دیوان ایسی متضاد اور مختلف باتوں کا ایک مجموعہ ہوجاتا ہے کہ اوس سے شاعر کے عقائد کا اندازہ کرنا حد درجے کی بے انصافی ہے۔ یہی حال حکیم صاحب کا ہے۔ کہ کوئی تو

ان کو رند کہتا ہے کوئی زاہد۔ کوئی پکا مسلمان سمجھتا ہے اور کوئی ملحد۔

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر سمجھا　　　اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلماں ہوں میں

تذکرۂ ہذا کے ماخذ

نیاز مند مؤلف نے اس تذکرہ کی نظم و ترتیب میں جن کتابوں سے بلاواسطہ مدد لی ہے ان کی فہرست ذیل میں درج ہے۔ حکیم صاحب کے وقت کی۔ بعد کی اور زمانۂ حال کی جو جو کتابیں مل سکیں۔ اُن سب سے مستفید ہونے کی کوشش کی گئی۔ لیکن اُن سب کتابوں کے دیکھنے کے بعد بھی بات جہاں تھی وہیں رہی۔

۱۔ چہار مقالہ نظامی عروضی سمرقندی (حکیم صاحب کا معاصر ہے۔)
۲۔ سیاست نامہ نظام الملک۔
۳۔ وصایائے نظام الملک۔
۴۔ تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی۔
۵۔ تاریخ الحکماء جمال الدین قفطی۔
۶۔ آتش کدۂ آذر۔
۷۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا۔
۸۔ لٹریری ہسٹری آف پرشیا براؤن
۹۔ سبلائم پیسیمزم آف عمر خیام۔ نگارکر صاحب ایڈیٹر صوفی۔
۱۰۔ رباعیات عمر خیام کے مختلف انگریزی ترجمے اور دیباچے۔
۱۱۔ شعر العجم مولانا شبلی نعمانی۔
۱۲۔ تذکرۂ حکیم عمر خیام مرتبۂ ملک محمد دین
۱۳۔ تذکرۂ حسینی۔
۱۴۔ مختلف رسالوں اور اخباروں کے آرٹیکل۔
۱۵۔ تاریخ روضۃ الصفا خاوند شاہی۔
۱۶۔ الغزالی مولانا شبلی نعمانی۔
۱۷۔ وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان۔ ابن خلکان۔
۱۸۔ تلبیس ابلیس۔ ابن جوزی۔ (متعلق فرقۂ اسماعیلیہ۔
۱۹۔ خزانۂ عامرہ۔ آزاد بلگرامی۔
۲۰۔ تاریخ الخلفائے۔ جلال الدین سیوطی۔
۲۱۔ حسن بن صباح۔ شرر

۲۲- بزمِ خیال -

۲۳- نگارستانِ فارس - آزاد -

۲۴- سخندانِ فارس - آزاد -

۲۵- سروِ آزاد - آزاد بلگرامی -

۲۶ - نفحات الانس - مولانا جامی -

۲۷ - انٹرنیشنل لائبریری آف فیمس لٹریچر -

۲۸ - کتاب البلدان - یعقوبی -

نام و نسب و وجہ تخلص

حکیم صاحب کا نام غیاث الدین ابو الفتح عمر اور باپ کا نام ابراہیم تھا - شعر العجم میں آپ کا نام عمرو لکھا ہے - لیکن اور کسی کتاب سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی - چنانچہ جمال الدین قفطی کی اخبار الحکماء - چہار مقالہ - وصایائے نظام الملک - انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا اور باقی تمام تذکروں اور تاریخوں میں عمر ہی لکھا ہے - اور یہی صحیح ہے - چنانچہ حکیم صاحب کی ایک رباعی سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے -

تخلص آپ کا خیام ہے - اکثر لوگ کہتے ہیں کہ آپ کا آبائی پیشہ خیمہ دوزی تھا - اسی لئے یہ تخلص اختیار کیا - اس کی مثالیں اور ایرانی شعراء میں بھی موجود ہیں - مثلاً مجد الدین ہمگر اس لئے ہمگر کہلائے کہ آپ رفوگر تھے - بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فردوسی نے بھی اس لئے فردوسی تخلص رکھا کہ آپ کے والد زمینداری اور باغبانی کرتے تھے کاتبی جو حکیم صاحب کا ہموطن تھا خوشنویس ہونے کی وجہ سے کاتبی مشہور ہوا - شیخ فرید الدین عطار عطر فروش تھے - صیرفی ہمدانی صراف تھا - صیقلی یزدجردی صنعت شمشیر گری میں مشہور تھا - بساطی سمرقندی حصیر باف تھا - اوائل میں حصیر تخلص کرتا تھا - اپنے استاد مولانا عصمت اللہ بخاری کے حکم کے مطابق بساطی تخلص اختیار کیا -

خود حکیم صاحب نے اپنی رباعیات میں، جو اپنی خیمہ دوزی کی طرف اشارہ کیا ہے وہ صرف خیمہ ہائے حکمت تک محدود ہے - فرماتے ہیں -

خیام کہ خیمہ ہائے حکمت می دوخت در کورۂ غم فتاد و ناگاہ بسوخت
مقراض اجل طناب عمرش ببرید دلاّل قضا برائگانش بفروخت

واللہ اعلم بالصواب۔

تاریخ ولادت

آپ کی تاریخ ولادت کسی کتاب سے صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکی البتہ نظام الملک کی اس تحریر سے کہ "حکیم عمر خیام و مخذول ابن صباح در لزرسیدہ بودند و در آن مجلس ہم سن من و باجود قوت فہم و قوت طبع در نہایت کمال و باسن مختلط بودند" معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب نظام الملک کے ہم عمر یا قریباً ہم عمر تھے۔ چونکہ نظام الملک کی تاریخ ولادت اکثر مورخین کے نزدیک ۴۰۸ھ (یا ۱۰۱۷ء) ہے اس لئے قیاساً یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ ۴۰۸ھ کے قریب پیدا ہوئے۔

وطن

حکیم صاحب نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ اسی شہر میں یا اس کے مضافات میں پیدا ہوئے۔ عمر کا بہت بڑا حصہ وہاں ہی گزارا۔ اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

نیشاپور ملک خراسان میں ایک پرانا اور بہت مشہور شہر ہے۔ یہ شہر کسی زمانہ میں علم و فضل کا مرکز رہ چکا ہے۔ ابن خلکان لکھتا ہے کہ یہ شہر خراسان کی چار کرسیوں میں سے ایک کرسی (صدر مقام) ہے۔ باقی تین کرسیاں۔ بلخ۔ ہرات اور مرو شاہجہاں ہیں۔ بغداد کے اس مشہور و معروف کالج سے بھی پہلے جس کا بانی نظام الملک تھا۔ نیشاپور میں کئی کالج اعلیٰ پیمانے پر موجود تھے۔ ایک مدرسہ بیہقیہ۔ اور دوسرا مدرسہ سعیدیہ تھا۔ جسے سلطان محمود غزنوی کے بھائی نے اوس وقت بنایا تھا۔ جب کہ وہ نیشاپور کا حاکم تھا۔ تیسرا ایک اور مدرسہ اسی شہر میں

صوفی واعظ ابوسعد اسماعیل بن علی بن المثنی استرآبادی استاد خطیب البغدادی نے قائم کیا تھا - ان سب سے زیادہ عظیم الشان کالج وہ تھا جو ابواسحاق اسفرائنی کے لیے قائم ہوا تھا - یہ شخص ایک بڑا نامی فاضل تھا ۴۱۸ھ میں وفات پائی - نفحات الانس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظام الملک نے بھی ایک کالج نیشاپور میں بنوایا تھا جسے نظامیہ بغداد کی طرح نظامیہ نیشاپور کہتے تھے - امام غزالیؒ بھی اس کالج میں کچھ عرصہ تک مدرس رہے -

ایک اور مقام پر ابن خلکان اس شہر کے متعلق کہتا ہے - کہ "ھِیَ مِنْ اَحْسَنِ مُدُنِ خُرَاسَانَ وَاَعْظَمِھَا وَاَجْمَعِھَا لِلْخَیْرَاتِ"

وجہ تسمیہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ نیشاپور اصل میں نے شاپور تھا - شاپور ذوالاکتاف شاہِ فارس جب اس مقام پر پہنچا جہاں اب یہ شہر آباد ہے - تو اسے یہ جگہ بہت پسند آئی - اس وقت وہاں ایک بڑا بھاری نیستاں تھا - شاپور نے حکم دیا کہ اس جنگل کو صاف کر کے یہاں شہر آباد کیا جائے - چنانچہ شہر کی بنا رکھی گئی اور نام اس کا نیشاپور مشہور ہوا -

یعقوبی کی کتاب البلدان میں لکھا ہے کہ "وَنَیْسَابُوْرُ بَلَدٌ وَاسِعٌ کَثِیْرُ الْکُوْرِ فَمِنْ کُوْرِ نَیْسَابُوْرِ الطَّبَسِیْنِ وَقُوھِسْتَانَ وَنَسَا وَبِیُوَرْدَ وَاَبَرْشَھْرَ وَجَامَ .... اِفْتَتَحَ الْبَلَدَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَامِرِ بْنِ کُرَیْزٍ فِیْ خِلَافَۃِ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سَنَۃَ ثَلَاثِیْنَ وَاَھْلُھَا اَخْلَاطٌ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ"

صاحب آتشکدہ لکھتا ہے کہ "نیشاپور از اقلیم چہارم و از ابنیہ طہمورث دیوبند است - از بلاد قدیمہ و مدائن عظیمۂ خراسان است - گویند بعد از خرابی اردشیر در جائے دیگر شہر ساخت - و شاپور آنجا را از پدر خواست - و او در دادن مضایقہ کرد - شاپور را غیرت دست دادہ تجدید عمارت آں شہر کردہ باسم خود موسوم ساخت - یعنی نو شاپور و عرب نیشاپور گفتند - غرض آنجا دارالسلطنت بنی لیث

وچند بار بزلزلہ وسائر حوادث خراب شدہ - وباز معمور گشت "

یہی مذکورہ بالا زلازل وحوادث کی وجہ ہے کہ پرانے نیشاپور کا (جس میں حکیم صاحب پیدا ہوئے اور جس میں وہ مدت العمر رہے) اب سوائے چند کھنڈرات کے اور کوئی نشان باقی نہیں - یہ کھنڈرات موجودہ نیشاپور کے مشرق کی جانب واقع ہیں -

بعض مؤرخ کہتے ہیں کہ نیشاپور کا ابتدائی نام ابرشہر تھا - ساسانیوں کے عہد میں بھی اس شہر کو ایک خاص مذہبی اہمیت حاصل رہی ہے - کیونکہ اس کے قرب وجوار میں ایک نہایت مشہور آتشکدہ تھا - جب مسلمانوں نے اس شہر کو فتح کیا تو عرب سے آکر بہت لوگ اس میں آباد ہوگئے - پھر یہ شہر خراسان کا دارالخلافہ بن گیا - چنانچہ نویں صدی (عیسوی) میں اس شہر نے بہت ترقی حاصل کی - اور روئی اور ریشم کی برآمد نے اس شہر کی تجارت کو بہت فائدہ پہونچایا - لیکن حکومت اسلام کے تنزل پر ترکمانوں نے اس تمام علاقہ کو پامال کردیا - ۱۱۵۳ء میں ترکمانوں نے اس شہر کو بالکل تباہ کردیا - لیکن پھر آہستہ آہستہ آباد ہوگیا - ۱۲۲۱ء میں دوبارہ مغلوں کے ہاتھ سے یہ شہر برباد ہوا - لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر یہ شہر آباد ہوکر اپنی اصلی حالت پر آگیا - اس وقت اس میں کئی کالج تھے - اور ریشم کی تجارت بھی پھر عروج پکڑ گئی - یہ شہر باغات اور پھلوں کے لئے بہت مشہور تھا - اور یہی وجہ تھی کہ اس کو دمشق خورد کہا جاتا تھا -

حکیم صاحب کے زمانے میں نیشاپور کی حکومت خاندان سلجوقی کے ہاتھ میں تھی - طغرل بیگ اور چغر بیگ سلجوقی نے اس علاقہ کو فتح کیا تھا -

حکیم صاحب کی ابتدائی تعلیم
اور
اتحاد ثلاثہ

حکیم صاحب کی ابتدائی تعلیم اور نظام الملک اور حسن بن صباح کے ساتھ

آپ کے تعلقات کا ایک عجیب قصہ ہے۔ جو نظام الملک نے اپنی کتاب وصایا میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ چونکہ اس روایت کا ماخذ صرف یہی ایک کتاب ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام تفصیل خود نظام الملک کے الفاظ میں درج کی جائے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ

"تم نے سُنا ہوگا کہ ابن صباح خذلہ اللہ تعالےٰ کے ہاتھ سے مجھے کیا کیا تکلیفیں پہونچیں۔ اور پہونچ رہی ہیں۔ اور خدا ہی جانتا ہے کہ آیندہ کہاں تک نوبت پہونچے۔ ابن صباح کے ساتھ میرے تعلقات کی ابتدا یہہ ہے کہ امام موفق نیشاپوری رَوَّحَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ خراسان کے بڑے مشہور عالموں میں سے تھے۔ آپ کی ذات بہت معزز اور متبرک تھی۔ سنِ شریف اسّی اور نوے سال کے درمیان تھا اور عام لوگوں میں یہہ بات مشہور تھی کہ آپ کی تعلیم بہت مُبارک ہے اور جو لڑکا آپ کے پاس قران وحدیث پڑھتا ہے۔ وہ ضرور صاحب دولت و ثروت بن جاتا ہے۔ اسی بناء پر میرے والد بزرگوار نے فقیہ عبد الصّمد کی ساتھ مجھے طوس سے نیشاپور کی طرف روانہ کیا۔ وہاں پہنچکر میں امام موصوف کی مجلس بابرکت میں استفادۂ تعلیم میں مصروف ہوگیا۔ حضرت امام مجھپر خاص عنایت وعاطفت کی نظر رکھتے تھے اور مجھے بھی آپ کے ساتھ ایک خاص اُلفت اور موانست ہوگئی۔ چار سال تک میں آپ کی مجلس میں رہا۔

حکیم عمر خیّام اور مخذول ابن صباح بھی میرے بعد امام مذکور کے حلقۂ تعلیم میں داخل ہوگئے۔ وہ میرے ہم عمر تھے۔ اور جودت فہم اور قوت طبع میں درجۂ کمال پر تھے۔ میرے ساتھ اون کا اختلاط ہوگیا۔ جب میں امام صاحب کی مجلس سے باہر آتا تھا۔ وہ بھی میرے ساتھ ہوتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ہم اپنے پچھلے سبق کا تکرار وا عادہ کیا کرتے تھے۔ حکیم عمر خیّام نیشاپوری الاصل تھا۔ اور اوس کا مولد ومنشاء وہی شہر تھا۔ مخذول

ابن صباح کا باپ علی ابن احمد ابن جعفر ایک مذوّر بدشید۔ بدمذہب خبیث العقیدہ اور بے شرم آدمی تھا۔ اور رَے کا رہنے والا تھا۔ ابومسلم رازی جو اس علاقہ کا حاکم تھا۔ ایک نیک طینت۔ اور پاک اعتقاد آدمی تھا۔ جیسا کہ ایک اہل سُنّت کو ہونا چاہیئے۔ ابومسلم کی اس مُفسد کے ساتھ نہیں بنتی تھی۔ اس بدمذہب آدمی سے ہمیشہ قولی اور فعلی ہذیانات صادر ہوتے رہتے تھے۔ لیکن ابومسلم کے سامنے جھوٹی قسمیں کرکے اپنے آپ کو بچا لیا کرتا تھا۔ چونکہ امام موفق رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت وجماعت کے مقتدا تھے۔ اس لئے اس بدبخت نے تہمت رفض کو دور کرنے کے لئے اپنے بیٹے (حسن بن صباح) کو نیشاپور بھیجا۔ اور امام موصوف کی مجلس درس میں استفادۂ تعلیم میں مشغول کر دیا۔ اور خود زاہد بنکر گوشہ نشین ہوگیا۔ کبھی لوگ اس کو اعتزال والحاد کی طرف منسوب کرتے تھے اور کبھی کفر و زندقہ کی طرف۔ وہ اپنے آپ کو عربی النسل بیان کیا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ میں صباح حمیری کی اولاد سے ہوں میرا باپ یمن سے کوفہ میں آیا۔ اور وہاں سے قم پہنچا۔ اور قم سے نکل کر رَے میں آیا۔ لیکن خراسان کے لوگ اور خصوصاً ولایت طوس کے رہنے والے اس بات سے انکار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اس کے باپ دادا اسی ملک کے دیہاتی زمیندار تھے ٭

حاصل کلام یہ کہ اوس بدبخت (حسن بن صباح) نے ایکدن مجھے اور حکیم عمر خیام کو کہا کہ یہ بات عام لوگوں میں بہت مشہور ہے کہ امام موفق کے شاگرد اعلیٰ مرتبوں پر پہونچ جاتے ہیں۔ اگر ہم تینوں نہیں تو کم از کم ایک تو ضرور کسی منصب پر پہونچ جائے گا۔ لیکن شرط یہ ہونی چاہیئے کہ ہم میں سے جو کوئی بھی صاحب دولت بنجائے۔ باقی دونوں ساتھیوں کو اپنے ساتھ برابر کا حصّہ دار بنالے۔ کوئی اور ترجیح

کسی کو نہ ہو۔ ہم نے مان لیا۔ اور اس بات پر قول و قرار ہو گیا۔
کچھ مدت گزرنے کے بعد میں خراسان سے نکل کر ماوراء النہر غزنی اور کابل کی طرف چلا گیا۔ اُدھر سے واپس ہو کر سلطان الپ ارسلان کے دورِ حکومت میں تمام امورِ سلطنت کا بندوبست میرے ہاتھ میں آ گیا۔ حکیم عمر خیام میرے پاس آیا۔ جس قدر مجھ سے ہو سکا۔ میں لوازم حسنِ عہد اور مراسم حفظ و فا کو بجا لایا۔ اور اس کی بہت عزت و تکریم کی۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ تو صاحب کمال آدمی ہے۔ تجھے چاہئے کہ سلطانی ملازمت اختیار کرے۔ کیونکہ امام موفق کی مجلس والے عہد و پیمان کے مطابق منصب مشترک ہے میں تیری دانشمندی اور لیاقت کا بیان بادشاہ کے سامنے اس طرح کروں گا کہ بادشاہ کے ذہن نشین ہو جائے گا۔ اور پھر تو میری طرح درجۂ اعتماد پر پہونچ جائے گا۔ حکیم صاحب نے جواب میں کہا۔ کہ یہ آپ کی شرافت۔ کریم النفسی اور بلند ہمتی ہے۔ کہ آپ ایسی مہربانی کا اظہار کر رہے ہیں۔ ورنہ مجھ جیسے ضعیف کی کیا حقیقت ہے کہ مشرق و مغرب کا وزیر اس کی اس طرح تواضع کرے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ سب کچھ آپ صدقِ دل سے کہہ رہے ہیں۔ اور ان وعدوں کو معرض ایفا میں لانا آپ کے علوِ شان اور رفعتِ مکان کے سامنے کوئی بڑی بات بھی نہیں لیکن چونکہ آپ مجھ جیسے ضعیف پر اتنا احسان فرما رہے ہیں۔ اس لئے اگر میں تمام عمر شکرگزاری کرتا رہوں۔ تو آپ کے اس ایک احسان کا بدلہ بھی نہیں ہو سکتا۔ جو آپ اس وقت مجھ پر فرما رہے ہیں۔ پس میرے لئے یہ لازم ہے کہ میں ہمیشہ آپ کی غلامی کا دم بھرتا رہوں۔ اور جس مرتبے کی طرف آپ مجھ کو لیجانا چاہتے ہیں وہ اس غلامی کا اقتضا ہی نہیں کرتا۔ کیونکہ (عیاذاً باللہ) یہ مرتبہ عموماً کفرانِ نعمت

کا مقتضی ہوتا ہے۔ اب حق عنایت بس یہی ہے۔ کہ ہیں آپکی بدولت ایک گوشہ میں بیٹھکر پڑھتا پڑھاتا رہوں۔ اور آپ کی عمر و دولت کے لیئے دُعا کرتا رہوں۔

حکیم صاحب اسی بات پر اصرار کرتے رہے۔ جب مجھے یقین ہوگیا کہ وہ اپنا ما فی الضمیر بے تکلف بیان کر رہے ہیں۔ تو میں نے حکیم صاحب کے اسباب معاش کے لئے ایک ہزار دوسو تومان سالانہ کی جاگیر نیشاپور میں مقرر کردی۔ حکیم صاحب واپس ہوگئے۔ اور علوم وفنون کی تکمیل میں مصروف ہوکر فن ہیأت وغیرہ میں کمال حاصل کیا۔

سُلطان ملک شاہ کے عہد حکومت میں آپ مرو میں آئے اور علم حکمت کی کمال کی وجہ سے عنایات سلطانی کے مستحق ہوئے اور حلقۂ علماء وحکماء میں مراتب اعلےٰ پر پہونچے۔

اُدھر اُس بدبخت (حسن صباح) کو دیکھئے کہ الپ ارسلان کے زمانے تک تو بالکل گمنام رہا۔ البتہ سلطان ملک شاہ کے زمانے میں ظاہر ہوا۔ اور میرے پاس آیا۔ جتنا ہوسکا میں نے اوس کی عزت و توقیر کی۔ اور یوماً فیوماً تلطف وتفقد میں اضافہ ہوتا رہا۔ ایکدن اُس نے مجھ سے کہا۔ کہ اے خواجہ! تو اہل تحقیق اور صاحب کمال ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ دُنیا متاع قلیل ہے۔ اس لئے چاہئے کہ دُنیا کی محبت نقض میثاق کی باعث نہ بنے۔ اور " اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ " کے زمرہ میں تجھے شامل نہ کردے۔ میں نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ اِسپر اُس بدبخت نے کہا۔ کہ ہر چند آپ مجھ پر نظر شفقت فرماتے ہیں اور مہربانی کرتے ہیں۔ لیکن آپکو یاد ہے کہ ہمارے درمیان وعدہ تو کچھ اور تھا۔ میں نے جواب دیا۔ " سمعًا وطاعتًا " جاہ ومنصب بلکہ تمام موروث ومکسب آپ کا مال ہے۔

بعد ازاں میں اسکو ایک دن بادشاہ کی مجلس میں لیگیا - اور ایک مناسب موقعہ پر اوس کا تعارف کرایا - اور اپنے پرانے وعدے کا ماجرا حضرت سلطانی میں بیان کیا - اُس بدبخت کی دانشمندی خوش اخلاقی اور دیگر محاسن کی اس زور سے تعریف کی - کہ وہ اعتماد و اعتقاد کے درجہ پر پہونچگیا - وہ بدبخت بھی ایک چالباز اور فریبی آدمی تھا - امانت و دیانت کے لباس میں اس نے بادشاہ کے مزاج میں اتنا تصرف پیدا کرلیا - اور اس مرتبہ پر پہونچگیا - کہ امور خطیرہ اور مُہمات جلیلہ میں بادشاہ اسی کی رائے پر کام کرتا تھا -

غرض اس تمہید کی یہ ہے کہ اس بدبخت کو میں نے اس مرتبہ پر پہنچایا - کہ آخر کار وہ فساد کا موجب ہوا - اسکی خیانت نفس یکبارگی ظاہر ہو گئی - اور اگر کوئی جزئی خلل میرے دفتر میں دیکھ پاتا - تو بادشاہ کے سامنے اُس کو اتنا بڑھا چڑھا کر بیان کرتا کہ بادشاہ بدظن ہوجاتا -

نظام الملک کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب وجہ معاش کی طرف سے فارغ ہو کر تمام عمر تحصیل علوم و تکمیل فنون میں مصروف رہے - اور ایک گونہ گوشہ نشینی کی عمر بسر کی -

نظام الملک

خدا کی قدرت ہے کہ اس اتحادِ ثلاثہ کے تینوں فرد دنیا میں نامور ہوئے - نظام الملک طوسی کا نام تو تاریخ اسلام کے ورق ورق پر سنہری حروف میں لکھا ہوا ملتا ہے - یہ شخص اونتیس سال خاندان سلجوقی کا وزیر رہا - چودہ سال سلطان الپ ارسلان کی وزارت کی اور پندرہ سال سلطان ملک شاہ کی - مؤرخ کہتے ہیں کہ اسی وزیر باتدبیر کی لیاقت کا نتیجہ تھا - کہ اتنی وسیع سلطنت کو تیغ سلطانی نے مسخر کیا - نظام الملک بڑا علم دوست آدمی تھا - البتہ شعر و سخن کا چنداں قدردان نہ تھا - صرف ایک نظامیہ بغداد ہی دنیائے اسلام میں اُس کی شہرت کو

قائم رکھنے کیلئے کافی ہے۔ آخرکار بادشاہ کے ساتھ کچھ کشیدگی ہوگئی۔ لیکن معاملہ رفع دفع ہوگیا۔ بدبخت ابن صباح ہمیشہ خواجہ نظام الملک کے قتل کے درپئے رہا کرتا تھا۔ چنانچہ اوس نے ایک فدائی کو اس کام پر مامور کیا۔ وہ نامراد صوفیوں کا لباس پہن کر ایک چھٹی ہا میں لے کر خواجہ صاحب کے پاس آیا۔ نظام الملک جب چھٹی لے کر پڑھنے لگا۔ فدائی نے کارد کا ایک ہی ایسا کاری زخم لگایا۔ کہ نظام الملک جانبر نہ ہوسکا۔ یہ واقعہ رمضان المبارک ۴۸۵ھ کا ہے۔

کہتے ہیں کہ نظام الملک زخمی ہوکر جب زندگی سے ناامید ہوگیا تو یہ قطعہ منظوم کرکے بادشاہ کے پاس بھیجا۔

یک چند باقبال تو ای شاہ جہاندار	گرد ستم از چہرہ ایام ستردم
طغرائے نکونامی و منشور سعادت	پیش ملک العرش بتوقیع تو بُردم
آمد ز قضا نوبت عمرم بسر آخر	واندر سفر از ضرب یک کارد بمُردم
بگذاشتم آں خدمت دیرینہ بفرزند	اورا بخدا و بخداوند سپردم

حسن بن صباح

حسن بن صباح جیسا کہ نظام الملک نے لکھا ہے ایک نہایت چالباز۔ فریبی اور خطرناک آدمی ثابت ہوا۔ جب ملک شاہ کو اس کی بدطینتی کا علم اور یقین ہوگیا تو وہ بھاگ نکلا۔ ملازمانِ سلطانی نے ہرچند اوس کی گرفتاری کی کوشش کی۔ مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔ حتیٰ کہ وہ مصر میں جاکر خلیفہ مستنصر علوی کا ملازم ہوگیا۔ اور اپنے مکر و فریب کی وجہ سے آہستہ آہستہ دربار میں تقرب حاصل کرلیا۔ لیکن آخرکار وہاں بھی اس فطرت رنگ لائی۔ اور مصر کو چھوڑنا پڑا۔ مدت تک ادھر ادھر چھپتا پھرا۔ اور لوگو کو مذہب اسماعیلیہ کی دعوت دیتا رہا۔ ۴۸۳ھ میں قلعہ الموت پر قابض ہوگیا۔

اور اس کے بعد اُس کا اقتدار روزانہ بڑھتا چلا گیا۔ روضۃ الصفا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا انتقال ۵۱۸ھ میں ہوا۔

امام ابن جوزی نے اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں حسن بن صباح اور فرقۂ اسماعیلیہ کا ایک مختصر سا تذکرہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حسن بن صباح جو اپنے زمانے میں اس فرقہ کا سردار تھا۔ ابتدا میں رئیس عبدالرزاق بن بہرام کا منشی تھا۔ پھر مصر گیا۔ اور وہاں داعی اسماعیلیہ سے اس مذہب کی تعلیم حاصل کی۔ اس کا طریقہ یہ تھا۔ کہ احمق اور جاہل لوگوں کو جو شعور و دانش سے معرّا ہوتے تھے۔ اون کو اپنے دام فریب میں لاکر بادام اور شہد اور کلونجی کھلاتا۔ جب اون کے دماغ میں گرمی پیدا ہو جاتی تو اون کو بتاتا کہ حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت پر کیا کیسا ظلم ہوئے۔ پھر اون کو کہتا کہ اگر تم حق پر ہو تو حق کی امداد میں جان دینے سے کیوں ڈرتے ہو۔ اس حیلہ سے ان کو قابو کر کے اپنے حلقۂ فدائیان میں ان کو داخل کرتا۔ چنانچہ بہت سے زندیق جن کے دل میں اسلام سے دشمنی تھی۔ اس گروہ میں شامل ہو گئے۔ اور ان لوگوں نے اسلام کو بڑا نقصان پہنچایا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حسن بن صباح نے ایک باغ بنوایا ہوا تھا۔ اپنے نئے مریدوں کو بنگ وغیرہ پلا کر ست کر دیتا اور چند روز کے لئے اُسی باغ میں جو حور و قصور کی کثرت کے لحاظ سے جنّت فردوس کا نمونہ تھا۔ جگہ دیتا اور پھر اوس بہشت کی دائمی زندگی کے وعدے پر اون کو فدائی بنا کر اکابر اسلام کے قتل پر مامور کرتا تھا۔

ابن جوزی نے اس فرقہ کے مختلف نام بتائے ہیں۔ (۱) باطنیہ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے ظاہری معنی چھلکے کے برابر ہیں۔ باطنی معنے اصلی مغز ہے۔ (۲) اسماعیلیہ۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ امامت کا دورہ اسماعیل بن جعفر بن محمد الباقر پر منتہی ہوا ہے۔ (۳) سبعیہ۔ یہ لقب اس لئے دیا گیا ہے کہ امامت کا دورہ سات سات پر ہے۔ اور ساتویں پر انتہا ہوتی ہے۔ اور یہ آخری دورہ ہے اور قیامت سے یہی مُراد ہے۔ دورے اسی طرح بے انتہا چلے جائیں گے اور ہر سات

کے خاتمہ پر قیامت نہیں ہوتی بلکہ جاری رہتی ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ ان کا اعتقاد ہے کہ عالم ارضی
کی تدبیر سیارات ستاروں کے حوالے ہے۔ (۴) بابکیہ۔ یہ ان میں سے ایک گروہ کا لقب ہے
یہ لوگ بابک خرمی کے تابع تھے۔ (۵) محمرہ۔ کیونکہ ان لوگوں نے بابک کے زمانے میں کپڑے
سرخ رنگ کے پہنے تھے۔ (۶) قرامطہ۔ اس کی وجہ تسمیہ مورخین کے نزدیک
یہ ہے کہ خراسان کا ایک شخص کوفہ میں گیا اور وہاں عابد و زاہد بن گیا۔ اور لوگوں کو آل
کے امام کی طرف بلاتا تھا۔ وہ ایک شخص مسمی کرمیتہ کے یہاں اترا تھا۔ جس کو آنکھ کی
سرخی کی وجہ سے کرمیتہ کہتے تھے۔ آخر کار وہ داعی کرمیتہ کے نام سے مشہور ہو کر کرمیتہ ہوا
اور رفتہ رفتہ یہ لفظ کثرت استعمال سے مختصر ہو گیا۔ اور معرب ہو کر قرمط بن گیا۔ (۷) خرمیہ۔ خرم عجمی
لفظ ہے جس کے معنی ہیں لذیذ عیش کی چیزیں جن کی طرف نفس راغب ہو۔ اس نام کا
قصد یہ تھا کہ لوگ ہر قسم کی لذت و شہوت حاصل کریں۔ خواہ کسی طریقہ سے حاصل
ہوں۔ (۸) تعلیمیہ۔ یہ لقب اس لئے دیا گیا کہ ان کے مذہب کی بنیاد اس پر ہے کہ تعلیم
امام ہی سے ہے اسی کو قبول کریں۔ اور اسی کی تعلیم کی طرف ملتفت کرتے ہیں۔ اور
کہ امام کی تعلیم کے بغیر علم حاصل نہیں ہوتا۔ یورپ میں اس فرقہ کے لوگوں کو حشیشین
کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ حسیسین حسن بن صباح کے نام سے
نکلا ہے۔ لیکن زیادہ صحیح خیال یہ ہے کہ یہ لفظ لفظ حشیش سے ماخوذ ہے (حشیش
یعنی بھنگ) کیونکہ حسن بن صباح بھنگ پلا کر اپنے فدائیوں کو بدمست کیا کرتا تھا۔

سب سے پہلے سلطان جلال الدولہ ملک شاہ کے زمانہ میں باطنیہ کا حال کھلا۔
نظام الملک نے اس فرقہ کے کئی آدمیوں کو قتل کیا۔ اور آخر کار خود بھی انہیں کے
ہاتھ سے مارا گیا۔ سلطان ملک شاہ کے انتقال کے بعد اصفہان میں اس فرقہ کا زور
بڑھ گیا۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ آدمیوں کو پکڑ کر قتل کر ڈالتے۔ یہاں تک نوبت پہنچی
کہ اگر کسی کے گھر میں کوئی آدمی عصر کے قریب گھر سے نہ آتا تو اس سے مایوس ہو جاتا

پہلا قلعہ جو اس فرقہ کے ہاتھ آیا وہ قلعہ [illegible]
اور یہ قلعہ ملک شاہ کے صاحب [illegible]

ہلاکو خان نے ۶۵۴ھ میں ملک شاہ کے عہد حکومت میں یہ قلعہ ان لوگوں سے تسخیر کر دیا۔

آہستہ آہستہ یہ لوگ کئی قلعوں پر قابض ہو گئے۔ اور ان کا اقتدار اس قدر بڑھ گیا۔ کہ کچھ مدت تک باقاعدہ سلطنت کرتے رہے۔ آخر ہلاکو خان کے زمانے میں تمام قلعے ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔ اور ملاحدہ کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ خواجہ نصیر نے اس واقعہ کے متعلق کہا ہے۔

سال عربیہ چو ششصد و شصت و چہار بود	روز دوشنبہ اول ذیقعدہ بامداد
خورشاہ بادشاہِ سماعیلیان ز تخت	برخاست و پیشِ تختِ ہلاکو بایستاد

حکیم صاحب کے علمی فضائل اور تصانیف

اگرچہ آج کل اکثر لوگ حکیم صاحب کو صرف ان کی فارسی رباعیات کے ذریعے سے ہی جانتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حکیم عمر خیام صرف شاعر ہی نہ تھے بلکہ مختلف علوم و فنون میں درجۂ کمال حاصل کیا تھا۔ چنانچہ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ تواریخ۔ لغت۔ فن قرأت۔ ریاضی۔ نجوم۔ ہیأت۔ اور فلسفۂ یونان میں آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ فلسفۂ یونان سے تو آپ کو ایک خاص وابستگی تھی۔ چنانچہ جمال الدین قفطی ان کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ "یُعَلِّمُ عِلْمَ یُوْنَانَ وَ یَحُثُّ عَلٰی طَلَبِ الْوَاحِدِ الدَّیَّانِ بِتَطْہِیْرِ الْحَرَکَاتِ الْبَدَنِیَّۃِ لِتَنْزِیْہِ النَّفْسِ الْاِنْسَانِیَّۃِ وَ یَاْمُرُ بِالْتِزَامِ السِّیَاسَۃِ الْمُدُنِیَّۃِ حَسْبَ الْقَوَاعِدِ الْیُوْنَانِیَّۃِ" یہی مؤرخ آپ کو علم نجوم و حکمت میں "عدیم القرین" لکھتا ہے۔

یونانیات کی تعلیم و تدریس عقائد اسلامی پر اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ حکیم صاحب کے مذہب اور عقائد کے متعلق لوگوں نے

احتراز [illegible] شروع کر دیئے [illegible]

[illegible] بعض آدمیوں نے [illegible] قرآن [illegible] دیا [illegible]

زبان و قلم کو کچھ عرصہ کے لئے تھام لیا [illegible] اور [illegible] بھی ہو چکا

تھا۔ اس لئے حج کو چلے گئے۔ جب بغداد پہونچے تو [illegible]

کے شائقین نے چاہا کہ آپ سے علوم سیکھیں۔ لیکن آپ نے [illegible]

کیونکہ آپ [illegible] نتائج اور [illegible] سے آگاہ ہو چکے تھے۔ حج سے [illegible]

[illegible] آپ اپنے شہر [illegible] واپس آئے اور [illegible]

میں مصروف ہو گئے۔ خاقانی شروانی نے کیا خوب کہا ۔

علم تعطیل مشنوید از غیر
فلسفہ [illegible]
[illegible] بگرفت
[illegible] فلسفی [illegible] است
دین [illegible] از [illegible]
[illegible]
مرکب دین کہ زادہ عرب است
[illegible]
[illegible]

[illegible]

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ [illegible]

چنانچہ آپ نے کئی کتابیں [illegible] تصنیف [illegible]

[illegible]

کی مدرسی قبول کرنے پر مجبور کیا۔ تاریخ الحکماء میں امام غزالی اور حکیم عمر خیام کے ایک مناظرہ کا حال بھی درج ہے۔ امام صاحب نے کسی مسئلہ فلسفہ کے متعلق حکیم صاحب سے سوال کیا۔ آپ نے پہلے تو یہ کہکر ٹال دیا کہ میں اس مسئلہ پر مفصل بحث اپنی کتاب عرائس النفائس میں لکھ چکا ہوں۔ وہاں دیکھ لیجئے۔ پھر اصرار پر اس مسئلہ کی تشریح کرنے لگے۔ تو اس طرح کہ پہلے ابتدائی مراتب پر بحث شروع کی اور اپنے بیان کو اتنی تفصیل دی کہ گویا کسی طالبعلم کو پڑھا رہے ہیں۔ ابھی یہی ابجد ختم نہیں کی تھی کہ نماز ظہر کا وقت آگیا۔ اور آذان کی آواز کان میں آئی۔ اس پر امام غزالی علیہ الرحمۃ یہ کہکر اٹھ کھڑے ہوئے کہ "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا"

فلکیات میں بھی آپ کو ایک خاص مہارت حاصل تھی۔ خواجہ نظام الملک نے آپ کے فضائل علمی کا ذکر کرتے ہوئے فن ہیأت میں آپ کے درجات رفیعہ کی طرف بالخصوص اشارہ کیا ہے۔ اگرچہ علم نجوم (اسٹرالوجی) کا پیشین گوئی کے فن سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ اس فن کی کوئی علمی بنیاد ہے۔ تاہم موسموں کے تغیر و تبدل اور ہواؤں کے رخ کی بناء پر ابر و باراں کے متعلق پیش از وقت خبر دینا بے بنیاد پیشینگوئی کی تعریف میں نہیں آسکتا۔ چنانچہ ایسے معلومات کے متعلق آج کل بھی ایک خاص محکمہ ہر ایک مہذب ملک میں موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب اپنے زمانے میں اس فن کے بھی استاد تھے۔ نظامی عروضی سمرقندی لکھتا ہے۔ کہ ۵۰۸ھ کے موسم سرما میں بادشاہ نے خواجہ بزرگ صدرالدین محمد بن المظفر کے پاس شہر مرو میں آدمی بھیجا کہ امام عمر خیام کو کہو کہ ہم شکار کو جانا چاہتے ہیں کوئی دن ایسے مقرر کریں جن میں بارش اور برف نہ ہو۔ ان دنوں میں حکیم صاحب خواجہ صدرالدین کے پاس ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ خواجہ صاحب نے حکیم صاحب سے پیغام شاہی کا ذکر کیا۔ حکیم صاحب نے دو روز تک اس معاملہ میں غور کر کے دن مقرر کر دئے۔ اور خود جا کر بادشاہ کو تاریخ

[illegible]

کہ بادل اٹھے اور بارش شروع ہو گئی۔ لوگوں نے اس پر حکیم صاحب کی
اڑائی۔ بادشاہ نے چاہا کہ واپس ہو جائے لیکن حکیم صاحب نے کہا کہ آج
رکیے ابھی بادل ہٹ جائیں گے اور پانچ دن تک [illegible]
شکار کے لئے روانہ ہو گیا۔ بادل ہٹ گئے پانچ دن تک ایک قطرہ پانی کا بھی
آسمان سے نہ گرا۔ اور لوگوں نے بادل کی شکل تک نہ دیکھی۔

[illegible]

[illegible] انشاء [illegible]

حکیم انوری کے متعلق بھی عمر خیام کی طرح شاعر منجم [illegible]
اور ملا مظفر تھا۔ اسی قسم کا ایک واقعہ مشہور ہے۔ کہتے ہیں سلطان سنجر
کے زمانہ میں ایسا اتفاق ہوا کہ سات سیاروں کا جمع برج میزان میں [illegible]
حکیم انوری نے احکام نجوم کی بنا پر پیشین گوئی کی کہ اس [illegible]
کو اس شدت کا ہوائی طوفان آئے گا کہ درخت اور مکان گر جائیں
شہروں کے شہر برباد ہو جائیں گے۔ اس بات کو لوگ ڈر کے مارے
خبر سے گھر باہر میدانوں میں نکل گئے۔ لیکن [illegible] کا حکم [illegible] تھا اس
رات کو اتنی ہوا بھی نہ چلی کہ سر پر ستارہ چراغ کو گل کر سکے۔ دوسرے دن صبح
کے وقت بادشاہ نے انوری کو بلا بھیجا اور عتاب کیا۔ انوری نے [illegible]
کی کہ قرانات کا اثر [illegible] ہی نہیں ہوتا [illegible]
مثال [illegible] کہ زمینداروں کا غلہ [illegible]
کر صاف ہو سکے۔ انوری شرمندہ ہو کر [illegible] اور بلخ میں جا کر
اقامت اختیار کر لی۔ فرید کاتب نے اسی واقعہ کے متعلق لکھا ہے۔

گفت انوری کہ [illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

[illegible]

پیشین گوئی کا تعلق موسمی آثار سے نہیں تھا۔ بلکہ سیاسی طوفان سے مراد تھی چنانچہ جلد ہی چنگیز خانی حادثہ ظہور پذیر ہوا۔

اخبار الحکماء میں قفطی نے بھی بعینہ ایک ایسا ہی واقعہ ابوالفضل خازمی کے متعلق بیان کیا ہے۔ اس نے بھی کواکب سبعہ کے قران کی بناء پر طوفان باد کی پیشین گوئی کی تھی۔ جو پوری نہ ہوئی۔ اس پر ابوالغنائم محمد بن المعلم الواسطی نے کہا ہے۔

قل لابی الفضل قول معترف	مضی جمادی وجاءنا رجب
وما جرت زعزع کما حکموا	ولا بدا الکوکب له ذنب
قد بان کذب المنجمین وفی	ای مقال قالوا فما کذبوا
مدبر الامر واحد لیس للسبعة فی کل حادث سبب	

لیکن نجوم و ہیأت اور فلسفہ یونانی کی مصروفیتوں نے حکیم صاحب کو علوم قرآنی کی طرف سے بالکل غافل نہیں کر دیا تھا۔ چنانچہ شعر العجم میں (بحوالہ تاریخ الحکماء شہرزوری) لکھا ہے کہ ایک دفعہ قاضی عبدالرشید حکیم عمر خیام سے مرو کے حمام میں ملے۔ اور حکیم صاحب سے سورہ معوذتین (سورۃ الفلق و سورۃ الناس) کے معنی دریافت کیے اور پوچھا کہ ان سورتوں میں بعض الفاظ بار بار کیوں آئے ہیں۔ حکیم صاحب نے ان سورتوں کی تفسیر بیان کرنی شروع کی تو تمام مفسرین کے اقوال ان کے دلائل اور اسناد اس فصاحت سے بیان کیے کہ قاضی صاحب حیران ہو گئے وہ کہتے ہیں کہ اگر حکیم صاحب کی تمام تقریر لکھی جاتی تو پوری ایک کتاب بن جاتی۔

لغات و ادبیات عرب میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ لٹریری ہسٹری آف پرشیا میں فردوس التواریخ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ ابوالحسن بیہقی اور حکیم صاحب کے درمیان دیوان حماسہ کے ایک شعر پر بہت

اسی طرح فن قرأت میں بھی آپ کے معلومات بہت وسیع تھے شہرزوری
نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ وزیر عبدالرزاق کی مجلس میں علمی مسائل پر گفتگو
ہو رہی تھی۔ ابوالحسن غزالی بھی جو فن قرأت کے امام تھے موجود تھے۔ اسی اثنا میں
کسی مسئلہ پر بحث ہو رہی تھی۔ حکیم عمر خیام بھی آ موجود ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری
پر وزیر عبدالرزاق نے وہ مسئلہ حکیم صاحب کے سامنے پیش کیا۔ حکیم صاحب نے
بتاؤں قرأ میں مشہور ہیں اور ان کے متعلق پورے دلائل اور وجوہ
بیان کر کے ایک قرأت کو باقی قرأتوں پر ترجیح دی اور مسئلہ زیر بحث کو ایسی
وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا کہ ابوالحسن غزالی بھی قائل ہو گئے اور مجلس
میں آپ کی اس بات کا اعتراف کرنا پڑا کہ [illegible] کا قول [illegible] فن قرأت
[illegible] معلوم ہوا کہ ایسا [illegible] سے معلومات [illegible]
[illegible] (شہرزوری)

حکیم صاحب کی قوت حافظہ کا یہ حال تھا کہ اصفہان کے مقام پر ایک
ایک کتاب کو سات دفعہ پڑھا اور جب نیشاپور واپس آئے تو پوری کی
پوری کتاب زبانی لکھوا دی۔ اصل کتاب کے ساتھ مقابلہ کرنے پر معلوم ہوا کہ
[illegible] چند الفاظ کا فرق ہے۔

افسوس ہے کہ حکیم صاحب کے علمی کارنامے محفوظ نہ رہے۔ چند تصنیفات
جن کا نام یا نشان اب تک باقی ہے ان کی فہرست میں درج ہیں۔

[illegible] تقویم جلالی۔ سلطان [illegible] نے جب ایرانی تقویم کی اصلاح کا ارادہ
کیا [illegible] ریاضی اور [illegible] ماہرین [illegible] سے مشہور منجم بلائے۔ ایک عظیم
الشان رصدگاہ قائم کیا گیا جس میں مدت تک حکیم صاحب کام کرتے رہے۔
[illegible] آپ نے ایرانی تقویم تیار کی جو تاریخ ملک شاہی یا تقویم جلالی کے نام
سے [illegible] اس تقویم کے متعلق گبن کی [illegible] ہے کہ جو لیئن [illegible]

درجہ بدرجہ بہتر ہے۔ اور صحت میں گریگورین کیلنڈر کے قریب قریب ہے۔ سال جلالی کا آغاز ۴۷۱ھ (۱۵ مارچ ۱۰۷۹ء) سے ہوتا ہے۔ تاریخ الخلفاء میں شیخ جلال الدین سیوطی نے خلیفہ مقتدی بامر اللہ ابو القاسم کے حالات میں لکھا ہے کہ "فی ھذہ السنۃ (۴۶۷ھ) جمع نظام الملک المنجمین وجعلوا النیروز اول نقطۃ من الحمل وکان قبل ذلک عند حلول الشمس نصف الحوت وصار ما فعلہ النظام مبدأ التقاویم"

(۲) زیچ ملک شاہی۔ اسی رصد خانے میں حکیم صاحب نے نقشہ جات نجومی کو از سر نو ترتیب دیکر نئے نقشے بنائے۔

(۳) عرائس النفائس۔ فلسفہ کی کتاب ہے۔ لیکن اب صرف نام باقی ہے۔

(۴) الجبر ابان عربی۔ فرانس میں بعد ترجمہ کئی دفعہ چھپ چکا ہے۔

(۵) اقلیدس کے بعض شکل اور پیچیدہ مسائل پر ایک کتاب لکھی جواب نہیں ملتی۔

(۶) علم طبیعیات میں ایک رسالہ۔

(۷) ایک مختصر سا رسالہ درباره "حکمۃ الخالق فی خلق العالم خصوصاً الانسان وتکلیف الناس بالعبادات" یہ رسالہ مصر میں چھپ گیا ہے۔

(۸) ایک رسالہ جس میں ان تین مسائل کا ذکر ہے (۱) کیف صدر تلازم التضاد والشر عن الواجب (۲) جبر و اختیار (۳) ان البقاء ہل ہو من صفات المعانی فیکون وصفاً زائداً علی ذات الباقی کما زعمہ قوم ام من الصفات النفسیۃ۔ یہ رسالہ بھی مصر میں چھپ گیا ہے۔

(۹) رسالہ موسومہ ضیاء العقلی فی موضوع العلم الکلی۔ یہ رسالہ بھی مصر میں چھپ گیا ہے۔

مشاہیر کے تعاقبات

معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب کے تعلقات دربارِ شاہی اور امراء و وزرائے وقت کے ساتھ ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں۔ چنانچہ خواجہ نظام الملک نے آپ کو نیشاپور میں ایک مستقل جاگیر دے رکھی تھی۔ اور اسی لئے وہ فکرِ معاش کی طرف سے ہمیشہ فارغ البال رہے۔ نظامی عروضی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جب کبھی شہرِ مرو میں تشریف لیجاتے تو خواجۂ بزرگ صدر الدین محمدؒ بن المظفر کے مہمان ہوتے۔ اسی طرح وزیر عبدالرزاق کے ساتھ بھی آپ کے تعلقات ہمیشہ اچھے رہے ہیں۔ سلطان ملک شاہ بھی آپ پر بہت مہربانی کیا کرتا تھا۔ نظام الملک لکھتا ہے کہ "در نوبتِ جہانداری سلطان ملک شاہ بمرو آمد و در علم حکمت تعریفات یافت۔ و سلطان عنایت ہا فرمود۔ با علی مراتب کہ کبار علماء و حکماء را باشد رسید"۔ دولت شاہ سمرقندی حکیم صاحب کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ سلاطین عصر اوس کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ سلطان سنجر اس کو اپنے تخت پر اپنے پاس بٹھایا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ خواجہ نصیر الدین طوسی نے ایک دفعہ ہلاکو خاں سے شکایت کی تھی کہ میں علم و فضل میں حکیم عمر خیام سے کم نہیں ہوں۔ لیکن جو عزت اوس کی دربارِ شاہی میں تھی۔ میری نہیں۔ کیونکہ اس زمانے میں علماء کی تعظیم کم ہو گئی ہے۔

تاریخ الحکماء سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان سنجر نہیں بلکہ شمس الملوک خاقان بخاری حکیم صاحب کو اپنے تخت پر اپنے ساتھ بٹھایا کرتا تھا۔ سلطان سنجر کے متعلق لکھا ہے کہ اوس کے ساتھ حکیم صاحب کے تعلقات چنداں اچھے نہ تھے۔ وجہ یہ بتائی ہے کہ سنجر کو جب کہ وہ لڑکا تھا چیچک نکل آئی۔ حکیم صاحب معالجہ کرتے رہے۔ ایک دن وزیر نے آپ سے دریافت کیا کہ بیمار کی حالت کیسی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ صورت اچھی نظر نہیں آتی۔ یہ بات سنجر کے کانوں تک بھی پہونچ گئی۔ سنجر کے دل میں اس سے صدمہ ہوا۔ جس کا اثر ہمیشہ قائم رہا۔

بہرحال اس میں شک نہیں کہ اس زمانے کے سلاطین۔ وُزراء۔

اور اُمراء حکیم صاحب کی بہت عزت کیا کرتے تھے ۔ وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حکیم صاحب ہمیشہ درس و تدریس اور مطالعۂ کتب میں مصروف رہے سیاسیات میں مطلق دخل نہیں دیتے تھے ۔ دولتِ دنیا کی لالچ نہیں تھی ۔ نظام الملک کی عطا کردہ جاگیر پر قناعت کر کے بیٹھ گئے اور علمی مشاغل میں عمر بسر کر دی ۔

معلوم ہوتا ہے کہ اُمراء کے علاوہ اُس زمانے کے فضلاء بھی حکیم صاحب کو عزت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے ۔ سوائے چند ایک زُہّادِ ریاکار کے جن کو حکیم صاحب سے قدرتاً منافرت تھی ۔ باقی سب لوگ حکیم صاحب کی بڑی تعظیم کرتے تھے نظامی عروضی جو آپ کا معاصر ہے ہمیشہ آپ کو خواجہ ۔ امام ۔ اور حجۃ الحق وغیرہ القاب سے یاد کرتا ہے ۔ قاضی ابو نصر محمد بن عبدالرحیم نسوی (امام و قاضی نواحِ فارس) نے ۴۷۳ھ میں حکیم صاحب کو بعض مسائلِ علمی کے متعلق ایک خط لکھا ۔ جس کے شروع میں یہ اشعار لکھے ہیں ۔

اِنْ کُنْتَ تَرْعیٰنَ یا رِیْحَ الصَّبَا ذِمَماً	فَاقْرِیْ السَّلَامَ عَلیٰ الْعَلَّامَۃِ الْحَکِیْمِ
بُوْسِیْ لَدَیْہِ تُرَابَ الْاَرْضِ خَاضِعَۃً	خُضُوْعَ مَنْ یَجْتَدِیْ جَدْویٰ مِنَ الْکَرَمِ
فَہُوَ الْحَکِیْمُ الَّذِیْ تُسْقیٰ سَحَائِبُہٗ	مَاءَ الْحَیَاۃِ رُفَاتَ الْاَعْظُمِ الرِّمَمِ

اولاد

حکیم عمر خیام صاحبِ اولاد تھے ۔ اگرچہ کسی مؤرخ نے براہِ راست آپ کے خانگی تعلقات از دواج و اولاد وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں لکھا ۔ تاہم دولت شاہ سمرقندی اور حاجی لطف علی بیگ آذر کے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک الکلام شاہ منصور بن محمد نیشاپوری المتخلص بہ اشتہری حکیم صاحب کی اولاد میں سے تھا ۔ دولت شاہ لکھتا ہے کہ "نسبِ شاہ منصور بحکیم عمر خیام می رسد" شاہ منصور ظہیر الدین

فاریابی کا شاگرد تھا ۔ اور سلطان محمدؒ تکش کے زمانے میں منصب انشا اس کے سپرد تھا ۔ سنہ ٦٠٠ھ میں تبریز میں فوت ہوا ۔ ذیل کی غزل سے اس کی شاعری کا مرتبہ معلوم ہو سکتا ہے ۔

روزگار آشفتہ تر یا زلفِ تو ۔ یا کارِ من	ذرہ کمتر ۔ یا دہانت ۔ یا دلِ غمخوارِ من
شب سیہ تر ۔ یا دلت ۔ یا حالِ من ۔ یا خالِ تو	شہد خوشتر ۔ یا لبت یا لفظِ گوہر بارِ من
نظم پروین خوبتر ۔ یا دُر ویا دندانِ تو	قامتِ تو راست تر یا سرو ۔ یا گفتارِ من
وصلِ تو دلجوئے تر ۔ یا شعر ہائے نغزِ من	ہجرِ تو دلسوز تر ۔ یا نالہ ہائے زارِ من
مہر و مہ رخشندہ تر ۔ یا رائے من یا روئے تو	آسماں گردندہ تر ۔ یا خوئے تو ۔ یا کارِ من
وعدۂ تو کوژ تر ۔ یا پشت من ۔ یا ابروئت	قولِ تو بے اثر تر ۔ یا باد ۔ یا پندارِ من
صبرِ من کم ۔ یا وفائے نیکواں ۔ یا شرمِ تو	خوبیِ تو بیشتر ۔ یا اندہ و تیمارِ من
چشمِ تو خونریز تر ۔ یا چرخ ۔ یا شمشیر شاہ	غمزۂ تو تیز تر ۔ یا تیغ ۔ یا بازارِ من

وفات

نزہت الارواح اور فردوس التواریخ میں آپ کی وفات کا ایک عجیب قصہ لکھا ہے ۔ کہتے ہیں کہ ایک روز آپ بوعلی سینا کی کتاب الشفا کا مطالعہ کر رہے تھے ۔ جب وحدت وکثرت کی بحث پر پہنچے ۔ تو کتاب ہاتھ سے چھوڑ دی ۔ نماز پڑھی اور یہ کہتے ہوئے جان دیدی ۔ کہ " اے خداوند تعالےٰ ! میں نے اپنی طاقت کے مطابق تجھ کو پہچاننے کی کوشش کی ۔ تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے متعلق میرا جتنا علم ہے میری طاقت کے مطابق صرف اتنا ہی ہو سکتا تھا " تمام مؤرخوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ (قریبًا ایک سو نو ١٠٩ سال کی عمر میں) ٥١٧ھ میں وفات پائی ۔

آپ قبرستان حیرہ میں مدفون ہوئے ۔ نظامی عروضی لکھتا ہے :

کہ "۵۰۶ھ کی بات ہے کہ خواجہ امام عمر خیام اور خواجہ مظفر اسفرازی بلخ میں امیر ابو سعد کے مکان پر جو بردہ فروشوں کے کوچے میں ہے۔ ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجلس عشرت گرم تھی کہ حجۃ الحق حکیم عمر خیام نے فرمایا کہ میری قبر ایک ایسے مقام پر ہوگی۔ جہاں ہر سال دو دفعہ درخت میری قبر پر پھول برسایا کریں گے۔ مجھے یہ بات محال معلوم ہوئی لیکن میں جانتا تھا۔ کہ ایسا شخص بیہودہ بات نہیں کہہ سکتا۔ پھر جب میں ۵۳۰ھ میں نیشاپور گیا تو اس سے کئی سال پہلے حکیم صاحب فوت ہو چکے تھے۔ اور روئے زمین کو اپنی برکات سے محروم کر گئے تھے۔ چونکہ مجھ پر ان کا استادی کا حق تھا۔ اس لئے جمعرات کو میں ان کی قبر کی زیارت کرنے گیا۔ اور ایک شخص کو اپنے ساتھ لے گیا تا کہ وہ مجھے ان کی قبر کا پتہ دے۔ وہ شخص مجھے قبرستان حیرہ میں لے گیا۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ باغ کی دیوار کے نیچے آپ کی قبر ہے اور امرود اور زرد آلو کے درختوں کی شاخیں باغ سے نکل کر آپ کی قبر تک پہنچی ہوئی ہیں۔ ان درختوں کے شگوفے جھڑ جھڑ کر آپ کی قبر پر اس قدر جمع ہو گئے تھے کہ قبر نظر نہ آتی تھی۔ اس پر مجھے وہ پیشین گوئی یاد آ گئی جو آپ نے بلخ میں کی تھی۔ آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے کیونکہ میں نے بسیط عالم اور اقطار ربع مسکوں میں ان کا ثانی نہیں دیکھا۔ خداوند تعالےٰ ان کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے۔"

موجودہ شہر نیشاپور کے مشرق کی طرف پرانے نیشاپور کے کھنڈرات میں ایک ویران شدہ مسجد کے احاطہ کے اندر آپ کی قبر اس وقت تک موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد یہ مسجد بنائی گئی کیونکہ نظامی عروضی کے بیان میں کسی ایسی مسجد کا ذکر نہیں ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ حکیم صاحب کی قبر بہت کس مپرسی کی حالت میں پڑی ہوئی ہے۔ صرف مٹی کا ایک ڈھیر ہے جس پر کتبہ تک نہیں۔ اہل ملک نے

کبھی اس امر کی طرف توجہ نہیں کی۔ البتہ حکیم صاحب کے ایک انگریز قدردان نے عرصہ ہوا آپ کے مزار کی درستی کا خیال ظاہر کیا تھا۔ معلوم نہیں کچھ ہوا یا نہیں۔

عجیب اتفاق ہے کہ حکیم صاحب کی پیشین گوئی جس کا نظامی عروضی نے ذکر کیا ہے۔ آجتک پوری ہوتی چلی آتی ہے۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ کہ یورپ کا ایک سیاح (مسٹر ڈبلیو سٹیپسن) حکیم صاحب کے مزار کی زیارت کے لئے نیشاپور گیا۔ وہاں جاکر دیکھا کہ گلاب کی شاخیں حکیم صاحب کی قبر پر گل افشانی کر رہی ہیں۔ یہ سیاح اسی گلاب کے کچھ بیج اپنے ساتھ لے گیا۔ جو بعد میں بڑی شان اور اہتمام کے ساتھ فٹز جیرلڈ کی قبر پر لگائے گئے۔

حکیم صاحب کی شاعری

حکیم صاحب کی شاعری کا تمام تر سرمایہ یہی ایک مجموعہ رباعیات ہے جو مشرق و مغرب میں پھیلا ہوا ہے۔ سوائے مندرجہ ذیل قطعہ کے جو اکثر تذکروں میں آپ کے نام سے منسوب ہے اور کوئی فارسی نظم آپ کی یادگار اسوقت موجود نہیں۔ یا تو سوائے رباعی کے آپ نے اور کچھ لکھا ہی نہیں یا باقی تصانیف کی طرح جو تھوڑا بہت لکھا بھی تھا وہ زمانہ کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکا۔

قطعہ

دوش با عقل در سخن بودم ــ کشف شد بر دلم خیالے چند
گفتم اے مایۂ ہمہ دانش ــ دارم الحق بتو سوالے چند
گفتمش چیست زندگانیِ دہر ــ گفت خوابیست یا خیالے چند
گفتم از وے چہ حاصل است بگو ــ گفت دردِ سر و وبالے چند

گفتش نفس رام کے گردد — گفت چوں یافت گوشمالے چند
گفتم اہلِ زماں چہ طائفہ اند — گفت گرگ و سگ و شغالے چند
گفتش بحثِ اہلِ دنیا چیست — گفت بیہودہ قیل و قالے چند
گفتم اہلِ زمانہ در چہ فن اند — گفت در بندِ جمع مالے چند
گفتش چیست کتخدائی گفت — ہفتۂ عیش و غصہ سالے چند
گفتم او را شال دنیا چیست — گفت زالے نہادہ خالے چند
گفتش چیست گفتہ ہائے خیام — گفت پندی و حسب حالے چند

لیکن اس قطعہ کے متعلق بھی یقینی طور سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ حکیم صاحب ہی کی تصنیف ہے۔ خود میں نے دیوان حافظ کے ایک قلمی نسخہ میں جو ۱۲۱۷ھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہی قطعہ خواجہ حافظ کے نام پر دیکھا ہے۔ صرف "گفتہ ہائے خیام" کے بجائے "گفتۂ حافظ" تھا۔ باقی نظم بجنسہ یہی تھی۔
وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ط

البتہ عربی زبان میں آپ نے بہت شعر لکھے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ کا عربی کلام بھی کسی مستقل کتاب کی صورت میں محفوظ نہ رہ سکا۔ بعض تاریخوں اور تذکروں میں چند ایک اشعار درج ہیں۔ مندرجۂ ذیل شعر شہرزوری نے نقل کئے ہیں (شعر العجم)

یدہ لی الدنیا بل السبعۃ العلی — بل الافق الاعلی اذا جاش خاطری
اصوم علی الفحشاء جہرا و خفیۃ — عفافا و افطاری بتقدیس فاطری
وکم عصبۃ ضلت عن الحق فاہتدت — بطرق الہدیٰ من فیضی المتقاطر
فان صراط المستقیم لبصائر — نصبن علی وادی العمی کالقناطر
اذا قنعت نفسی بمیسور بلغۃ — یحصلہا بالکد کفی و ساعدی
امنت تصاریف الحوادث کلہا — فکن یا زمانی موعدی او مساعدی

وھبنی اتخذت الشعر بین منازلی	وَ فوق مناط الفرقدین مصاعدی
عشقنا باعدت دنیاک کان مصیبۃ	نوا عجیا من غزا القریب المباعد
اذا کان محصول الحیاۃ منیۃ	فسیان حالاہ کل ساع وقاعد
رھنیت دھراً طویلاً فی التماس اخ	یرعی ودادی اذا ذو خلۃ خانا
فکم الفت وکم اخیت غیر اخ	وکم تبدلت بالاخوان اخوانا
وقلت للنفس لما عز مطلبھا	باللہ ما تالفی ما عشت انسانا

رُباعی

جس طرح مدح سرائی کے لئے قصیدہ اور عاشقانہ شاعری کے لئے غزل مخصوص ہے۔ اسی طرح حکیمانہ مضامین کے بیان کرنے کے لئے سب سے بہتر قسم نظم کی رُباعی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکیم صاحب نے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے رُباعی کو اختیار کیا۔ علاوہ ازیں اوس زمانے میں رُباعی کا رواج بھی زیادہ تھا۔ چنانچہ حکیم صاحب کے سوا تین اور مشہور رُباعی نویس شاعر یعنی (۱) باباطاہر ہمدانی۔ (۲) مشہور صوفی شاعر ابوسعید ابوالخیر۔ اور (۳) شیخ الفارسی بھی اُسی زمانے میں ہوئے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ حکیم صاحب کے ہم عصر تھے۔ گو شاعر نہ تھے۔ لیکن کبھی کچھ کہتے تھے۔ تو رباعی ہی کہتے تھے۔ مولانا شبلی مرحوم نے امام صاحب کے تذکرہ میں اون کی چند رُباعیاں نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب بھی اپنی رُباعیات میں قریباً وہی مضمون بیان فرمایا کرتے تھے جو حکیم صاحب کی رباعیات میں ہیں۔ مثلاً۔

ای کانِ بقا۔ درچہ بقائی کہ نہ	درجائی نہ۔ کدام جائی کہ نہ
ای ذاتِ تو از ذات وجہت مستغنی	آخر تو کجائی و کجائی کہ نہ

کس را پسِ پردۂ قضا راہ نہ شد ہر کس ز سرِ خیال چیزے گفتند	وز سرِ قدر ہیچ کس آگاہ نہ شد معلوم نہ گشت و قصہ کوتاہ نہ شد
با جام نمازے بسر خُم کردیم شاید کہ دریں میکدہ ہا دریابیم	وز آبِ خرابات تیمم کردیم آں یار کہ در صومعہ ہا گُم کردیم

مولانا شبلی نعمانی نے ان رباعیات کو مجمع الفصحاء اور روضات الجنات کے حوالے سے امام صاحب کے نام پر لکھا ہے۔ لیکن ان میں سے دوسری اور تیسری رباعی بادنیٰ تفاوتِ الفاظ حکیم صاحب کے مجموعۂ رباعیات میں بھی درج ہے۔ واللہ اعلم۔

کہا جاتا ہے کہ رُباعی ایرانی شاعری کی اختراع ہے اور زبان عربی اس سے ناآشنا ہے۔ دولت شاہ سمرقندی لکھتا ہے کہ فارسی شاعری کی ابتداء ہی رُباعی سے ہوئی ہے۔ چنانچہ اوس کا بیان ہے۔ کہ

"تا روزِ آل ساسان اشعارِ عجم را نہ دیدہ اند۔ اگر احیاناً نیز شعرے گفتہ باشند۔ مدوّن نہ کردہ اند۔ حکایت کنند کہ یعقوب بن لیث صفا کہ در دیارِ عجم اول کسیکہ بر خلفائے بنی عباس خروج کردہ او بود۔ پسر داشت کوچک و اورا تا بغایت دوست می داشتہ۔ روز عید آں کودک با کودکان دیگر جوز می انداخت۔ امیر بسر کوئی رسید و بہ تماشائے فرزند ساعتے بایستاد۔ فرزندش جوز بینداخت۔ و ہفت جوز بگو افتاد و یکے بیروں جست۔ امیر زادہ نااُمید شد۔ پس از لمحۂ آں جوز نیز بر سبیلِ رجع القہقرا بجانب گو غلطاں شد۔ امیر زادہ مسرور گشت۔ و از غایتِ ابتہاج بر زبانش گذشت۔ ع

غلطاں غلطاں ہمی رود تا لبِ گو

یعقوب را ایں کلام بمذاق خوش آمد۔ ندماء و وزراء را حاضر کرد۔ گفتہ از جنس شعر است۔ وابو دلف وزینت الکعب باتفاق بہ تحقیق و تقطیع مشغول شدند۔ ایں مصرعہ را نوعے از ہزج یافتند۔ مصرعے دیگر بہ تقطیع موافق ایں بدیں مصرعہ افزودند۔ ویک بیت دیگر موافق آں ساختند۔ و دو بیتی نام کردند۔ چند گاہے دو بیتی می گفتند۔ تا آنکہ لفظ دو بیتی نیکو نہ دیدند۔ گفتند۔ ایں چہار مصرعہ است۔ رباعی نیز می شاید گفت۔ و چند گاہ اہالی و فضلاء بہ رباعی مشغول بودند۔ و خوش خوش باصناف سخنوری مشغول شدند۔

ع۔ گل بود بسبزہ نیز آراستہ شد۔

مرزا غالب فرماتے ہیں کہ "رباعی کے باب میں بیان مختصر یہ ہے کہ اس کا ایک وزن معین ہے۔ عرب میں دستور نہ تھا۔ سوائے عجم کے۔ یہ بحر ہزج میں سے نکالا ہے مفعول مفاعلن فعولن۔ ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور۔ اس وزن پر فعلن بڑھا دیا ہے۔ مفعول مفاعلن فعولن فعلن۔ زحافات اس میں بعض کے نزدیک اٹھارہ اور بعض کے نزدیک چوبیس ہیں اور وہ سب جائز اور روا ہیں۔ اور اس بحر کا نام بحر رباعی ہے۔ رباعی ہیچ ہے کہ سوائے اس بحر کے اور بحر میں نہیں کہی جاتی اور یہ جو مطلع اور حسن مطلع کو رباعی کہتے ہیں اس راہ سے کہ مصرعے چار ہیں کہو ورنہ رباعی نہیں ہے۔ نظم ہے۔ قدماء کو بیشتر اس کا التزام تھا۔ کہ ہر مصرعہ میں قافیہ رکھتے تھے۔ خاقانی برعایت صنعت ذو قافیتین کہتا ہے۔

من بودم و آں نگار روحانی روی	افگندہ دراں دو زلف چوگانی گوئی
خاکے بدر ایستادہ خاقانی جوئی	من در رحم وصال سبحانی گوئی

میں پانچ چار برس سے بہرا ہو گیا ہوں ایک رباعی چار قافیہ کی اس مضمون خاص کی میں نے لکھی ہے۔ بہ رعایت صنعت ذو قافیتین۔

دارم دل شاد و دیدۂ بینائے	در کرمی گوشم نبود پروائے
خوش نیست کہ نشنوم زہر خود رائے	گلبانگ انا رہکم الا علائے

نیز اس باب میں متعقب ہے اور وزن کی دوبیتا میں قافیہ والی کو رُباعی نہ کہے گا۔" (عودہندی)

حکیم صاحب کی رُباعیات میں بھی اگرچہ تیسرے مصرعہ میں قافیہ کا التزام نہیں ہے۔ لیکن بعض بعض رباعیات ایسی موجود ہیں جن میں چاروں مصرعے قافیہ دار ہیں۔ ایسی رباعی کو ترانہ بھی کہتے ہیں۔ مثلاً

بوسیدہ مرقع اندایں خاستے چند	تا رفتہ رہ صدق وصفا گاستے چند
بگرفتہ زطامات الف لامے چند	بدنام کنندۂ نکو نامے چند

منشی سید غلام حسنین صاحب قدؔر بلگرامی نے قواعد العروض میں رُباعی کے چوبیس مشہور وزنوں کا ذکر کیا ہے اور ہر ایک کی مثال لکھی ہے۔

(۱) خواہی شوی آگاہ زحال دل ریش	مفعول مفاعیل مفاعیل فعول
(۲) دانش بکن اعتماد بر عمر دراز	مفعول مفاعلن مفاعیل فعول
(۳) از عہد تو گر آرد یکسے شمہ شمال	مفعول مفاعیلن مفعول فعول
(۴) تو با حافظ قرآن وخدا حافظ تو	مفعول مفاعیل مفاعیل فعل
(۵) ما ایں ہمہ استخواں شکستیم عبث	مفعول مفاعلن مفاعیل فعل
(۶) بیا یاد تو ام جاناں حالم بنگر	مفعول مفاعیلن مفعول فعل
(۷) ہر کس کہ ز اسرار خدا آگاہ است	مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع
(۸) اکنوں ز تردد نفس تنگی کرد	مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع
(۹) چوں قد تو بخرامد ای سیم اندام	مفعول مفاعیلن مفعولن فاع
(۱۰) جاں شد گرد روزی رازق فنان	مفعول مفاعیل مفاعیلن فع
(۱۱) من آئینۂ دیار زنگستانم	مفعول مفاعلن مفاعیلن فع
(۱۲) بر خاک درت ہر دم رخ بیسایم	مفعول مفاعیلن مفعولن فع
(۱۳) ہر ساعت دریائے تو جاں بہر نثار	مفعولن مفعول مفاعیل فعول
(۱۴) مطرب حرفے بنی زند حال ہیں	مفعولن فاعلن مفاعیل فعول

(۱۵) نمی خواہم تا ریزم اسے طرفہ نگار	مفعولن مفعولن مفعول فعول
(۱۶) چوں گفتم باگل زجمالت سخنے	مفعولن مفعول مفاعیل فعل
(۱۷) حمی اللّٰہ نبی و مصطفےٰ حافظ تو	مفعولن فاعلن مفاعیل فعل
(۱۸) کے بارم بے لعلت از دیدہ گہر	مفعولن مفعولن مفعول فعل
(۱۹) از گل آمد بوئے تو رفتم از ہوش	مفعولن مفعول مفاعیلن فاع
(۲۰) آدم معلوم و قدر آدم معلوم	مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع
(۲۱) در گلشن اشک فشاں می گشتم دوش	مفعولن مفعولن مفعولن فاع
(۲۲) گاہے بخشد لعل تو مرہم مارا	مفعولن مفعول مفاعیلن فع
(۲۳) معذورم دار اگر نہ گفتم سخن	مفعولن فاعلن مفاعیلن فع
(۲۴) گاہے دارد زلفت درہم مارا	مفعولن مفعولن مفعولن فع

ان میں سے پہلے بارہ وزن شجرۂ غیر مجبق - اور دوسرے بارہ وزن شجرۂ مجبق کے ہیں - صاحب قواعد العروض لکھتے ہیں کہ شجرۂ دوم کے بارہ اوزان کا خلط باہمی جائز ہے - یعنی ایک مصرعہ کسی وزن کا ہو اور دوسرا اور وزن کا - اور تیسرا اور وزن کا - اور چوتھا اور وزن کا - مگر اس شجرہ سے باہر نہ ہو - تو خلاف استعمال اور ناجائز نہیں - بلکہ اوزان شجرۂ اول و شجرۂ دوم کا پیوند بھی درست ہے -

مجموعۂ رباعیات اور الحاق

صرف رباعیات عمر خیام کے متعلق ہی نہیں بلکہ تمام پرانے شاعروں کے کلام کے متعلق اس امر کی عام شکایت ہے کہ کاتبوں نے شعراء کے کلام میں بڑا خلط ملط کر رکھا ہے - اکثر دیکھا جاتا ہے کہ مطبوعہ کتابوں میں ایک شاعر کے شعر دوسرے شاعر کے دیوان میں بھی موجود ہوتے ہیں - اس زمانے

ہیں تحقیق اور یقین کے ساتھ یہ کہنا کہ فلاں شعر جو دو یا تین مختلف شاعروں کے دیوان میں موجود ہے۔ فلاں شاعر کا ہے۔ بہت مشکل بات ہے۔ جب تک کوئی قلمی نسخہ شاعر کے ہاتھ کا لکھا ہوا یا اوس کے زمانے کا لکھا ہوا دستیاب نہ ہو۔ کوئی قطعی رائے قائم نہیں ہو سکتی۔ حکیم صاحب کی رباعیات کے مختلف مطبوعہ نسخے دیکھیے۔ تمام اختلاف سے لبریز ہیں۔ اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حکیم صاحب کی رباعیات کی صحیح تعداد کیا ہے۔ پرانے قلمی نسخے بہت کمیاب ہیں۔ حکیم صاحب کے زمانے کے قریب کا کوئی قلمی نسخہ اب تک دنیا کو معلوم نہیں ہوا۔

سب سے پرانا قلمی نسخہ رباعیات عمر خیام کا بوڈلین لائبریری میں موجود ہے۔ یہ ۸۶۵ھ (۱۴۶۰ء) کا لکھا ہوا ہے۔ اس نسخہ میں صرف (۱۵۸) رباعیات ہیں۔ اس نسخہ کا عکس بمعہ ترجمہ مسٹر ایڈورڈ ہیرن ایلن نے سال ۱۸۹۸ء میں لندن میں چھپوایا تھا۔

پیرس میں ایک قلمی نسخہ ہے۔ جو ۹۳۷ھ (۱۵۳۰ء) کا لکھا ہوا ہے اس میں صرف (۷۶) رباعیات ہیں۔

ایک قلمی نسخہ بانکی پور میں ہے۔ جس میں (۶۰۴) رباعیات موجود ہیں۔

ایک قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کی لائبریری میں بمقام کلکتہ موجود ہے۔ جس میں (۵۱۶) رباعیات ہیں۔

وان ہیمر نے اپنے قلمی نسخہ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ اس میں (۲۰۰) رباعیات ہیں۔

مطبوعہ نسخوں میں بھی اسی طرح اختلاف ہے۔ لکھنؤ میں جو نسخہ ۱۳۱۲ھ میں شائع ہوا۔ اوس میں (۷۷۰) رباعیات ہیں۔

جان پین کے نسخہ میں (۸۴۵) رباعیات درج ہیں۔ مس جیسی ائی کیڈل

نے (۱۲۰۰) سے زیادہ رباعیات کا مجموعہ اکٹھا کیا ہے - عام موجودہ مطبوعہ نسخوں میں (۷۶۲) رباعیات ہیں یا کچھ کم و بیش - ابھی تھوڑا عرصہ ہوا - امرت سر میں رُباعیات عمر خیام کا ایک مجموعہ طبع ہوا - جس میں ادھر ادھر کی رباعیات کو ملا کر مروجہ نسخوں سے بہت زیادہ تعداد رباعیات کی درج کی گئی ہے -

حاصل کلام یہ ہے کہ ان رباعیات کے متعلق یقینی طور سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ صحیح تعداد کتنی ہے اور الحاقی رباعیات کتنی ہیں - لیکن اس میں شک نہیں کہ الحاق یقیناً ہوا ہے - چنانچہ میں نے بڑی کاوش کے بعد مختلف تذکروں اور دیوانوں کے مقابلے سے جن الحاقی رباعیات کا پتہ نکالا ہے ان کا نقشہ ذیل میں درج ہے - اس نقشہ کے ماخذ جا بجا رُباعیات الحاقی کی شرح کے ضمن میں کتاب میں درج کر دیے گئے ہیں - لیکن یہ فہرست بھی کسی طرح سے مکمل نہیں کہی جا سکتی - جتنی تلاش اور کی جائے - اتنی زیادہ کامیابی اس باب میں ممکن ہے -

نمبر	نام شاعر	[illegible]	نمبر	نام شاعر	[illegible]
(۱)	افضل الدین کاشی	۳	۸	سلمان ساوجی	۳
۲	شیخ سعدی	۱۲	۹	شاہی	۱
۳	انوری	۳	۱۰	قطران بن منصور ترمذی	۱
۴	کمال الدین بیدار	۱	۱۱	کمال الدین اسماعیل	۲
۵	مولانا روم	۴	۱۲	امین	۱
۶	امام غزالی	۲	۱۳	ابو سعید ابوالخیر	۵
۷	شاہ شجاع	۱	۱۴	عسجدی	۱

نمبر شمار	نام شاعر	[illegible]	نمبر شمار	نام شاعر	[illegible]
۱۵	قتالی	۱	۲۷	شاہ علاؤ الدولہ	۱
۱۶	عمق بخاری	۱	۲۸	فخر الدین رازی	۱
۱۷	حیاتی گیلانی	۱	۲۹	ابراہیم بن ادہم بلخی	۱
۱۸	ابو اسماعیل	۱	۳۰	بوعلی سینا	۱
۱۹	شیخ سیف الدین	۱	۳۱	ابوالحسن خرقانی	۱
۲۰	اثیر الدین ادمانی	۱	۳۲	شیخ نجم الدین رازی	۱
۲۱	مجد الدین ہمگر	۲	۳۳	سراج الدین قمریی	۱
۲۲	ملک شمس الدین	۱	۳۴	ابو سعید اشرف	۱
۲۳	غیاث الدین بلخی ہمتی	۱	۳۵	شیخ مجد الدین رازی	۱
۲۴	شاہ سنجان	۱	۳۶	درویش مقصود تیرگر	۱
۲۵	خواجۂ حافظ	۷	۳۷	عشقی کاشانی	۱
۲۶	سحابی استرآبادی	۱	۳۸	مغربی تبریزی	۱

اس کے علاوہ رباعیات کی تعداد کو بڑھانے کے لئے بعض لوگوں نے ایک ہی رُباعی کو دو مختلف ردیفوں میں ڈال کر دونوں جگہ لکھدیا ہے۔ اور بعض جگہ چند الفاظ کے تغیر تبدل سے ایک رباعی کی دو رباعیاں بنالی ہیں چنانچہ مروجہ مطبوعہ نسخوں میں اس امر کی بہت مثالیں موجود ہیں۔ ان میں سے بطور نمونہ بعض کا ذکر کردینا کافی ہوگا۔

مے در کف من نہ کہ دلم در تاب است	وین عمر گریزپا چنان سیماب است
برخیز کہ بیداری دولت خواب است	دریاب کہ آتش جوانی آب است

اس رُباعی سے ایک اور رُباعی پیدا کر لی گئی ہے۔

در دہ پسر آں مے کہ جہاں تاب است — زاں مے کہ گل نشاط را مہتاب است
بشتاب کہ آتش جوانی آب است — دریاب کہ بیداری دولت خواب است

ایک اور رُباعی ہے۔

آنکس کہ گنہ بنزد او سہل بود — ایں نکتہ بگو بیار کہ او اہل بود
علم ازلی علّت عصیاں کردن — نزدیک حکیم غائت جہل بود

اسی رُباعی سے دوسری رُباعی اس طرح بنالی ہے کہ

آنکس کہ بردئے دین نا اہل بود — داند کہ چو آب شبہہ سہل بود
علم از پئے علت عصیاں خواندن — نزد عقلا ز غائت جہل بود

اسی طرح ایک اور مثال دیکھئے

ای آمدہ از عالم روحانی تفت — حیراں شدہ در پنج و چہار و شش و ہفت
مے خور چو ندانی ز کجا آمدہ — خوش باش ندانی بہ کجا خواہی رفت

اس سے دوسری رُباعی اس طرح نکالی ہے۔

دریاب کہ از روح جدا خواہی رفت — در پردۂ اسرار خدا خواہی رفت
مے خور کہ ندانی ز کجا آمدہ — خوش زی چہ ندانی کہ کجا خواہی رفت

اور دیکھئے۔

آں بہ کہ ز جام و بادہ دل شاد کنیم — وز نامدہ و گزشتہ کم یاد کنیم
ایں عاریتی رواق زندانی را — یک لحظہ ز بند عقل آزاد کنیم

اس رُباعی کو ردیف تھا میں اس طرح لکھ دیا ہے۔

آں بہ کہ ز جام بادہ دل شاد کنی ۔ الخ۔

ایک اور رُباعی ہے

در دہ مے لعل لالہ گوں اے ساقی — بکشا تو ز حلق شیشہ خوں ای ساقی
کامروز بجز دل ز جام مے نیست مرا — یک دوست کہ پاک است درون ای ساقی

اس سے دوسری رُباعی اس طرح بنالی -

دردہ مئے لعل لالہ گونِ صافی ‏ ‏ ‏ بکشا زحلق شیشہ خونِ صافی
کامروز بدل زجامِ مے بنشست مرا ‏ ‏ ‏ یکدوست کہ دارد اندرونِ صافی

اسی طرح ایک اور رُباعی ہے

تاخاک مرا بقالب آمیختہ اند ‏ ‏ ‏ بس فتنہ کہ ازخاک برانگیختہ اند
من بہتر ازیں نمی توانم بودن ‏ ‏ ‏ کز بوتہ مراچنیں بردل ریختہ اند

اس سے دوسری رُباعی اس طرح بنالی ہے

تقدیست کہ بردجودِ ما ریختہ ‏ ‏ ‏ صد بوالعجبی ز ما برانگیختہ
من زاں بہ ازیں نمی توانم بودن ‏ ‏ ‏ کز بوتہ مراچنیں فرو ریختہ

مندرجۂ ذیل تین رباعیات بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک ہی رُباعی سے نکالی گئی ہیں۔

برخیز و بیا کہ چنگ بر چنگ زنیم ‏ ‏ ‏ مے نوش کنیم و نام بر ننگ زنیم
چوں بادہ خوریم در خرابات خوریم ‏ ‏ ‏ ویں شیشۂ نام و ننگ بر سنگ زنیم

در دامنِ یار بیوفا چنگ زنیم ‏ ‏ ‏ مے نوش کنیم و نام بر ننگ زنیم
سجادہ بیک پیالۂ مے بفروشیم ‏ ‏ ‏ ناموس بجُو دہیم و بر سنگ زنیم

صبح است دمی بر مۂ گلرنگ زنیم ‏ ‏ ‏ ویں شیشۂ نام و ننگ بر سنگ زنیم
دست از امل دراز خود باز کشیم ‏ ‏ ‏ در زلف دراز و دامن چنگ زنیم

تہذیب رُباعیات

اس سے پہلے رُباعیات عمر خیام کے جتنے قلمی یا مطبوعہ نسخے موجود تھے سب کی ترتیب ردیف وار تھی ۔ باقی تمام شعراء کے کلام کا بھی یہی حال ہے اس میں شک نہیں کہ بعض حالات میں ترتیب صرف ردیف وار ہی ہوسکتی ہے اور کوئی صورت نہیں ہوتی ۔ لیکن حکیم صاحب کے کلام کی ترتیب باب وار بھی ممکن ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ حکیم صاحب کی تمام رُباعیات میں مضمون چند ایک ہیں جن کو نئے نئے پیرایہ میں مختلف رباعیات میں ادا کیا گیا ہے ۔ اسی لئے میں نے رباعیات کو ردیف وار نہیں بلکہ مضمون وار ترتیب دی ہے ۔ اس میں بعض فوائد مد نظر تھے ۔

اوّل یہ کہ جب مضمون کے لحاظ سے تبویب ممکن ہے ۔ تو پھر رباعیات کو ردیف وار جمع کرنا فضول تھا ۔

دوم یہ کہ ایک مضمون کی رُباعیات کو اکٹھا کر کے باب کے شروع مین ایک تمہیدی تقریر ان تمام رُباعیات کی تشریح و توضیح کا کام دیسکتی ہے اور یہہ ممکن نہیں تھا کہ ایک ہی مضمون کی مختلف رُباعیات کی مختلف مقامات پر بار بار شرح لکھی جاتی ۔

سوم یہ کہ ایک ہی مضمون کی تمام رباعیات کو یکجا کر دینے میں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایک ہی مضمون کے متعلق شاعر کے خیالات کے تمام مختلف پہلو نظر آجاتے ہیں ۔ ایک نہایت ہی رندانہ طرز میں لکھی ہوئی رُباعی کو دیکھکر شاعر کے متعلق جو خیال دل میں پیدا ہوتا ہے ۔ اوس کے ساتھ ہی اسی مضمون کی ایک اور رُباعی جو بالکل علیحدہ رنگ میں ہوتی ہے ۔ دیکھکر اس خیال میں تبدیلی واقع ہوجاتی ہے ۔ مثال کے طور پر دیکھئے کہ خدا کی رحمت اور مغفرت کے بھروسے پر حکیم صاحب کتنے گستاخ ہوتے نظر آتے ہیں ۔ فرماتے ہیں ۔

یارب تو کریمی و کریمی کرم است	عاصی بچہ رو برون زباغ ارم است

با طاعتم ار ببخشی آں نیست کرم	با معصیتم اگر ببخشی کرم است

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

اے آنکہ پدید گشتم از قدرت تو	پرورده شدم بناز و از نعمت تو
صد سال بہ امتحاں گناہ خواہم کرد	تا جرم من است بیش یا رحمت تو

لیکن دیکھئے اسی باب میں ایک اور رُباعی لکھی ہے۔

یا نفس ہمیشہ در نبردم چہ کنم	وز کردۂ خویشتن بدردم چہ کنم
گیرم کہ زمن درگذرانی بہ کرم	زیں شرم کہ دیدی کہ چہ کردم چہ کنم

اس ایک رُباعی میں اپنی تمام رندانہ رُباعیات کا جواب دے دیا ہے پھر ایک اور مقام پر دیکھئے کس دردناک طریقے سے مغفرت کی درخواست کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

بر سینۂ غم پذیر من رحمت کن	بر جان و دل اسیر من رحمت کن
بر پائے خرابات رو من بخشائے	بر دست پیالہ گیر من رحمت کن

مسئلہ جبر و قدر میں وہ لوگ جو انسان کو مجبور محض کہتے ہیں اپنے دعوے کی دلیل میں یہ بحث کرتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ کو پہلے دن سے ہی علم ہے کہ فلاں شخص یہ کام کرے گا۔ پس اگر خدا کا علم صحیح ہے تو وہ شخص ضرور وہ کام کرے گا۔ کوئی کوشش اور کوئی اتقا اس کو اس فعل کے ارتکاب سے بچا نہیں سکتی۔ حکیم صاحب بھی ایک رُباعی میں اسی دلیل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

من مے خورم و ہر کہ چو من اہل بود	مے خوردن من بنزد او سہل بود
مے خوردن من حق بازل میدانست	گر مے نخورم علم خدا جہل بود

پھر اسی باب میں اس غلط فلسفہ کا جواب بھی دیدیا ہے - فرماتے ہیں -

آنکس کہ گنہ بنزد او سہل بود علم ازلی علت عصیاں کردن	این نکتہ بگو بیدار کہ او اہل بود نزدیک حکیم غائت جہل بود

اسی طرح اور سیکڑوں مثالیں ہیں - ہر مضمون کی مختلف رُباعیات ایک جگہ اکٹھا کردینے میں یہ فائدہ ضرور ہے کہ ایک مسئلہ کے تمام مختلف پہلوؤں پر شاعر کے خیالات ایک جگہ نظر آجاتے ہیں - اور صحیح اندازہ قائم ہوسکتا ہے کہ شاعر کس عقیدہ کا آدمی تھا -

اگرچہ رباعیات کی صحیح منطقی تقسیم ناممکن تھی تاہم اس تبویب میں یہ کوشش کی گئی ہے - کہ ہر ایک رُباعی اپنے اپنے باب میں جہاں اسے مضمون کے لحاظ سے درج ہونا چاہئے تھا - درج ہوجائے - اس میں شک نہیں کہ بعض بعض رُباعیوں میں صرف ایک ہی نہیں بلکہ ایک سے زیادہ مضمون بھی ہوتے ہیں - لیکن ایسی صورتوں میں زیادہ ضروری مضمون کا لحاظ کرکے تقسیم ممکن ہوسکتی ہے -

میں نے تمام رُباعیات کو مندرجۂ ذیل ابواب میں تقسیم کیا ہے -

(۱) چمنستان حیات	(۸) رنج دار دھر ہیز
(۲) ما عرفناک	(۹) آسماں کی سفلہ پروری
(۳) ہمہ اوست	(۱۰) غم دنیا اور شراب
(۴) عشق کی ہمہ گیری	(۱۱) حکمت و اخلاق
(۵) عبرت و بصیرت	(۱۲) عیش کوشی
(۶) واعظ او ناصح سے بیزاری	(۱۳) اخفائے راز
(۷) سچے دوستوں کی کمی	(۱۴) یاس و حرماں -

عُمر خیّام اور یورپ

حکیم صاحب مشرقی شاعر اور مشرقی حکیم تھے۔ لیکن مشرق سے زیادہ مغرب نے اون کی قدر کی۔ وجہہ یہہ معلوم ہوتی ہے کہ حکیم صاحب کا فلسفۂ زندگی ایشیائی فلسفہ نہیں بلکہ یوروپین فلسفہ ہے۔ چنانچہ جو قبول عام حکیم صاحب کو یورپ میں نصیب ہوا وہ اور کسی ایشیائی شاعر کو نصیب نہیں ہوا۔

حکیم صاحب کا انگلستان میں تعارف کرانے والا ایک انگریز شاعر ایڈورڈ فٹز جیرلڈ تھا۔ اس تعارف کا قصّہ ایک عجیب افسانہ ہے۔

فٹز جیرلڈ کو مشرقی شاعری سے ایک خاص دلچسپی تھی۔ چنانچہ اُس نے شیخ عطّار رحمۃ اللہ علیہ کی منطق الطیر کا ترجمہ بھی انگریزی میں کیا ہے۔ اوس کے ایک دوست کاول نامی نے اُسے رُباعیات خیام کا ایک نسخہ دیا۔ جو فٹز جیرلڈ نے پڑھ کر بہت پسند کیا۔ چنانچہ اوس نے حکیم صاحب کی (۷۵) رُباعیات کا ترجمہ انگریزی نظم میں لکھا۔ اور سال ۱۸۵۹ء میں اُسے شائع کیا۔ اس ایڈیشن میں صرف دو سو جلدیں چھاپی گئیں۔ اور کتاب پر پبلیشر کا نام تو موجود تھا۔ مگر مترجم کا نام نہیں تھا۔ پبلک نے اس ترجمہ کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ چنانچہ پبلیشر نے مجبوراً اس کتاب کی قیمت پانچ شلنگ سے گھٹا کر صرف ایک پنی کر دی۔ اور دکان کے باہر سستی کتابوں میں اُسے رکھدیا۔ اُس کتاب کے سب سے پہلے خریدار سر رچرڈ برٹن۔ مسٹر سون برن۔ ڈنٹی۔ گبریئل روسٹ وغیرہ اشخاص تھے۔ جنھوں نے اپنے اپنے دوستوں کو یہ کتاب دکھائی۔ آہستہ آہستہ اس ترجمہ کا اتنا چرچا ہوا۔ کہ گھر گھر اس کا ایک نسخہ موجود ہوگیا۔ چنانچہ پبلیشر نے ۱۸۶۸ء میں اس کتاب کو دوبارہ چھپوایا۔ دوسرے ایڈیشن میں فٹز جیرلڈ نے رُباعیات کی تعداد زیادہ کر دی۔ اور جا بجا ترجمے میں اصلاح بھی کر دی تیسری ایڈیشن ۱۸۷۲ء میں۔ چوتھی ۱۸۷۹ء میں اور پانچویں ۱۸۸۹ء میں شائع ہوئی اُس کے بعد سال بسال بلکہ بعض دفعہ سال میں کئی کئی بار کتاب چھپتی رہی اور اب یہ حالت ہے کہ کتاب صدہا مختلف صورتوں میں چھپکر شائع ہوتی اور ہاتھوں ہاتھ نکل جاتی ہے۔ اور صرف انگلینڈ میں نہیں بلکہ یورپ کے باقی تمام ممالک میں اور امریکہ میں مختلف زبانوں میں ان رُباعیات کے ترجمے موجود ہیں اور مقبول خلائق ہیں۔

علاوہ فٹز جیرلڈ کے ترجمے کے انگریزی زبان میں اور کئی ترجمے بھی چھپ چکے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ قبول خاطر فٹز جیرلڈ کے ترجمہ ہی کو حاصل ہے۔ اس وقت تک مندرجۂ ذیل ترجمے چھپکر شائع ہو چکے ہیں۔

(۱) فٹز جیرلڈ کا مشہور ترجمہ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

(۲) جان پالن کا ترجمہ۔ اس کتاب میں ۱۵۸ رُباعیات کا ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا۔

(۳) رچرڈ لی گیلین کا ترجمہ۔ اس کتاب میں رُباعیات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ یہ ترجمہ سب سے پہلے ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا۔ پھر کئی دفعہ چھپ چکا ہے۔

(۴) آوا نے شرب سول کا ترجمہ۔ اس میں ۴۶۳ رُباعیات ہیں ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا۔

(۵) جانسن پاشا کا ترجمہ۔ یہ لکھنؤ ایڈیشن کی تمام رُباعیات کا ترجمہ ہے۔ تعداد رُباعیات ۷۶۲ ہے۔ ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا۔

(۶) پروفیسر ہیرن ایلن کا ترجمہ۔

(۷) میکارتھی کا ترجمہ۔

(۸) گارنر کا ترجمہ۔

(۹) اے۔ ایچ۔ دن فیلڈ کا ترجمہ۔ ۱۸۸۲ء میں شائع ہوا۔

اس کے علاوہ فرانسیسی زبان میں جے۔ بی۔ نکولس نے ۱۸۶۷ء میں ۴۶۴ رُباعیات کا ایک ترجمہ شائع کیا۔ جرمن زبان میں باڈن سٹیڈ کا ترجمہ موجود ہے۔ اور چند رُباعیات کا ترجمہ ہالینڈ کی زبان میں بھی ہو چکا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ یہ ترجمے بہت غلط ہیں۔ فٹز جیرلڈ کے ترجمہ کو تو عام اصطلاح میں ترجمہ کہہ ہی نہیں سکتے۔ فٹز جیرلڈ کی ایک انگریزی رُباعی دیکھئے اور پھر رُباعیاتِ عمر خیام میں سے وہ رُباعی ڈھونڈئیے جس کا وہ ترجمہ ہے۔ بڑی کوشش اور کاوش کے بعد کوئی قریب قریب خیال کی رُباعی مل جائے تو مل جائے۔ اور بعض صورتوں میں تو بالکل کوئی رُباعی

عمر خیام کی ایسی نہیں ملے گی۔ جس کا اُس انگریزی رُباعی سے دور کا بھی تعلق ثابت ہو سکے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ فٹز جیرلڈ نے رباعیات عمر خیام کو پڑھا اور اُسکے خیالات کو پسند کیا۔ پھر اپنے الفاظ میں انھیں خیالات کو اپنے رنگ میں ظاہر کر دیا۔ یہ تکلف گوارا نہیں کیا کہ ترجمہ جہاں تک ممکن ہو سکے اصل کے قریب رہے۔ علاوہ ازیں فٹز جیرلڈ نے صرف چند ایک رُباعیات کا ترجمہ شائع کیا۔ ان رُباعیات کا انتخاب بھی اچھا نہ تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فٹز جیرلڈ عمر خیام کو انگلستان کے سامنے اپنے اصلی رنگ میں ظاہر نہ کر سکا۔ با این ہمہ شاعرانہ نکتۂ نگاہ سے یہ ترجمہ باقی سب ترجموں سے اچھا ہے۔

انہی غلط ترجموں کی وجہ سے یورپ والے عمر خیام کو شرابی۔ فاسق اور فاجر خیال کرتے ہیں۔ اور اپنے اس خیال کی تائید میں یہ بھی بڑھا دیتے ہیں کہ حکیم صاحب کے زمانے کے لوگ اور اُن کے زمانے کے بعد کے لوگ بھی ان کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ مگر یہ خیال بالکل لغو ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حکیم صاحب آزاد منش آدمی تھے۔ رُباعیات بھی اکثر رندانہ ہیں۔ اس لئے زاہدان ظاہر دار اُن کے اور اُن جیسے اور بزرگوں کے اکثر برخلاف رہے ہیں۔ لیکن جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ حکیم صاحب کے زمانے کے لوگ ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ اور حقیقت شناس لوگ اُن کی قدر و منزلت کو اچھی طرح جانتے تھے۔ دیکھئے حکیم صاحب کے بعد کے زمانے کے آدمی اُن کو کن الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

(۱) سید الاجل حجۃ الحق فیلسوف العالم نصرۃ الدین سید حکماء المشرق والمغرب ابو الفتح عمر بن ابراھیم الخیامی قدس اللہ نفسہ۔

(۲) نبراس نجابۃ النجیب القدیر والفلکی الشہیر النازل فی منازل السعادۃ الواصل الی مواصل ابناء الکرامۃ والسلطنۃ

والسیادۃ حجۃ الحق والیقین نصرۃ الحکمۃ والغبطۃ والدین صفی الفلسفۃ خلیل العلم والمعرفۃ ابو الفتح عمر بن ابراہیم الخیام علیہ الرحمۃ والرضوان والاکرام

(۳) صفی الادب والعرفان وتحل الحکمۃ والایقان الصاعد الی منازل السعداء والواصل مواصل النجباء ابو الفتح عمر بن ابراہیم الخیام اعلی اللہ درجتہ فی دار السلام واسکنہ فی علیین۔

(۴) ادیب الادیب الخطیر والفلکی الکبیر الشہیر الحکیم السعید والسید الفاضل المجید حجۃ الحق والیقین نصیر الحکمۃ والدین فیلسوف العالمین سید حکماء المشرقین ابو الفتح عمر بن ابراہیم الخیام قدس اللہ نفسہ وروح رمسہ فی موضوع العلم الاعلی والحکمۃ الاولی وتحقیق مباحثہ وتہذیب مسائلہ نفع اللہ بہا کل من توجہ بقلب راغب فی الحق الی الحق وافاد بعوائدہا المخلصین فی سلوک سبل الصدق قال اغدق المولی الکریم علیہ غمائم مکرمتہ واغرقہ فی بحار مرحمتہ۔

یورپ والے تو معذور ہیں کہ ان کے سامنے عمر خیام اپنے اصلی رنگ میں کبھی پیش ہی نہیں کیا گیا۔ معلوم نہیں کہ ہمارے زمانے کے ایک مشہور فاضل (مسلمان) مصنف نے حکیم صاحب کے متعلق یہ کس طرح لکھ دیا کہ

"وہ جس شغف جس شوق جس بیخودی جس بے اختیاری جوش کے شراب کا نام لیتا ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت شراب پیتا تھا۔ اور یہی ظاہری شراب پیتا تھا۔ افسوس ہے۔

کہ وہ فلسفی اور حکیم تھا - صوفی نہ تھا ورنہ حافظ کی طرح یہی شراب شرابِ معرفت بن جاتی"۔

یک نہ شد دو شد - خیام کے ساتھ حافظ بھی بدنام ہو گیا - جہاں تک مجھے معلوم ہے - حکیم صاحب کے متعلق کوئی تاریخی شاہد اس امر کا نہیں کہ وہ شراب پیتے تھے اور یہی ظاہری شراب پیتے تھے - رہا وہ شغف اور وہ شوق جس کے ساتھ حکیم صاحب شراب کا نام لیتے تھے - سو یہ شغف اور یہ شوق اگر مئے نوشی کی دلیل ہے تو رودکی کے زمانے سے لیکر آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں گزرا - جس نے ایک شعر بھی موزوں کیا ہو - اور شراب خوار نہ ہو -

نظامی کے سکندر نامے میں صدہا فصلیں ہیں - ایک فصل ایسی نہیں جس کے خاتمہ پر وہ ساقی کو نہ بلاتا ہو - اور شراب ناب کی درخواست نہ کرتا ہو - غالباً اسی منطق سے ڈر کر کہ یہ شغف اور یہ شوق اس کو آنے والی نسلوں کے سامنے ایک سیاہ مست بادہ خوار کے رنگ میں پیش نہ کرے - اپنی بریت ان الفاظ میں بیان کرتا ہے -

چہ پنداری ای خضر فرخندہ پئے	کہ از مے مرا ہست مقصود مے
از اں مے ہمہ بیخودی خواستم	وزاں بیخودی مجلس آراستم
مرا ساقی از وعدۂ ایزدی است	صبوح از خرابی مے از بیخودی است
وگرنہ بہ ایزد کہ تا بودہ ام	بجُزئے دامن لب نیالودہ ام
گر از مے شدم ہرگز آلودہ کام	حلالِ خدا بر نظامی حرام

فرق صرف اتنا ہے کہ عمر خیام کو بدنامی کا ڈر نہ تھا - یہ پروا نہیں کی کہ آیندہ نسلیں کیا کہیں گی - دگرنہ وہ بھی اپنے دامن کو اس الزام کے داغ سے پاک

کرجاتا۔

بات سے بات نکل آئی۔ وگرنہ سلسلۂ کلام تو یہ تھا کہ یورپ میں غلط ترجموں کی بناء پر حکیم صاحب کے متعلق غلط فہمی پیدا ہوئی۔ اُن ترجموں کے اغلاط کو بیان کرنا اس کتاب کے مقصد سے باہر ہے۔ تاہم چند مثالیں دے کر یہ ظاہر کرنا ضروری ہے۔ کہ عُمر خیام جیسے اچھے بھلے مسلمان کو یورپ والوں نے خواہ مخواہ کیونکر کافر بنا دیا۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں۔

مے می خورم و مخالفان از چپ و راست	گویند مخور بادہ کہ دیں را اعداست
چوں دانستم کہ مے عدوئے دین است	واللہ بخورم خون عدو را کہ رواست

یورپ والے اس رُباعی کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ

"میں شراب پیتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ مذہب مجھے شراب سے منع کرتا ہے۔ لیکن میں شراب پیتا ہوں کیونکہ مذہب کا دشمن ہوں (شربِ سول)"

حکیم صاحب کی ایک رُباعی ہے

تا بتوانی خدمتِ رندان میکن	بنیاد نماز و روزہ ویراں مے کن
بشنو سخن راست ز عمر خیام	مے میخور و رہ میزن و احساں مے کن

اس رُباعی کا انگریزی ترجمہ اس طرح ہے۔

"صوفیوں کی بات مانو۔ نماز اور روزہ کو چھوڑ دو۔ عمر کی بات سنو۔ شراب پیو۔ لوٹ مار کرو۔ مگر نرمی سے (جان پالن) (جانسن پاشا)"

راہ زدن کا اچھا ترجمہ کیا ہے "ڈاکہ ڈالنا"!

دستار وکتاب را فروشیم بہ مئے ۔ بر مدرسہ بگذریم و جوشے بزنیم

ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ " دستار اور قرآن کو شراب کے عوض بیچ دیں"
کتاب سے بجائے خواہ مخواہ قرآن لکھکر بات کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا

گر بر فلکم دست بُدے چوں یزداں ۔ برداشتمے من ایں فلک را زمیاں

ترجمہ - اگر مجھے آسمانوں کی بادشاہت مل جاتی - تو میں آسمان سے
پُرانے خدا کے قانون کو منسوخ کر دیتا - (جانسن پاشا)

فاسق خوانند مردمانم پیوست ۔ من بگیہم خیال شاں بیک جہت
برمن زخلاف شرع ای اہل صلاح ۔ جز خمر ـ لواطت و زنا چیزی ہست؟

چوتھے مصرعہ کا اس سے بہتر نسخہ یہ ہے - ع جز مے ز لواطت و زنا چیزے ہست -
یورپ والوں نے اس مصرعہ کا غلط نسخہ اس طرح دیکھ کر کہ ع جز خمر و
لواطت و زنا چیزے ہست - اسی طرح ترجمہ کر دیا کہ " سوائے شراب نوشی
اور زناکاری اور لواطت کے اور کوئی عیب مجھ میں نہیں " حالانکہ ذوق
سلیم پر واضح ہے کہ حکیم صاحب زاہدان ظاہر دار کو بتا رہے ہیں کہ اگر میں شراب
پیتا ہوں تو کیا - لواطت اور زنا سے (جو آپ لوگوں کا شیوہ ہے) میرا
دامن پاک ہے -

ترسیم اجل دہیم فنا ہیچ نشست ۔ ورنہ ز فنا شاخ بقا خواہد رست
من اندہم عیسوی شدم زندہ بجاں ۔ مرگ آمد و از وجود من ست نشست

ایک انگریز نے تیسرے مصرعہ کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے " میری رگوں میں عیسائی نسل کا خون ہے" یعنی میں نسلاً عیسائی ہوں۔ غالباً دور کی سوجھی ہے اور لفظ دَم کا ترجمہ خون کیا ہے۔

رچرڈ لی گیلن کے ترجمۂ رُباعیات میں ایک رُباعی کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے کہ

" تم میرے پاس قرآن کا ذکر کرتے ہو۔ اچھا آؤ مجھے آزماؤ۔ قرآن ایک پُرانی بیاری کتاب ہے۔ جو فاحش غلطیوں سے پُر ہے۔ میری بات پر یقین کرو۔ کیونکہ میں خود قرآن سے یہ بات ثابت کر سکتا ہوں۔ میرے جیسے عقیدے والے آدمی اپنے قرآن کو اچھی طرح جانتے ہیں"

خُدا خوار کرے رچرڈ لی گیلن جیسے بد مذہب لوگوں کو۔ معلوم نہیں افترا کیوں باندھا۔ رُباعیات عمر خیام میں تو کوئی رُباعی ایسی نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو سکے۔ یا جس کا مفہوم دور و دراز تخیل سے بھی اس ترجمے کے کفر کی سرحد کو پہونچ سکے۔

اس قسم کی خطرناک ستم ظریفیوں کے علاوہ اکثر انگریزی ترجمے ایسے بے ہودہ ہیں۔ کہ پڑھ کر ہنسی آتی ہے۔

ایک مشہور رُباعی ہے۔

دانی زچہ روئے فتادہ است وچہ راہ	آزادی سرد سوسن اندر افواہ
کایں دارد دہ زبان ولیکن خاموش	واں راست دو صد دست ولیکن کوتاہ

ایک صاحب اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں۔

"کیا تجھے معلوم ہے کہ تو گرا ہوا ہے۔ اور کیوں گرا ہے۔ کیا تو سر منہ۔ اور انتوں کی موجودگی میں آزادانہ گفتگو کر سکتا ہے۔ تیری دس زبانیں

تھیں وہ سب اس وقت خاموش ہیں۔ تیرے دو سو ہاتھ تھے لیکن سب طاقت سے خالی" سبحان اللہ کیا گل افشانی کی ہے۔ ستر و کے ستر کو سر سوسن کے ستن کو دانت۔ اور افواہ کو منہہ سمجھ کر اپنی فارسی دانی اور عربی دانی کا کیا عمدہ ثبوت دیا ہے۔

ایک اور رُباعی ہیں حکیم صاحب شراب اور بھنگ کا مقابلہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

گویند حشیش بہرِ دل تنگی بہ درمذہب کاملاں چنیں باید راست	وز جام شراب نغمۂ چنگی بہ یک قطرہ مئے زخون صد بنگی بہ

ایک مستشرق صاحب اس رُباعی کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

"لوگ کہتے ہیں کہ بخیل کا علاج غم ہے۔ شراب اور سرود سے غم برداشت ہو سکتا ہے لیکن عقل کا فتویٰ ہے کہ شراب کا ایک قطرہ سو غموں کی قیمت کا ہے"

حشیش کو خسیس پڑھا ہے۔ بہ سے مراد لی ہے۔ بہ بہتود۔ یعنی اچھا ہو جاتا ہے۔ باقی گوہر افشانی بھی قابل داد ہے۔

ایک اور رُباعی ہے

پیوستہ خرابات ز رندان خوش باد آں دلق بصد پارہ و آں صوف کبود	در دامن زہد زاہدان آتش باد افگندہ بزیر پائے دُردی کش باد

ترجمہ ملاحظہ ہو۔

"قید خانہ کی تاریکی سے ویران صحرا اچھا ہے۔ فقیروں کی عارفانہ آگ اچھی جلتی ہے جب دلق اور صوف پارہ پارہ ہو گئے تو ہم موتیوں پر چلیں یا خاک پر (برابر ہے)

رنداں کو زنداں پڑھ لیا۔ اور دُردی کے دُر کو موتی سمجھ لیا۔ اور مطلب صاف ہو گیا۔

ایک اور رُباعی ہے۔

مائیم فتادہ روز و شب در تگ و تاز	برخیرہ بہادہ روئے در شیب و فراز
نہ ہیچ رہ آورد بجز رنج دگر	نہ ہیچ پس افگندہ بجز راہ دراز

تیسرے مصرعہ کا ترجمہ ایک صاحب بہادر نے اس طرح لکھا ہے۔
"دوسرے آدمی کو نقصان پہنچانے کے بغیر فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا"

روزے کہ جزائے ہر صفت خواہد بود	قدر تو بقدر معرفت خواہد بود
در حسن صفت کوش کہ در روز جزا	سرّ تو بصورت صفت خواہد بود

ایک صاحب چوتھے مصرعہ کا انگریزی ترجمہ فرماتے ہیں کہ
"قیامت کے دن اونٹ اور کوہان ایک شکل کے ہوں گے"
لفظ ستر کو شتر تو آسانی سے بنا سکتے ہیں۔ لیکن معلوم نہیں کوہان کہاں سے پیدا کی گئی ہے۔
ایک اور رباعی میں حکیم صاحب فرماتے ہیں۔

گویند کہ حق تلخ بود در ہمہ حال	باید ہمہ حال کہ مے حق باشد

ترجمہ انگریزی اس طرح ہے۔
"لوگ کہتے ہیں کہ حق تلخ ہے لیکن شراب حق ہے اور باوجود اس کے شیریں ہے"
حکیم صاحب فرماتے ہیں۔

تاکے ز چراغ مسجد و دود کنشت	تاکے ز زیان دوزخ و سود بہشت
رو بر سر لوح بیں کہ استاد قضا	اندر ازل آنچہ بود بے بود نوشت

انگریزی ترجمہ یہ ہے۔ کہ
"لوح کو دیکھ کر خدا اٹھتا ہے کہ جو کچھ ہو چکا ہے وہ نہیں ہوا اور جو کچھ واقع ہوا ہے واقع نہیں ہوا"
کسی انگریزی ترجمے کو اٹھا کر دیکھو اسی طرح کی لغو اور بیہودہ باتوں سے پر ہوگا۔ ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں غلطیاں ترجمے میں موجود ہیں۔ یورپ نے

خیام پر کوئی احسان نہیں کیا۔ بلکہ ظلم کیا ہے۔

حکیم صاحب کے عقائد مذہبی

جہاں تک معلوم ہو سکا ہے۔ حکیم صاحب کے مذہبی عقائد صحیح اسلامی عقائد تھے۔ بعض لوگوں کا طریقہ ہے کہ شاعر کے مذہب کے متعلق اس کے اشعار سے نتیجہ نکالتے ہیں۔ یہ طریقہ نہایت خطرناک ہے۔ شاعر کا دیوان کبھی اس کے مذہبی اصول کا آئینہ نہیں ہو سکتا۔ شاعر قرآن، حدیث اور فقہ کو منظوم نہیں کیا کرتے۔ بلکہ متفرق اور بسا اوقات متضاد خیالات کو رنگین الفاظ اور رنگین ترکیبوں کا جامہ پہنا کر دلفریبی اور سمع نوازی کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ حکیم صاحب کی رُباعیات کو دیکھیئے۔ ایک ہی مسئلہ پر کبھی کچھ کہہ جاتے ہیں اور کبھی کچھ۔

حکیم صاحب کی ایک مشہور رُباعی ہے۔

ما ہیم خریدارِ مئے کہنہ و نو	وانگاہ فروشندہ عالم بدو جو
گفتی کہ پس از مرگ کجا خواہم رفت	مئے پیش من آر و ہر کجا خواہی رو

بعض لوگ اس رُباعی اور اس قسم کی دوسری رباعیات سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ حکیم صاحب عُقبیٰ اور روز حساب کے قائل نہ تھے۔ مگر دیکھیئے یہ کتنا بے معنی خیال ہے۔ انہی رُباعیات میں اس خیال کی تردید موجود ہے۔ اور ان رُباعیات کے علاوہ حکیم صاحب کے دوسرے رسالے دیکھیئے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ احوال آخرت کے متعلق آپ کے عقائد بالکل قرآن و سُنّت کے مُطابق ہیں۔

اسی طرح کہا جاتا ہے کہ حکیم صاحب عبادات کی ضرورت کے قائل نہ تھے اور اس خیال کی تائید میں اس قسم کی رُباعیات پیش کرتے ہیں۔

تا بتوانی خدمت رندان می کن	بنیاد نماز و روزہ ویران می کن
بشنو سخن راست ز عمر خیام	مے میخور و رہ میزن و احسان می کن

لیکن حکیم صاحب کے صحیح خیالات کا اندازہ کرنا ہو تو ان کا رسالہ (تکلیف الناس بالعبادات) جو مصر میں چھپ گیا ہے۔ دیکھئے اوس سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ اس مسئلہ کے متعلق آپکا عقیدہ کیسا صحیح تھا۔ فرماتے ہیں۔ ل

"ثم من المعلوم ان اشخاص الناس متفاوتة في قبول الخير والشر والرذائل والفضائل وذلك بحسب امزجة ابدانهم وهيأت نفوسهم معا - والاكثر من الناس يرون ما لهم على غيرهم حقا واجبا و يبالغون في استيفائهم ذلك ولا يرون ما لغيرهم عليهم ويرى كل واحد منهم لنفسه افضل من نفوس كثير من الناس واحق بالخير والرياسة من غيرها فوجب ان يكون هذا الشارع مؤيدا مظفرا لا يعجز عن امضاء حكم الشريعة في جمهور الناس بعضهم بالوعظ وبعضهم بالبرهان او الدليل وبعضهم بتاليف القلب والبدن وبعضهم بالتخويفات و الانذارات وبعضهم بالزجر العنيف والقتال ولاجل ان وجود مثل هذا النبي لا يتفق ان يكون في كل زمان وجب ان تبقى السنن المتشرعة باقية الى الوقت المقدر ظهورا مثلها فلا يمكن استبقاء الشرائع والسنن العادلة الا بان يذكر الناس دائما صاحب الشرع ففرضت عليهم العبادة المذكرة بصاحب الشرع والحق عزوجل وكررت

عَلَیْھِمْ تِلْکَ حَتّٰی یَسْتَحْکِمَ التَّذْکِیْرُ بِالسَّکْرِیْرِ الْمُتَوَاتِرِ...... "

(ترجمہ) یہ ظاہر ہے کہ لوگ خیر و شر اور رذائل و فضائل کے قبول کرنے میں اپنے اپنے مزاجِ بدنی اور ہیئتِ نفسی کے مطابق ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اکثر لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اگر اُن کا کسی دوسرے پر کچھ حق ہو تو اوس کو واجب الادا سمجھتے ہیں اور اوس کے پورا کرانے میں بہت مبالغے سے کام لیتے ہیں۔ لیکن اگر کسی دوسرے شخص کا اون پر کچھ حق ہو۔ تو اوس کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ ہر ایک آدمی اپنے آپ کو دوسروں سے افضل جانتا ہے۔ اور اپنے نفس کو سب دُنیا سے زیادہ ریاست اور جاہ و جلال کا مستحق سمجھتا ہے۔ پس ضروری ہوا کہ شارع دین مظفر و مؤید اور طاقتور ہو تاکہ لوگوں میں علم شریعت کے جاری کرنے سے عاجز نہ رہے۔ بعض لوگوں کو پند و نصیحت سے۔ بعض کو دلیل و برہان سے بعض کو تالیف قلبی و بدنی سے۔ بعض کو ڈرانے سے۔ بعض کو زجر و توبیخ سے۔ اور بعض کو قتال و جہاد سے احکام شریعت پر کاربند کرے۔ چونکہ ایسا نبی ہر زمانے میں موجود نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ ضروری ہوا کہ اس نبی کی سُنّتِ مشروعہ باقی رہے۔ تاوقتیکہ اُس کا اضمحلال واقع نہ ہو جائے۔ لیکن شرائع اور سُنن عادلہ کا باقی رہنا سوائے اس کے ممکن نہیں کہ لوگ اوس صاحب شریعت کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ اس لئے صاحب شریعت کی مسنون عبادات لوگوں پر فرض کی گئی۔ اور اس یاد کو ہر وقت تازہ رکھنے کے لئے عبادات میں تواتر اور تکرار لازم کیا گیا.......

مسئلہ جبر و اختیار ایک ایسا معمہ ہے کہ اب تک کسی سے حل نہیں ہو سکا۔ ایک فریق کہتا ہے کہ انسان مجبور محض ہے اور اپنے اس عقیدے کی تائید میں بڑی پُرزور دلیلیں پیش کرتا ہے۔ دوسرا گروہ انسان کو

مختار بتاتا ہے۔ اور دلائل و براہین سے اپنے دعوے کو ثابت کرتا ہے۔ اہلِ سُنّت وجماعت "اَلْاَمْرُ بَیْنَ الْاَمْرَیْنِ" کے معتقد ہیں۔ اور درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں۔

حکیم صاحب کی بعض رُباعیاں اون کو انتہائی درجہ کا جبریہ بتاتی ہیں۔ فرماتے ہیں۔

از آب و گِلم سرشتۂ من چہ کنم	دیں پشم قصب تو رشتۂ من چہ کنم
ہر نیک و بدے کہ از من آید بوجود	تو بر سرِ من نوشتۂ من چہ کنم

اس قسم کی اور بہت رُباعیات ہیں "رنج دار و مریز" والی تمام رباعیاں اسی قبیل سے ہیں۔ اسی بناء پر لوگ کہتے ہیں کہ حکیم صاحب پرلے درجے کے جبری تھے۔ تاآنکہ اپنے آپ کو کسی فعل کے لئے ذمّہ دار نہیں ٹھہراتے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسی مجموعۂ رُباعیات سے اس خیال کی تردید بھی ہو جاتی ہے۔ اور اون کے ایک رسالے سے ثابت ہوتا ہے کہ مسئلۂ جبر و قدر پر آپ کا عقیدہ اہلِ سُنّت وجماعت کے عقیدے سے بالکل متفق ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ جبریہ اور قدریہ میں سے کون سا فریق صواب اور تحقیق کے قریب تر ہے۔ اوس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

"وَ اَمَّا سُؤَالُہٗ عَنْ اَیِّ الْفَرِیْقَیْنِ اَقْرَبُ اِلَی الصَّوَابِ۔ فَلَعَلَّ الْجَبْرِیَّ اَقْرَبُ اِلَی الْحَقِّ فِیْ بَادِیِ الرَّائِیِ وَظَاھِرِ النَّظَرِ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَتَلَجْلَجَ فِیْ ھَذَیَانِہٖ وَیَتَغَلْغَلَ فِیْ خُرَافَاتِہٖ فَاِنَّہٗ حِیْنَئِذٍ یَبْعُدُ عَنِ الْحَقِّ جِدًّا ھٰذَا"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حکیم صاحب جبریہ کے ہذیان اور خرافات کو کسی صورت میں بھی گوارا نہیں کرتے۔ جبر صرف یہی ہے جو قرآن کریم سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ (قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللہِ)

یہ نہیں کہ اس بنا پر آدمی اپنے افعال کی ذمہ داری سے بھی بری الذمہ ہو جائے۔ اور بعض انتہائی خیالات کے جبریہ کی طرح یا وہ گوئی شروع کر دے۔

اسی طرح "بلہم گشتہ" والی رُباعی سے لوگوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حکیم صاحب تناسخ کے قائل تھے۔ یہ خیال بھی بالکل لغو اور بیہودہ ہے۔ نہ صرف حکیم صاحب بلکہ اور مسلمانوں کے متعلق بھی بعض اوقات یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے۔ چنانچہ حکیم ناصر خسرو کے متعلق دولت شاہ لکھتا ہے کہ

"بعضے گفتہ اند کہ موحد و عارف است و بعضے طعن می کنند کہ طبعی و دہری بودہ و مذہب تناسخ داشتہ۔ والعلم عند اللہ"

اسی طرح سرو آزاد میں لکھا ہے کہ ملا زمانی یزدی جس نے خواجہ حافظ کے دیوان کا جواب لکھا ہے۔ تناسخ کا قائل تھا۔ بعض لوگ مولانا روم رح کے اس قسم کے شعروں سے کہ ؎

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

اندازہ کرتے ہیں کہ وہ بھی تناسخ کو مانتے تھے۔ لیکن صحیح مذاق والے آدمی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ منطق محض طفلانہ ہے۔

حاصل کلام یہ کہ بعض لوگوں نے اور خصوصاً یورپ والوں نے رُباعیات کو سطحی نظر سے دیکھ کر حکیم صاحب کے عقاید کے متعلق جو نتیجے نکالے ہیں، وہ واقعات کے بالکل برخلاف ہیں۔ میں نے اس کتاب میں رُباعیات کی تبویب اور مضمون وار تقسیم صرف اسی لئے کی ہے کہ اس قسم کے غلط خیالات کی تردید ہو جائے۔ ایک ہی مسئلہ پر حکیم صاحب کی تمام مختلف رُباعیات کو ایک ہی جگہہ دیکھ کر انسان خود بخود اندازہ کر سکتا ہے کہ حقیقت حال

کیا ہے۔ ایک مضمون پر صرف ایک رُباعی کو اگر مدِّ نظر رکھا جائے تو غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اسی مضمون کی تمام رُباعیات کو دیکھا جائے۔ تو یہ غلط فہمی فوراً دور ہو جاتی ہے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ط

رُباعیات

چیستانِ حیات

حدیث از مُطرب و مے گو و رازِ دہر کمتر جو
کہ کس نہ کشود و نکشاید بحکمت ایں مُعمّا را

(حافظ)

ہم کیا ہیں؟ - کیوں ہیں؟ - کہاں سے آئے ہیں؟ - کہاں جانا ہے؟ -
یہ سوالات ایسے ہیں کہ کسی فلسفہ سے حل نہ ہو سکے - کوئی سائنس اس مشکل سے عہدہ برآ نہ ہو سکی - کسی نکتہ رس کے ناخنِ تدبّر نے اس گرہ کو نہ کھولا - حتّٰی کہ کوئی مذہب بھی اس راز کے بتا دینے کا روادار نہ ہوا - اس رشتہ کے سُلجھانے کی کوششوں نے اُسے اُلٹا اور اُلجھایا -

فلسفی سّرِ حقیقت نہ توانست کشود
گشت رازِ دگر آں راز کہ افشا می کرد

(شبلی نعمانی)

اور آخر کار سب کو یہی کہنا پڑا کہ - معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد -
یہ سوالات ہر ایک شخص کے دل میں اُٹھتے ہیں - لیکن تحقیق و تجسّس کا مادّہ جوں جوں بڑھتا جاتا ہے - ان سوالات کا ہجوم بھی زیادہ ہوتا چلا جاتا ہے اور نوبت یہاں تک پہونچتی ہے کہ ایک فلسفی اور حکیم اس مینا خانہ حیرت میں آ کر

سرگردان ہو جاتا ہے۔ اور اس طلسم کدۂ ہستی میں اپنے آپ کو ایک خیال و تمثال سے بڑھ کر نہیں پاتا۔ ایک نے اپنے وجود کو حباب کہا۔ دوسری نے تمام موجودات کو سراب بیان کیا۔ ؎

بجز نامی نباشد ہستیٔ اندیشہ فرسائم   کہ چوں نقش نگیں از بودنم خالی بود جائم

(نعمت خان عالی)

کوئی اتنے گھٹے کہ شاہنشاہ کونین ہونے کے باوجود بول اٹھے کہ "مَا اَنَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" اور کوئی اتنے بڑھے کہ صرف مصر کی سلطنت پر "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی" کے دعویدار ہوئے۔ کسی ذرّہ نے "اَنَا الشَّمْسُ" کہا۔ اور کسی بشر نے "اَنَا الْحَقّ" غرضیکہ حقیقتِ مستورہ نے کبھی اپنے چہرہ سے نقاب نہ اُلٹا اور یہ عالم غیب کی باتیں کبھی میدان شہود میں نہ آئیں۔ پس پردہ گفتگوئیں ہوتی رہیں۔ لیکن حریم اسرار کے اندر کا حال کسی نے بیان نہ کیا۔

زمانۂ حال کے سب سے بڑے فلسفی شاعر ترجمان حقیقت ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب نے ایک نہایت دلنشین طویل نظم کے دوران میں اس عجز کا اعتراف اس طرح کیا ہے۔

نگاہ پائی ازل سے جو نکتہ بیں میں نے
لگی نہ میری طبیعت ریاضِ جنت میں
رہی حقیقتِ عالم کی جستجو مجھ کو
بنایا ذرّوں کی ترکیب سے کبھی عالم
سمجھ میں آئی حقیقت نہ جب ستاروں کی
کشش کا راز ہویدا کیا زمانے پر
کیا اسیر شعاعوں کو برقِ مضطر کو

ہر ایک چیز پہ دیکھا او سے یقیں میں نے
پیا شعور کا جب جامِ آتشیں میں نے
دکھایا اوجِ خیالِ فلک نشیں میں نے
خلافِ معنیٔ تعلیمِ اہلِ دیں میں نے
اسی خیال میں راتیں گزار دیں میں نے
لگا کے آئنۂ عقلِ دوربیں میں نے
بنادی غیرتِ جنت یہ سرزمیں میں نے

مگر خبر نہ ملی آہ! رازِ ہستی کی
کیا خرد سے جہاں کو تہ نگیں میں نے

کیا یہ کم تعجب کی بات ہے کہ ادھر "نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ" کی ضمیر کا مرجع ہے - اودھر ہیزمِ دوزخ ہونے والا ہے ضعیف البنیان ہونے کی یہ حد کہ ایک پیرِ پشہ کی تاب و تواں نہیں - اور احسن تقویم کا یہ زور کہ پہاڑوں کی عظمت بھی آنکھوں میں نہیں جچتی - جس بوجھ کو زمین و آسمان نہ اُٹھا سکے اور جس کا نام سُن کر پہاڑ بھی پھٹ گئے وہ اس کمزور ہستی نے اُٹھایا - اور ظلوم جہول کا خطاب پایا - ایک طرف عقل کی نارسائی یہ کہ اپنے جسم کے ایک بال کی حقیقت کو نہ جانا - دوسری طرف علم طبیعیات کا یہ عالم کہ برقِ خرمن سوز کو ایک دانے میں بند کر لیا - بلند حوصلگی اتنی کہ اپنی قطرہ کو دریا سمجھے - اور پست ہمتی اتنی کہ اپنے دریائے ناپیدا کنار کو ایک قطرہ سے بھی کم جانا - جمع ضدین محال سہی - لیکن انسان تو اضداد کا ایک عجیب و غریب مجموعہ ہے - یہی وجہ ہے کہ اس کی کیفیت کسی پر نہ کھلی - ؎

اتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بُعد ہے
جتنا کہ وہمِ غیر سے ہوں پیچ و تاب میں

(غالب)

تمام کائنات کا یہی عالم ہے - ایک ذرّہ تک کی حقیقت معلوم نہ ہو سکی اجرامِ فلکی کی نسبت انسان کے فکرِ فلک پیما نے دفتر کے دفتر سیاہ کیے لیکن نتیجہ یہی - کہ بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ - ؎

تو کارِ زمیں را نکو ساختی کہ با آسماں نیز پرداختی

دہر کا راز سربستہ کسی سے نہ کھلا - راہِ طلب و جستجو میں ہر چند تگ و دو کی - مگر ع
"نہ محمل آیا نظر نہ ناقہ - فقط اک اُڑتا غبار دیکھا"

نعمت خان عالی نے یہ بتانے کی کوشش کی کہ "میں کیا ہوں؟" لیکن چند پریشان باتیں کہہ کر چُپ ہو گئے - وَاللّٰہُ -

منم آئینہ در عالم ہمہ پیداست درو	حاشا للہ کہ منم قطرہ و دریاست درو
لاف بود اینکہ منم قطرہ و نے آئینہ	ذرّہ ام ذرّہ و خورشید دل آراست درو

این گزاف است کجا ذرۂ شود مظہر مہر
شیشہ ہم نیستم و ہستی موہوم ہست
بلکہ این ہم نتوان گفت مرا ہیچم ہیچ
بازکردم غلط این حرف چہ گفتن دارد
سہو شد باز دگر دیدہ کجا می بیند
ہی ستم این چہ سخن بود کہ عالم گفتم
آہ ظلمت کہ تشبیہ بہ دنیا کردم
این سخن نیست خطا زانکہ بہر وجودی

شیشہ ام شیشہ کہ در میکدہ صہباست درد
یک دل تنگ کہ صد وسعت صحراست درد
لیک در ہیچ نظر کن چہ تماشاست درد
دیدہ در دیدہ اگر دیدۂ بیناست درد
عالمے را کہ نہ در جائے و نے جاست درد
صد ہزاران چو جہان عالم و دنیاست درد
ہرچہ در عقل نہ گنجید ہویداست درد
ہست چیزیکہ نہ پنہان نہ ہویداست درد

عالی آخر سخن خویش رسانید بجا
ورنہ ہر جا سخنے ہست سخنہاست درد

حکیم صاحب تو فلسفی تھے۔ تمام عمر یہی سوچا کئے۔ کہ میں کیا ہوں۔ میری ابتدا کیا ہے۔ اور انتہا کیا۔ دیکھئے کیسے یاس انگیز لہجہ میں فرماتے ہیں۔

۱

دورے کہ در و آمدن و رفتن ماست
کس می نزند دمے درین معنی راست
آن را نہ بدایت نہ نہایت پیداست
کین آمدن از کجاست و رفتن بکجاست

یعنی جس دور میں کہ ہم آتے اور جاتے ہیں۔ اس کا نہ آغاز معلوم ہے نہ انجام۔ کوئی شخص بھی یہ حقیقت بیان نہ کر سکا کہ ہمارا یہ آنا کہاں سے ہے۔ اور جانا کہاں ہے۔

۲

در پردۂ اسرار کسی را رہ نیست
جز در دل خاک ہیچ منزلگہ نیست
زین تعبیہ جان ہیچکس آگاہ نیست
افسوس کہ این فسانہ ہا کوتاہ نیست

یعنی پردۂ اسرار میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں۔ اس نکتے سے کوئی شخص واقف نہیں۔ مستقل رہائش صرف خاک کے اندر ہے اور بس۔ لیکن

افسوس کہ یہ افسانہ بھی بہت لمبا ہے۔
تعبیہ ۔ کسی چیز کو ایسا بنانا کہ عجیب وغریب نظر آئے۔ پوشیدہ کرنا۔ پنہاں کرنا۔
خلاصۂ مطلب یہ کہ اتنا تو کہدیا کہ ہماری منزل گاہ خاک کے اندر ہے۔ لیکن یہ قصّہ بھی کوتاہ نہیں۔ اس منزل گاہ کی حقیقت بھی ایسی پیچیدہ ہے کہ احاطۂ بیان سے باہر ہے۔

در دہر بر نہال تحقیق نرست ہر کس زدہ دست عجز در شاخ سست	۳	زیرا کہ درین راہ کسے نیست درست امروز چو دی شناس فردا چو نخست

زمانہ میں تحقیق وتجسس کا درخت کبھی بار آور نہ ہوا۔ کیونکہ اس راستہ میں کوئی سیدھا نہیں چل سکتا۔ ہر شخص کسی ایک شاخ پر اپنا عاجزی کا ہاتھ ڈھیلا سا ڈالتا ہے۔ آج بھی ایسا ہی حال ہے جیسا کل تھا۔ اور کل بھی ایسا ہی حال ہوگا جیسا پہلے تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اسرار دہر کی تحقیق میں اصولی باتوں کو تو کسی نے نہ سمجھا۔ صرف بعض فروعات پر طبعیت آزمائی کی وہ بھی ناکام۔ اور یہ معمّا جیسا پہلے روز تھا۔ آج بھی ویسا ہے اور ہمیشہ ایسا ہی رہیگا۔

آنہا کہ محیط فضل و آداب شدند رہ زیں شب تاریک نبردند بروں	۴	در کشف علوم شمع اصحاب شدند گفتند فسانہ و در خواب شدند

یعنی وہ لوگ جو علم وفضل کے دریا اور کشف علوم میں شمع انجمن تھے وہ بھی اس ظلمات سے باہر نکلنے کا راستہ نہ دیکھ سکے اور چند قصّے کہانیاں بیان کرکے سو گئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کسی فلاسفر کی شمع تحقیق اس ظلمتکدہ میں کسی کی رہنمائی نہ کرسکی۔ حقیقت تو کسی نے بیان نہ کی۔ چند خود ساختہ باتیں بیان کیں اور عدم کی راہ لی۔

ابو نصر فاریابی کی ایک رباعی اسی مضمون پر ہے۔

اسرار وجود جملہ نہفتہ بماند ہر کس بدلیل عقل چیزے گفتند		دان گوہر بس شریف ناسفتہ بماند آں نکتہ کہ اصل بود ناگفتہ بماند
تا بود دلم ز علم محروم نہ شد اکنوں کہ ہمی بنگرم از روئے خرد	۵	کم بود ز اسرار کہ مفہوم نہ شد معلومم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد

جب تک رہا میرا دل علم سے کبھی محروم نہ رہا۔ بہت تھوڑے سے بھید رہ گئے جو سمجھے نہ گئے۔ اب جو میں عقل کی رُو سے دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کچھ معلوم نہیں ہوا۔ خلاصۂ مطلب یہ کہ تمام عمر علمی مباحث میں گزری۔ سمجھے کہ سب کچھ سمجھ چکے۔ مگر آخر کار معلوم ہوا۔ کہ ابھی کچھ نہیں سمجھے۔ مصرعہ

"دانستہ شد کہ ہیچ نہ دانستہ ایم ما"

بعضوں نے یہ رُباعی فخر الدین رازی کی بیان کی ہے (۱) اور بعض کہتے ہیں کہ سلطان الاولیا ابراہیم بن ادہم بلخی کی ہے (۲) چوتھے مصرعہ کا ماخذ حکیم سقراط کا ایک قول ہے۔

اجرام کہ ساکنانِ ایں ایوان اند ہاں تا سرِ رشتۂ خرد گم نہ کنی	۶	اسبابِ تردّدِ خردمنداں اند کاناں کہ مدبّراند سرگرداں اند

یعنی یہ چاند اور ستارے جو ایوان فلک پر جلوہ افروز ہیں۔ یہ عقلمندوں کیلئے صرف سامان تردد ہیں۔ سررشتۂ عقل کو ہاتھ سے نہ دینا کیونکہ جتنا تدبر کرو گے سرگرداں ہو گے۔

حکیم صاحب نے تمام عمر اجرام فلکی کی حرکات و سکنات کے مطالعہ میں گزاری اور اس علم میں کمال حاصل کیا۔ مشہور منجم ہوئے۔ نئے کیلنڈر بنانے میں کامیاب ہوئے۔ لیکن گردش افلاک میں تدبر کرنے کا نتیجہ سرگردانی ہی بتایا۔

(۱) دیکھو آتشکدۂ آذری ترجمۂ فخر رازی ۱۲ (۲) دیکھو بلانع المبین شاہ ولی اللہ صاحب مطبوعہ لاہور صفحہ ۲۸

حکیم صاحب کا ایک مصرعہ لیکر شہاب الدین ابو فتح نے کیا عمدہ تضمین کی ہے۔

ہان تا سر رشتۂ خرد گم نہ کنی راہرد توئی۔ راہ توئی۔ منزل تو	خود را ز برائے نیک و بد گم نہ کنی ہشدار کہ راہ خود بخود گم نہ کنی

ہر چند کہ رنگ و بوئے زیباست مرا معلوم نہ شد کہ در طربخانۂ خاک	۷	چوں لالہ رُخ و چو سرو بالاست مرا نقاش من از بہر چہ آراست مرا

یعنی ہر چند کہ رنگ و بو کی زیبائش مجھے حاصل ہوئی۔ گل لالہ کی طرح چہرہ۔ اور سرو کی مثال قد ملا۔ لیکن مجھے یہ معلوم نہ ہوا کہ اس طرب خانۂ خاک میں نقاش ازل نے میرا نقش کیوں آراستہ کیا۔

خلاصہ یہ کہ سب کچھ ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ ہم پیدا کس لئے کئے گئے۔ ذوقی اردستانی نے اسی مضمون پر کہا ہے۔

نہ شگوفۂ نہ برگے نہ ثمر نہ سایہ دارم	ہمہ حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

ای آمدہ از عالم روحانی تفت می خور چوندانی ز کجا آمدۂ	۸	حیران شدۂ در پنج و چہار و شش و ہفت خوش باش ندانی بکجا خواہی رفت

اے کہ تو عالم روحانیات سے اتنا جلدی ادھر آگیا۔ اور یہاں آکر چہار و پنج اور شش و ہفت میں سرگرداں ہوا۔ شراب پی جب تجھے یہ معلوم نہیں کہ تو کہاں سے آیا ہے۔ اور خوش رہ جب تجھے یہ معلوم نہیں کہ تو کہاں جائیگا۔ چہار سے مراد چہار عناصر۔ پنج سے مراد حواس پنجگانہ۔ شش سے مراد شش جہات۔ اور ہفت سے مراد سات آسمان۔ انھیں چند دل کے مطالعہ میں انسان حیران و سرگرداں رہتا ہے۔ خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ کا وہ شعر جو باب ہذا کا زیب عنوان ہے بعینہ اسی مضمون پر ہے۔

بلائے بند ہستی سخت عقد مشکلے دارد	کہ مشکل مینماید حل او ہر پیر و برنا را

در حل مشکل کشائی بازوئے حکمت چہ کار آید　　　نمی بینم تو اناییش الا جام صہبارا

صرف دو مصرعے بدل کر پھر وہی بات نکالتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

دریاب کہ از روح جدا خواہی رفت مے خور کہ ندانی ز کجا آمدہ	۹	در پردہ اسرار خدا خواہی رفت خوش زی چو ندانی کہ کجا خواہی رفت

سن لے کہ تو روح سے جدا ہو کر اسرارِ الٰہی کے پردہ میں چلا جائے گا - جب تجھے معلوم نہیں کہ تو کہاں سے آیا اور کہاں جائے گا تو پھر شراب پی اور چند روزہ زندگی کو خوشی سے بسر کر -

گزشتہ خواب آیندہ خیال است　　　غنیمت داں ہمیں دم را کہ حال است

دل سرِ حیات کماہی دانست امروز کہ با خودی ندانستی ہیچ	۱۰	در موت ہم اسرارِ الٰہی دانست فردا کہ ز خود روی چہ خواہی دانست

دل نے زندگی کے راز (کی پیچیدگی) کو اچھی طرح سمجھ لیا - اور یہ بھی سمجھ لیا کہ موت میں بھی (کئی سربستہ) اسرارِ الٰہی ہیں - آج کہ تو باخود ہے تو نے کچھ نہ سمجھا - کل کو تو بےخود ہو جائے گا - کیا سمجھے گا -

کماہی - عربی - کماہیَ - جیسا کہ یہ ہے - پورا پورا - پوری ماہیت -

مطلب یہ ہے کہ دل نے سمجھ لیا ہے - کہ حیات اور ممات کے راز نہایت پیچیدہ ہیں - جب زندگی میں یہ راز نہیں کھل سکے - تو مر کر کیا کھلیں گے -

ز آوردنِ من نبود گردوں را سود وز ہیچ کسے نیز دو گوشم نشنود	۱۱	وز بُردنِ من جاہ و جلالش نفزود کاوردن و بُردنِ من از بہر چہ بود

مجھے دنیا میں لانے سے آسمان کو کچھ فائدہ نہ ہوا - نہ مجھے دنیا سے لیجانے میں اس کا کچھ مرتبہ بڑھا - اور نہ ہی میرے دونوں کانوں نے کسی سے سنا کہ میرے لانے اور لیجانے کا

کیا مطلب تھا۔

حاصل کلام یہ کہ میرا عدم اور وجود برابر ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ مجھے کیوں بنایا۔ اور بنا کر پھر کیوں بگاڑا۔

آورد باضطرارم اوّل بوجود رفتیم باکراہ ندانیم چہ بود	۱۲	جز حیرتم از حیات چیزی نفزود این آمدن و بودن و رفتن مقصود

پہلے عاملانِ قضا و قدر بے قراری اور بے اختیاری کی حالت میں مجھے وجود میں لے آئے۔ زندگی میں سوائے حیرت کے مجھے کچھ حاصل نہ ہوا۔ پھر ہم بجبر و اکراہ چلے گئے اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ہمارے آنے رہنے اور چلے جانے کا کیا مطلب تھا۔

اضطرار۔ بے قراری اور بے اختیاری کی حالت۔

خلاصہ یہ کہ ہم مضطر آئے۔ متحیر رہے۔ اور مجبور ہو کر چلے گئے۔

لائی حیات آئے۔ قضا لے چلی۔ چلے   اپنی خوشی نہ آئے۔ نہ اپنی خوشی چلے

از آب عدم تخم مرا کاشتہ اند سرگشتہ چو بادِ مبدم گرد جہاں	۱۳	وز آتش غم روح من افراشتہ اند تا خاکِ من از چہ جائی برداشتہ اند

عدم کے پانی سے میرا بیج بویا گیا۔ اور غم کی آگ سے میری روح بنائی گئی۔ میں دنیا میں ہوا کی طرح سرگردان پھر رہا ہوں۔ معلوم نہیں کہ میری خاک کہاں سے لائی گئی ہے۔

مطلب یہ کہ انسان کا خمیر معلوم نہیں کس مٹی سے بنایا گیا ہے۔ کہ اُسے ایکدم آرام نہیں۔ چند روزہ زندگی ہے اور وہ بھی غم میں گزرتی ہے۔ گویا آدمی غم و عدم کا مجموعہ ہے۔ حکمائے قدیم کے اربعہ عناصر یعنی آب و آتش و باد و خاک سب اس رباعی میں موجود ہیں۔

یارانِ غم سے جب گلِ آدم بھگو چکے   اک قطرہ عیش کا بھی ملا یا نشتر کا

در چرخ بانواع سخنہا گفتند	۱۴	این بیخبراں گوہر دانش سفتند
واقف چو نگشتند بہ اسرار فلک		اول زنخے زدند و آخر خفتند

آسمان کے متعلق بے خبر لوگوں نے رنگ رنگ کی باتیں کہیں - اور علم و دانش کے موتی پروئے - لیکن جب آسمانی اسرار و رموز کو سمجھ نہ سکے تو پہلے کچھ ہرزہ سرائی کی اور پھر چل بسے -

زنخ زدن - افسانہ گوئی - سخن سرائی - قصّہ خوانی - ہرزہ درائی - بے ہودہ اور لاطائل باتیں کہنا - (برہان قاطع)

دیکھیے حکیم صاحب خود منجّم ہیں - اور منجّموں کو ہرزہ درا اور جاہل کہتے ہیں - اور حقیقت حال بھی یہی ہے کہ جب زمین کی خبر نہیں تو آسمان پر کیا چڑھیں -

منجّے کہ کند صد غلطا بہ تختۂ خاک ۔۔۔ ز انوری چرخ چہ داند اگرچہ ہشیار است

قومے کہ بخواب مرگ سر باز نہند	۱۵	تا حشر ز قال و قیل خود باز رہند
تاکی گوئی کسے خبر باز نداد		در بیخبری از چہ خبر باز دہند

وہ لوگ جو موت کی نیند سو گئے حشر تک قال و قیل سے رُک گئے - تو کب تک یہ کہے گا کہ اُنھوں نے کچھ خبر نہ دی - وہ خود بیخبر ہیں تجھے کیا خبر دیں کوئی مر کر واپس آئے تو اُدھر کی باتیں بتائے -

گر مشکل اسرار ازل را نکشاد	۱۶	کس یک قدم از نہاد بیروں ننہاد
من مینگرم ز مبتدی تا استاد		عجز است بدست ہر کہ از مادر زاد

جب اسرار ازل کی مشکل حل نہ ہو سکی تو سمجھو کہ کوئی شخص بھی منزل اوّل سے ایک قدم آگے نہیں بڑھا - میں دیکھتا ہوں کہ اُستاد ہو یا شاگرد جو کوئی پیدا ہوا - اس گرہ کشائی سے عاجز رہا -

مطلب یہ ہے کہ جب یہ راز سربستہ نہ کھُلے تو پھر تعلیم و تعلّم کا فائدہ؟

۱۷

افسوس کہ سرمایہ ز کف بیروں شد — در دستِ اجل بسے جگرہا خوں شد
کس نامد ازاں جہاں کہ پُرسم از و — کاحوالِ مسافرانِ عالم چوں شد

افسوس کہ سرمایہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور موت کے ہاتھ سے ہزار ہا جگر خون ہوگئے کوئی بھی اُس جہان سے واپس نہیں آیا کہ اُس سے پوچھوں کہ اُن مسافروں کا کیا حال ہوا۔

اُدھر کا حال اِدھر سے بھی بڑھ کر ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ کوئی واپس نہ آئے۔ اور غیب کی باتیں غیب میں ہی رہیں۔ ؎

بعد مرنے کے ہوں میں گور میں غمناک ہنوز — گرد پھرتے ہیں مری خاک کے افلاک ہنوز

(یقین)

۱۸

آغاز دواں گشتنِ ایں زریں طاس — وانجام خرابیِ چنیں نیک اساس
دانستہ نمی شود بمعیارِ عقول — سنجیدہ نمی شود بمقیاسِ قیاس

مضبوط بنیاد والے آفتاب کی حرکت کا آغاز اور اس کی خرابی کا انجام۔ یہ باتیں ایسی ہیں کہ عقل کی ترازو یا قیاس کی میزان میں تولی نہیں جا سکتیں۔

زرّیں طاس۔ زرّیں صدف۔ زرّیں کاسہ۔ زرّیں کلاہ۔ زرّیں ترنج۔ یا زرّیں آئنہ سے مراد آفتاب۔

خلاصہ یہ کہ انسانی عقل اور قیاس اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اجرامِ فلکی بلکہ ساری کائنات کیوں پیدا کی گئی اور پھر کیوں تباہ کر دی جائیگی۔

۱۹

ایں صورتِ کون جملہ نقشے ست خیال — عارف نبود ہر کہ نداند ایں حال
بنشیں قدحِ بادہ بنوش و خوش باش — فارغ شو ازیں نقشِ خیالِ محال

کائنات کی صورت تمامتر ایک نقش ہے اور خیالی تصویر - جو شخص یہ بات نہ سمجھے عارف نہیں - اس خیالِ محال کو چھوڑ - شراب پی اور خوش رہ -
خیالِ محال سے مُراد کائنات کی کیفیت معلوم کرنے کی کوشش -

۲۰

از جرمِ حضیضِ خاک تا اوجِ زحل
کردم ہمہ مشکلاتِ عالم را حل
بیروں جستم ز بندِ ہر مکر و حیل
ہر بند گشادہ شد مگر بندِ اجل

زمین کے پست وجود سے لیکر زحل کی بلندی تک میں نے تمام عالم کی مُشکلات کو حل کرلیا اور ہر حیلہ و مکر کی قید سے رہائی پائی - ہر ایک رُکاوٹ کو دور کرلیا مگر موت کا عُقدہ وا نہ ہوا -
جِرم - بکسر - بمعنی جسم - فلکیات اور معدنیات کے لئے استعمال ہوتا ہے -
حضیض - بمعنی پست - **زحل** - ایک ستارۂ سیّارہ کا نام ہے - جو ساتویں آسمان پر ہے -
حکیم صاحب زمین و آسمان کے تو ماہر ہیں لیکن اپنے وجود کی پستی و بلندی سے بیخبر -
بعض لوگوں نے یہ رُباعی باختلاف چند الفاظ بوعلی سینا سے منسوب کی ہے -(۱)

۲۱

ایں چرخِ فلک کہ ما دَرُو حیرانیم
فانوسِ خیال ازو مثالے دانیم
خورشید چراغدان و عالم فانوس
ما چوں صوریم کاندرو حیرانیم

چرخِ فلک کہ ہم اُس میں سرگرداں ہو رہے ہیں ایک فانوسِ خیال کی مثال ہے آفتاب چراغدان ہے اور عالم فانوس - اور ہم تصویریں ہیں جو اس کے اندر حیران ہیں

۲۲

اَسرارِ ازل را نہ تو دانی و نہ من
ایں حرفِ معمّا نہ تو خوانی و نہ من
ہست از پسِ پردہ گفتگوئے من و تو
چوں پردہ بر افتد نہ تو مانی و نہ من

(۱) دیکھو گلستانِ مسرت صفحہ ۱۳ھ اور لٹریری ہسٹری آف پرشیا (براؤن) ۱۲

ازل کے بھیدوں کو نہ تو جانتا ہے اور نہ میں۔ یہ معمّا نہ تیری سمجھ میں آسکتا ہے نہ میری سمجھ میں۔ من اور تو کی باتیں پردے کے باہر کی باتیں ہیں۔ جب پردہ اٹھ جائے گا تو نہ تُو رہے گا اور نہ میں۔

حکایت۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل سوال جواب طلب حضرت قلندر صاحب پانی پتی کی خدمت میں بھیجا۔

"من کہ ہیچ بن ہیچ بن ہزاراں ہزار ہیچ من خود را ہیچ می دانم و حق میفرماید کہ من در تو ام۔ و شریعت می گوید کہ ادب کن۔ پس جواب ایں ہر کلمہ قلمی فرمایند"

حضرت قلندر صاحب نے یہ رباعی جواباً لکھ کر بھیجی۔

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من	این حرف معما نہ تو خوانی و نہ من
ہست از پس پردہ گفتگوئے من و تو	چوں پردہ بیفتد نہ تو مانی و نہ من

بعض تذکروں میں یہ رباعی شیخ ابوالحسن خرقانی سے منسوب ہے (۱)

در ملکِ فنا ماد تو موجود نہ باشد	اے خواجۂ عارف تو و ما ر انشناسم

(اشرف الدین رضا)

صاحبِ گلشن راز "من و تو" کی تعبیر میں فرماتے ہیں۔

حقیقت کز تعین شد معین	تو او را در عبادت گفتہ من
من و تو عارض ذات وجودیم	مشبکہائے مشکات وجودیم
ہمہ یک نور داں اشباح و ارواح	گہ از آئینہ پیدا گہ ز مصباح
من و تو برتر از جان و تن آمد	کہ ایں ہر دو ز اجزائے من آمد
ہمہ حکم شریعت از من و تست	کہ آں بربستۂ جان و تن تست
من و تو چوں نماند در میانہ	چہ کعبہ - چہ کنش - چہ دیرخانہ

(۱) دیکھو آتشکدہ آذر ترجمہ شیخ ابوالحسن خرقانی ۱۲

در دامن این چرخ نو انگیز کہن دستے کہ زمانہ را نتابد سر و بن	۲۳	با یار تو سر زیک گریبان کن کوتہ نکن از دے کہ درازست سخن

اس پرانے لیکن نئے انقلابات پیدا کرنے والے آسمان کے دامن میں تو دوست کے ساتھ ایک گریبان سے سر نکال۔ وہ ہاتھ جو زمانے کے سر پاؤں کا کچھ پتہ نہیں لگا سکتا۔ اُسے ان باتوں سے ہٹا لے کہ یہ باتیں بہت لمبی ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تو زمانے کے انقلابات کے اثر سے بچنا چاہتا ہے تو دوست کے ساتھ یکجان ہو جا۔ (یا فنا فی اللہ ہو جا) اور جب تو زمانے کے ابتداء و انتہا کو نہیں پا سکتا۔ تو بہتر ہے کہ ان پیچیدہ باتوں کا ذکر ہی نہ کرے۔

دشمن بہ غلط گفت کہ من فلسفیم لیکن چو درین غم آشیاں آمدہ ام	۲۴	ایزد داند کہ آنچہ او گفت نیم آخر کم ازاں کہ من بدانم کہ کیم

دشمن نے غلط کہا ہے کہ میں فلسفی ہوں۔ خدا جانتا ہے کہ جیسا اُس نے کہا ہے۔ میں ویسا نہیں ہوں۔ لیکن جب میں دنیا کے بیت الحزن میں آگیا ہوں تو کیا اتنا بھی نہ سوچوں کہ میں کیا ہوں۔

حکیم صاحب فلسفی ہونے سے انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اپنی ہستی کے چون چرا پر تدبّر کرنے سے انسان فلسفی نہیں بنجاتا۔ آخر جب ہم دُنیا میں آگئے۔ تو اتنا تو سوچنا ہی پڑتا ہے کہ ہم کیا ہیں؟ کیوں ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ اور کہاں جانا ہے؟

اجزائے پیالہ کہ درہم پیوست چندین سرو پائے نازنین فرسود	۲۵	بشکستن آن روا نمیدارد دست از بہر چہ ساخت و از برائے چہ شکست

پیالے کے اجزاء جب اکٹھے ہو جاتے ہیں (یعنی جب پیالہ بنجاتا ہے) تو کوئی ہاتھ اوس کو توڑنا نہیں چاہتا۔ (معلوم نہیں خدا نے) اس قدر نازنین صورتیں اور

اُن کے اعضا کیوں بنائے اور پھر اُن کو کیوں توڑ دیتا ہے۔

مطلب یہ کہ ایک پیالہ بنا کر بھی کوئی شخص پھر اُس کو توڑنا نہیں چاہتا معلوم نہیں خداوند تعالےٰ انسان جیسی نازنین اور خوبصورت چیز بنا کر پھر اُس کو کیوں بگاڑ دیتا ہے۔ مسئلۂ حیات و ممات کی پیچیدگی کا بیان ہے۔

بعض تذکروں میں لکھا ہے کہ یہ رُباعی بابا افضل کی ہے (۱)

مَا عَرَفْنَاکَ

عنقا شکارِ کس نشود دام باز چین
کاین جا ہمیشہ باد بدست است جام را
(حافظ)

الٰہیات میں تمام عمر غور و فکر کرنے کے بعد انسان کو آخر کار یہی کہنا پڑتا ہے کہ مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ یعنی ہم پوری طرح جیسا چاہیئے تھا تجھے نہ پہچان سکے۔ اور پہچان بھی کس طرح سکتے۔ انسانی عقل ایک عاجز چیز۔ انسانی معلومات ایک تنگ دائرہ میں محدود۔ ذاتِ بیچون غیر محدود۔ نہ اُس کی کچھ ابتدا نہ انتہا۔ نہ مکان کی پابندی۔ نہ زمان کی قید۔ مولانا حالی مرحوم نے کیا اچھا فیصلہ کیا ہے۔ ؎

بام بتلایا بلند اور نارسا بخشی کمند	رکھتے ہیں ہم اپنی معذوری پہ بھی برا اپنا پاس

حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جن سے بلند تر معراج ادراکِ ذات میں کسی کو نصیب نہیں ہو سکا۔ اور جن سے بڑھ کر صفاتِ الٰہی میں فکرت و تدبر کا

(۱) دیکھو آتشکدۂ آذر ترجمۂ بابا افضل ۱۲

موقعہ کسی کو حاصل نہیں ہوا - فرماتے ہیں -

" لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ "

یعنی میں تیری ثنا پوری نہیں کر سکتا - تو ایسا ہے جیسا کہ تو خود اپنے آپ کو جانتا ہے تو آنی کہ تو دانی - حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا -

" اَلتَّفَکُّرُ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی جَھْلٌ وَّ الْاِشَارَۃُ اِلَیْہِ شِرْکٌ وَّ حَقِیْقَۃُ الْمَعْرِفَۃِ حَیْرَۃٌ "

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کنہ ذات کو نہ پہنچ سکے - تو ما و شما کا کیا مقدور ہے - تفکر فی ذات اگر جہل نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ فلسفی کو چپ کرانے کے لئے لسان العصر سید اکبر حسین الہ آبادی نے بہت خوب کہا ہے - ؎

جلوۂ ارض و سما دکھلا کے ہے پیغمبر بھی چپ	لا الٰہ اور قل ہو اللہ کہہ کے پیغمبر بھی چپ
بحث اُسکی ذات میں کیوں کر رہا ہے فلسفی	ایسے ایسے چپ ہیں جن کا ہوتا نہیں اسپر بھی چپ

انسان کے لئے یہ کافی ہے کہ اُس کی خدائی کا معترف ہو اور اُس کے اور اُس کے رسول کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنے کی توفیق کا طالب رہے اتنی معرفت کافی ہے - عقل کا مرکب منزل مقصود تک نہ پہنچا سکے گا - مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ

" ابوالحسن نوری را گفتند کہ اللہ تعالیٰ راچہ شناختی - گفت باللہ گفتند پس عقل چیست ؟ - گفت عاجز است - رہ نہ نماید مگر بہ عاجز - وہم وی گفتہ کہ ہرگاہ اللہ تعالےٰ خود را از کسے باز پوشید ہیچ دلیل و خبر او را باو نرساند "

حضرت شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں - کہ ؎

سبحان خالقے کہ صفاتش ز کبریا	برخاک عجز می فگند عقل انبیا
گر صد ہزار سال ہمہ عقل کائنات	فکرت کنند در صفت عزت خدا

آخر بعجز معترف آیند کاے الٰہ　　　　دانستہ شد کہ ہیچ نہ دانستہ ایم ما

اللہ تعالےٰ خود اپنے کلام میں فرماتے ہیں کہ

"قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا"
(سورۂ کہف)

یعنی اے پیغمبر کہہ دے کہ اگر میرے مالک کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر کی سیاہی ہو تو میرے مالک کی باتیں تمام ہونے سے پہلے سمندر تمام ہو جائے۔ گو اتنا ہی ایک اور سمندر ہم اُس کی مدد کو لائیں۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے "وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ" (سورۂ لقمان) یعنی اگر زمین میں ہر درخت کے قلم بنائے جائیں اور سمندر سیاہی ہو اُس کے بعد سات اور ایسے سمندر سیاہی بنیں۔ جب بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں۔ بیشک اللہ زبردست ہی حکمت والا۔ اصل بات یہی ہے کہ ایک دو یا سات آٹھ سمندر نہیں۔ ہزار ہا سمندروں کے پانی کی اگر سیاہی بنائی جائے تو بھی اُس غیر محدود ذات تبارک تعالیٰ کی باتیں لکھنے میں نہیں آسکتیں۔ اسی لئے تمام انبیا اور اولیا اور تمام حکیم اور فلسفی ادراک کُنہِ ذات سے اپنی عاجزی ہی بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ اور سالہا سال تک اس تحقیق کا سلسلہ جاری رکھنے کے بعد بھی یہی کہتے چلے آئے ہیں۔ کہ ؎

دریغا کت نہ دانستم ہمی پنداشتم دانم　　　　ازیں پندارِ گوناگوں ازیں دانش پشیمانم

امیر خسرو نور اللہ مرقدہٗ اسی باب میں کہتے ہیں۔ ؎

بلند کنگرِ شاہ و کمند عیاری　　　　ضعیف رشتہ و باریک وخام و یکتا راست
کسے کہ لافِ شناسائیش بعلم زند　　　　یقیں بداں کہ ہموں بارگیرِ اسفار است

بکنہ حق نہ رسد عارف اگرچہ دانندہ است | بر آسماں نہ پرد جعفر ار چہ طیار است
بپا ار عنان ادب درکشم دریں میداں | کہ نہ فروزد نشینش بپائے مہد ار است

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے دیکھئے اس میدان میں کس طرح ڈھال پھینکدی ہے۔ ؎

جہاں متفق بر الٰہیتش | فرو ماندہ در کنہ ماہیتش
بشر ماورائے جلالش نیافت | بصر منتہائے جمالش نیافت
چہ شبہا نشستم دریں سیر گم | کہ حیرت گرفت آستینم کہ قم
تواں در بلاغت بسحبان رسید | نہ در کنہ بیچون سبحاں رسید
نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن | کہ جاہا سپر باید انداختن

لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ انسان جسقدر اپنے آپ کو اس معرفت میں عاجز پاتا ہے۔ اُسی قدر اُس کے شوق کی آگ تیز ہوتی جاتی ہے۔ عقل سے پہچانتا تو درکنار انسان اُسے آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے۔ تمام دُنیا کہے کہ وہ سر کی آنکھوں سے نظر نہیں آسکتا۔ فردوسی ہزار سمجھائے کہ ؎

نہ بینندگاں آفرینندہ را | نہ بینی مرنجاں دو بینندہ را

خدا خود بھی کہے کہ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" (الانعام) پھر بھی نگاہِ شوق اُسے دیکھنا ہی چاہتی ہے۔ صند دیکھئے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ۔

تا حق بدو چشم سر نہ بینم ہردم | از پائے طلب ہے نہ نشینم ہردم
گویند خدا بچشم سر نتواں دید | آں ایشاں ندو من نہ بینم ہردم

ڈاکٹر اقبال نے بھی غالباً اسی بیتابی کی حالت میں کہا ہے

کبھی اے حقیقت منتظر، نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزار سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

پھر اگر آنکھیں دُنیا میں نہیں دیکھ سکتیں تو قیامت کا انتظار کرتے ہیں۔ اور معتزلہ کے اس قول کو لغو سمجھتے ہیں کہ قیامت میں بھی وہ آنکھوں سے نظر

نہیں آئے گا۔ حاصلِ کلام یہ کہ عاشق کی بصارت اور اُس کی بصیرت دونوں دید کی منتظر رہتی ہیں۔ ؎

باہم دگر ہوئے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب
نظّارہ و خیال کا ساماں کئے ہوئے

(غالبؔ)

یہ سب کچھ اس لئے کہ وہ پردے میں ہے۔ اور اُس پردہ کے اندر کسی کی رسائی نہیں۔ عقل وہاں تک نہیں پہنچاتی۔ فلسفہ وہاں تک نہیں پہنچاتا۔ اور کوئی حکمت اس عقدے کو کھول نہیں سکتی۔ دیکھئے حکیم صاحب اپنے عجز کا اعتراف کس طرح کرتے ہیں۔

۱

کس را پسِ پردۂ قضا راہ نشد
از سرِّ خدا ہیچ کس آگاہ نشد
ہر کس ز سرِ قیاس چیزے گفتند
معلوم نگشت و قصّہ کوتاہ نشد

یعنی پردۂ قضا کے اندر کوئی نہ جا سکا۔ اور اسرارِ الٰہی سے کوئی شخص واقف نہ ہو سکا۔ ہر ایک شخص اپنی عقل کے مطابق کچھ نہ کچھ کہہ دیتا ہے۔ لیکن حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور یہ قصّہ کوتاہ نہیں ہوتا۔

صاحبِ گلستانِ مسرت نے یہ رُباعی ابو سعید اشرف کی بتائی ہے۔(۱)

ہر کس بہ دلیلِ عقل چیزے گفتند
آں نکتہ کہ اصل بود ناگفتہ بماند

(ابو نصر فارابی)

۲

آنہا کہ خلاصۂ جہاں انسانند
بر اوجِ فلک براقِ ہمّت رانند
در معرفتِ ذاتِ تو مانندِ فلک
سرگشتہ و سرنگوں و سرگردانند

یعنی۔ دُنیا کے چیدہ اور برگزیدہ لوگ جو اپنی ہمّت کے گھوڑے کو آسمان کی بلندی پر دوڑاتے ہیں۔ تیری ذات کی معرفت میں آسمان کی طرح سرگشتہ

(۱) دیکھو گلستانِ مسرت مطبوعہ لاہور ۱۳۰

سرنگوں اور سرگرداں ہیں۔

نیست زان گوہر نایاب کسے را خبرے
چشم غواص تہی تر ز حباب است اینجا

(صائب)

۳

آنہا کہ بفکر دُرِ معنی سفتند
در ذات خداوند سخنہا گفتند
سررشتۂ اسرار ندانست کسے
اوّل زنخے زدند و آخر خفتند

یعنی۔ جن لوگوں نے اپنی عقل سے معانی کے موتی پروئے۔ اور خدا کی ذات سے متعلق انواع و اقسام کی باتیں کیں۔ سررشتۂ اسرار سے تو واقف نہ ہو سکے البتہ چند بے ہودہ باتیں کہہ کر چلے گئے۔

زنخ زدن کے لئے دیکھو باب چیستان حیات رباعی نمبر ۱۴۔

۴

آنہا کہ جہان زیر قدم فرسودند
وندر طلبش ہر دو جہاں پیمودند
آگاہ نمی شوم کہ ایشان شب و روز
زین حال چنانکہ ہست آگاہ بودند

یعنی۔ وہ لوگ جنہوں نے تمام عالم کی سیر کی۔ اور اُس کی طلب میں دونوں جہاں کی خاک چھانی۔ معلوم نہیں کہ وہ کسی وقت بھی اس حقیقت کو جیسی کہ وہ ہے۔ پہچان سکے۔

مطلب یہ کہ اصل حقیقت کو وہ معلوم نہ کر سکے۔

۵

چون باد بزلف او رسیدن مشکل
وز اسپ غمش عناں کشیدن مشکل
گفتند بدیدہ روی او نتوان دید
گر دیدۂ ماست دیدہ دیدن مشکل

ہوا کی طرح اُس کی زلف تک پہنچنا مشکل ہے۔ اور اُس کے غم کے گھوڑے کی باگ کھینچنا مشکل ہے۔ کہتے ہیں کہ آنکھوں سے اُسے نہیں دیکھ سکتے۔ اگر آنکھیں یہی ہماری آنکھیں ہیں تو بیشک اُسے دیکھنا مشکل ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اُس تک پہونچ بھی نہیں سکتے - اور شوق اس درجہ بے پرواہ ہو کہ اُسے روک بھی نہیں سکتے -

اسرار حقیقت نشود حل بسوال تا جاں نکنی خوں نخوری پنجاہ سال	۶	نے نیز بدر باختن نعمت و مال از قال ترا رہ نمانیند بحال

حقیقت کے بھید سوال وجواب سے حل نہیں ہو سکتے - اور نہ مال و دولت کے خرچ کرنے سے حل ہو سکتے ہیں - جب تک تو سالہا سال جان کو تکلیف میں نہ ڈالے گا - اور خون پانی ایک نہ کرے گا - تجھے مقام قال سے مقام حال تک نہیں پہنچائیں گے -

مطلب یہہ کہ رسمی تعلیم و تعلم سے خدا نہیں ملتا - عبادت اور ریاضت کی ضرورت ہے - قَالَ اَقُوْلُ کو چھوڑ - کیونکہ صاحب حال بننے کا یہہ ذریعہ نہیں ہے - ؎

قال را بگذار و مرد حال شو	پیش مردِ کاملے پامال شو

آں لعل گراں تو ز کان دگر است اندیشۂ این و آں خیال من و تست	۷	واں دُرِّ یگانہ رانشانی دگر است افسانۂ عشق را زبانی دگر است

یعنی - تیرا گراں بہا لعل کسی اور ہی کان کا ہے - اور اوس دُرِّ یگانہ کا نشان اور پتہ کچھ اور ہی ہے - این و آن کا اندیشہ میرا اور تیرا خیال ہے - عشق کے افسانے کی زُبان ہی کچھ اور ہے -

دُرِّ یگانہ - یا دُرِّ یتیم وہ موتی جو صدف میں صرف ایک ہی ہو - ایسا موتی زیادہ وزنی اور زیادہ آبدار ہوتا ہے -

مطلب یہ کہ اِدھر اُدھر کے فکر اور اندیشے فضول ہیں - افسانۂ عشق کا بیان اس زبان سے نہیں ہو سکتا - محبوب حقیقی قال و قیل سے

بالاتر ہے - مولانا بدر م رح فرماتے ہیں - ؎

در مذہب عاشقاں قرارے دگر است | | ویں بادۂ ناب را خمارے دگر است
ہر علم کہ در مدرسہ حاصل گردد | | کارے دگر است و عشق کارے دگر است

ہمہ اوست

ہے مشتمل نمودِ صُوَر پر وُجُود بحر
یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں

(غالبؔ)

وحدت وجودی کے قائل اس حد تک بڑھے کہ منصور نے انا الحق کہدیا۔ کسی نے اس کی تصدیق کی اور کسی نے تکذیب - لیکن یہ بحث اس قدر طویل ہے کہ اس کتاب میں اُس کی گنجائش نہیں - اس عقیدہ کی تائید و تردید میں لوگوں نے کتابوں کی کتابیں لکھیں - لیکن فیصلہ کچھ نہ ہوا - اور نہ ہو سکتا ہے - سچی اور سیدھی بات یہ ہے کہ پایۂ ادب کی نگہداشت کرتے ہوئے اور قرآن کریم کی تعلیم کو مدِّنظر رکھتے ہوئے صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ "الا کل شئ ما خلا اللہ باطل" یعنی سوائے ذاتِ واجب الوجود کے باقی جو کچھ ہے ہیچ ہے - عارضی ہے اور فانی ہے - حادث ہے اور مخلوق ہے - باقی رہا انا الحق - اس کی حقیقت خدا جانے اور منصور - ہمیں کیا ضرور کہ اُس کی راستی یا ناراستی ثابت کرنے میں وقت ضائع کریں - خالق خالق ہے اور مخلوق مخلوق - خدا خدا ہے اور بندہ بندہ - امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے بجا فرمایا ہے کہ ہم فص کو کیا کریں - نص موجود ہے (۱) -

(۱) فص سے اشارہ فصوص الحکم محی الدین ابن عربی کی طرف ہے ۱۲-

فی الحقیقت محیّ الدین ابن عربی اس بحث کو بہت دور لے گئے ہیں۔ بہر حال میانہ روی بہتر ہے۔ ورنہ وحدت وجودی والے تو کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی بھی یہ تفسیر بیان فرماتے ہیں کہ "نہیں کوئی معبود (خواہ وہ پتھر ہو یا آدمی۔ آگ ہو یا سورج) مگر کہ وہ خدا ہے"۔ مگر قرآن اور حدیث ہم کو اتنا دور جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ البتہ حدود شرعی کی پرواہ نہ کرکے انسان جدھر چاہے جا سکتا ہے۔ پھر پوچھنے والا کوئی نہیں۔ ہر ایک چیز میں اُسے دیکھو اور بیشک صرف اُسی کو دیکھو۔ تمام کائنات کو اُس کا مظہر اور اُس کی ذات وصفات کا پرتو خیال کرو۔ اعیان ثابتہ کو مانو۔ صور علمیہ حق اون کا نام رکھو۔ صور مظاہر ممکنات میں ظہور حق کے قائل ہو۔ تعین وتشخص کی بحث میں طبع آزمائی کرو۔ وجوب امکان اور محال کی تحقیق میں فلک پیمائی کرو۔ سیر الی اللہ کرو۔ سیر باللہ کرو۔ فانی اللہ ہو جاؤ۔ بقا باللہ کے طالب ہو۔ عارف بنو۔ واصل کہلاؤ۔ لیکن دائرہ عبدیت سے باہر نہ نکلو۔ خدا نہ بنجاؤ۔ ؎

حقیقت جز خدا دیدن روا نیست	کہ بیشک ہر دو عالم جز خدا نیست
نمی گویم کہ عالم او نشد۔ نہ	کہ این نسبت بہ او کردن روا نیست

(اوحد الدین ابو عبداللہ)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس اللہ سرہٗ کے خیالات "ہمہ اوست" پر دیکھئے کیا ہیں۔

کسیکہ عاشق ومعشوق خویشتن ہمہ اوست	حریف خلوت ساقی انجمن ہمہ اوست
اگر بہ دیدہ تحقیق بنگری دانی	کہ ناظر دل ومنظور جان وتن ہمہ اوست
چو اندر آئنہ دل فتاد عکس رخش	چنان نمود کہ در جسم وجان وتن ہمہ اوست
اگر تو خرقہ ہستی خویش پارہ کنی	نظر کنی کہ درین زیر پیرہن ہمہ اوست
ز جام عشق نہ منصور بیخود آمد وبس	کہ دار نیز ہمی گفت بارسن ہمہ اوست
رموز عشق کند آشکار و نندیشد	چو دل بدید کہ در سرو در علن ہمہ اوست

بگو کہ کثرتِ اشیا نقیضِ وحدت گشت
تو در حقیقتِ اشیا نظر فگن ہمہ اوست

تعین است گر از اعتبار ماؤ من است
ز اعتبار گذر کن کہ ما و من ہمہ اوست

چو نائیے کہ نہد بر دہانِ لبِ خویش
نہادہ بر دہنِ عاشقاں دہن ہمہ اوست

چہ جائے بادہ و جام و کدام ساقی مست
خموش باش معینی و دم مزن ہمہ اوست

عارف محمود تبریزی علیہ الرحمۃ کی رائے اس مسئلے کے متعلق اون کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ

ہر آنکس را کہ اندر دل شکے نیست
یقیں داند کہ ہستی جز یکے نیست

جنابِ حضرتِ حق را دوئی نیست
در آن حضرت من و ما و توئی نیست

من و ما و تو و او ہست یک چیز
کہ در وحدت نہ باشد ہیچ تمیز

ہر آنکو خالی از خود چوں خلا شد
انا الحق اندرو صوت و صدا شد

درآ در وادی ایمن کہ ناگاہ
درختے گویدت - انی انا اللہ

روا باشد انا اللہ از درختے
چرا نبود روا از نیک بختے

عمر خیام نے مسئلہ وحدت وجود کی ایک نئی ہی تعبیر کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

۱

حق جانِ جہان است و جہاں جملہ بدن
واصنافِ ملائکہ حواس این تن

افلاک و عناصر و موالید اعضا
توحید ہمین است و دگرہا ہمہ فن

خدا جہان کی جان ہے اور تمام جہاں اوس کا بدن۔ فرشتے اُس بدن کی حِسّیں ہیں۔ آسمان۔ اربعہ عناصر اور موالید ثلاثہ اُس کے اعضاء۔ توحید یہی ہے۔ باقی فضول باتیں ہیں۔

حواس سے مراد حواس دہ گانہ ظاہری و باطنی بدین تفصیل۔ حواس ظاہری (۱) باصرہ۔ (۲) سامعہ۔ (۳) شامّہ۔ (۴) ذائقہ۔ (۵) لامسہ۔ حواس باطنی۔ ۱۔ حسِ مشترک۔ ۲۔ خیال۔ ۳۔ وہم۔ ۴۔ حافظہ۔ ۵۔ متصرفہ۔

عناصر سے مُراد اربعہ عناصر ۱۔ پانی۔ ۲۔ آگ۔ ۳۔ ہوا۔ ۴۔ خاک۔
موالید سے مُراد موالید ثلاثہ یعنی ۱۔ حیوانات۔ ۲۔ نباتات۔ ۳۔ جمادات۔
حکیم صاحب نے تمام عالم کو ایک شخص فرض کیا ہے۔ خدا اُس کی روح ہے۔ فرشتے اُس کی حِسّیں ہیں۔ اور باقی کائنات اُس کے اعضاء۔

در میکدۂ عشق اجل اسم من است جانِ جہانم اندریں دیرِ مغاں	۲	رندی و مے پرستیدن قسم من است ایں صورت کون جملگی جسم من است

میکدۂ عشق میں اجل میرا نام ہے۔ رندی و مے پرستی میرا کام ہے۔ اس دیرِ مغاں میں مَیں جہان کی جان ہوں۔ اور تمام کائنات میرا جسم ہے۔
اجل۔ بفتحتین و تشدید لام بمعنی بزرگ تر۔ و بفتحتین و تخفیف لام بمعنی مہلت مدّت۔ موت۔ نہایت زمان عمر۔ یہاں آپ اسے بہ تشدید لام سمجھیں یا بہ تخفیف۔ آپ کا اختیار ہے۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔
حکیم صاحب نے پچھلی رُباعی میں خدا کو جہان کی جان کہا تھا۔ اب فرماتے ہیں کہ میں جہان کی جان ہوں۔ وہ جانیں اور ان کا کام۔

جاناں من و تو نمونۂ پرکاریم بر نقطہ رواییم کنوں دائرہ وار	۳	سر گرچہ دو کردہ ایم یک تن داریم تا آخر کار سر بہم باز آریم

اے میرے محبوب میں اور تو پرکار کا نمونہ ہیں۔ ہمارے سر اگرچہ دو ہیں لیکن جسم ایک ہے۔ دائرہ کی طرح ایک نقطہ پر ہم رواں ہیں۔ آخر کار ہم پھر مل جائیں گے۔
صاحبِ گلشن راز نے بھی یہی دائرہ پرکار اور نقطہ و خط کی مثال دے کر وحدت کو ثابت کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

جہاں خود جملہ امرِ اعتباری ست بر و یک نقطۂ آتش بہ گردان	چو آں یک نقطہ کاندر دور ساری ست کہ بینی دائرہ از سرعت آن

ہمہ از وہم تست این صورت غیر	کہ نقطہ دائرست از سرعت سیر
زہر یک نقطہ زین دور مسلسل	ہزاراں شکل میگردد مشکل
زہر یک نقطہ دورے گشتہ دائر	ہم او مرکز ہم او در دور سائر
چو سیر حبہ بر خط شجر شد	ز نقطہ خط ز خط دور دگر شد
چو شد بر دائرہ سالک مکمل	رسد ہم نقطہ آخر بہ اوّل
دگر بارہ شود مانند پرکار	بر ان کارے کہ اوّل بود برکار
یکے نقطہ ہست وہمے گشتہ ساری	تو او را نام کردی نہر جاری

ای زندگی تن و توانم ہمہ تو تو ہستی من شدی ازانی ہمہ من	۴	جانی و دلی ای دل و جانم ہمہ تو من نیست شدم در تو ازانم ہمہ تو

اے کہ میرے تن کی زندگی اور میری تاب و تواں تو ہی تو ہے - تو جان ہے اور تو دل ہے - اے کہ میرا دل اور جان تو ہی تو ہے - تو میری زندگی ہے اس لئے تو نہیں ہے میں ہی میں ہوں - میں تجھ میں فنا ہو گیا - اس لئے میں نہیں ہوں تو ہی تو ہے -

یہ رُباعی دیوان مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ میں بھی درج ہے - خدا جانے کس کی ہے -

گہ گشتہ نہاں روئے بکس ننمائی این جلوہ گری بخویشتن بنمائی	۵	گہ در صور کون و مکاں پیدائی خود عین عیانی و خودی بینائی

کبھی تو پوشیدہ ہوتا ہے - اور چہرہ کسی کو نہیں دکھاتا - کبھی تو کون و مکاں کی صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے - یہ جلوہ گری تو اپنے آپ کو دکھاتا ہے - تو خود عین عیان ہے اور خود ہی بینائی ہے -

مطلب یہ ہے کہ تو ظاہر بھی ہے اور باطن بھی - ناظر بھی ہے اور منظور بھی

شاہد بھی ہے اور مشہود بھی - تو خود ہی آنکھ بھی ہے اور آنکھ کی بینائی بھی -

اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے — حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

(غالب)

دانی کہ زچہ روئے گشتہ ساجد ما بر ما بجمال خود تجلی کردہ است	۶	بُت گفت بہ بُت پرست کا عابد ما آنکس کہ زتست ناظر و شاہد ما

بُت نے بُت پرست کو کہا کہ اے میری پرستش کرنے والے تو جانتا ہے کہ تو کس لیئے میرے سامنے سجدہ کرتا ہے - وجہ یہ ہے کہ وہ ذات جو تجھ میں سے تیری ناظر و شاہد ہے - اوس نے اپنے جمال سے مجھ پر پرتو ڈالا ہے -

مطلب یہ کہ خدائے حاضر و ناظر کے جمال کا میں بھی مظہر ہوں - اس لیئے تیرا مسجود ہوں -

بُت اینجا مظہرِ عشق است و وحدت	بود زنّار بستن عینِ خدمت
چو اشیا نیست ہستی را مظاہر	از آں جملہ یکے بُت باشد آخر
مسلماں گر بدانستے کہ بُت چیست	بدانستے کہ دیں در بُت پرستیست
وگر مشرک زبُت آگاہ بودے	کجا در دین خود گمراہ بودے
ندید او از بُت را الّا خلقِ ظاہر	بدیں علّت شد اندر شرع کافر
درونِ ہر تنے جانیست پنہاں	بزیرِ کفر ایمانیست پنہاں
بداں خوبی رُخ بُت را کہ آراست	کہ گشتے بُت پرست ار حق بنخواست

یکے بین و یکے گو و یکے دان ۞
بدیں ختم آمد اصل و فرع ایماں

عشق کی ہمہ گیری

نہ من براں گلِ عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیبِ تو از ہر طرف ہزار انند
(حافظ)

اس میں شک نہیں کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اپنے دل میں عشق رکھتا ہے اور محبوب حقیقی کی یاد میں ہر وقت مضطر و شوریدہ سر رہتا ہے۔ حیوانات کے دل اگر مئے محبت سے لبریز ہیں تو نباتات اور جمادات بھی اس سے خالی نہیں۔ حتیٰ کہ جو خیالات میں بھی گرمی ہے تو عشق کی اور نور ہے تو اُسی کا۔ ارض و سما۔ دشت و دریا۔ رعد و برق۔ باد و باراں۔ طور و فاراں سب کے سب اُس کے حسن کی تعریف میں غزلخواں ہیں۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (بنی اسرائیل) یعنی تسبیح کرتے ہیں واسطے اللہ کے ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی کہ بیچ اُن کے ہے۔ اور نہیں کوئی چیز مگر تسبیح کرتی ہے ساتھ اللہ کی تعریف کے لیکن تم اُن کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ "وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ" (الرعد) یعنی تسبیح کرتا ہے رعد ساتھ اللہ کی تعریف کے اور فرشتے بھی اُس کے ڈر سے۔

نعمت خان عالی نے اسی مضمون پر کہا ہے۔

تنہا فلک از ذکرِ خدا نیست بہ جنبش
ہر برگ کہ روئیدہ زبانیست زمیں را

پھر ایک اور غزل کا مطلع ہے -

بیمارِ دردِ ہجر نہ تنہا یکے منم | بسیار خستہ ایست از آنہا یکے منم

کوئی دیوان اس مضمون کے اشعار سے خالی نہیں - نیاز بے نیاز کا شعر ہے -

من نہ تنہا جاں فشانی پیشِ جاناں کردہ ام | بر سرِ ہر تار مویش جاں فشانے دیگر است

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

نہ من خام طمع عشق تو می ورزم و بس | کہ چو من سوختہ در خیل تو بسیاری ہست

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرّہ فرماتے ہیں -

رَبِّ اَرِنِیْ نہ ہمیں موسیٰ گفت | کیست کو طالبِ دیدارِ تو نیست
چونکہ خورشید رخت جلوہ کند | ذرّہ کو کہ ہوادارِ تو نیست

جلال اسیر بھی کائنات کے ذرّہ ذرّہ کو عاشق اور مست بیان کرتا ہے -

ز جامِ عشق تو ہر ذرّہ مست سودائیست | بہر طرف کہ نظر می کنم تماشائیست

انوری نے بھی تمام عالم کو مبتلائے عشق کہا ہے -

عالمے را از جفائے عشق تو | پائے در پیشانی بدیوار آمدہ

ایک اور غزل میں بھی یہی مضمون بیان کیا ہے

زلفِ تو چوگان و دلہم گوئے اوست | کیست کہ چوگانِ ترا گوئے نیست

کلیم عشق کی عالمگیری کے یہاں تک قائل ہیں کہ عنقا کو بھی نہیں چھوڑا -

زاں برق حسن کافت ہر گوشہ گیر شد | آتش در آشیانۂ عنقا گرفتہ است

اس سے بھی بڑھکر اور سنیئے - مرغ قبلہ نما بھی صیادِ عشق کی ناوک افگنی سے جانبر نہ ہوا - سودا -

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں | تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

اب دیکھئے حکیم صاحب اس مضمون کو کس طرح ادا کرتے ہیں -

ساقی مہر رخسار نوجوان ہمہ است | دلدار مست و دلستان ہمہ است
خورشید رُخت کہ مہر عالمتاب است | تنہا نہ از آن من کہ زان ہمہ است

اے ساقی تیرا چاند جیسا چہرہ تمام دُنیا کے لئے بمنزلہ جان کے ہے - میرا دلدار ہے اور تمام جہان کا دلستان ہے - تیرے چہرہ کا آفتاب جو جہان کو روشن کرنے والا سورج ہے - وہ نہ صرف میرا ہے بلکہ تمام دُنیا کا ہے -

چاند اور سورج کو ہر ایک شخص سمجھتا ہے کہ بس میرے پاس ہی ہے۔ لیکن درحقیقت وہ ہر جگہ ہوتا ہے - اسی طرح محبوبِ مطلق کو ہر ایک عاشق بس اپنا ہی سمجھتا ہے - لیکن وہ ہرجائی ہے اور تمام دُنیا کا معشوق ہے -

۲

پُرخون ز فراقت جگری نیست کہ نیست — شیدائے تو صاحب نظری نیست کہ نیست
باآنکہ نداری سر سودائے کسے — سودائے تو در ہیچ سرے نیست کہ نیست

یعنی کوئی ایسا جگر نہیں جو تیرے فراق سے خون نہ ہو۔ اور کوئی ایسا صاحب نظر نہیں جو تیرا شیدا نہ ہو - باوجود اس بات کے کہ تجھے کسی کا سودا نہیں یا کسی کے سودا کا خیال نہیں - پھر بھی کوئی ایسا سر نہیں جس میں تیرا سودا نہ ہو -

خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ نے یہی "نیست کہ نیست" لیکر اسی مضمون پر فرمایا ہے

روشن از پرتو رویت نظری نیست کہ نیست — منتِ خاکِ درت بر بصری نیست کہ نیست
ناظرِ روئے تو صاحب نظرانند ولے — سرِ گیسوئے تو در ہیچ سرے نیست کہ نیست
نہ من دل شدہ از دستِ تو خونیں جگرم — از غمِ عشقِ تو پُرخوں جگرے نیست کہ نیست
از خیالِ لبِ نوشینِ تو ای چشمۂ نوش — غرقِ آب و عرق اکنوں شکری نیست کہ نیست
تو خود ای شعلۂ رخشندہ چہ داری در سر — کہ کباب از حرکاتت جگرے نیست کہ نیست

۳

ساقی چو مرا عشقِ تو داغے دادہ — از عیشِ دو عالم فراغے دادہ
مہرِ تو چراغِ رہِ من تنہا نیست — خورشید بہر ذرّہ چراغے دادہ

اے ساقی تیرے عشق نے جب سے مجھے داغ دیا ہے - دنیا اور عقبیٰ کے عیش سے مجھے فارغ کردیا ہے - تیرا عشق صرف میرا ہی رہنما نہیں ہے -

بلکہ اس خورشید نے تو ہر ایک ذرّے کے ہاتھ میں چراغ دیا ہے۔
مہر - بمعنے (۱) محبّت - (۲) آفتاب - یہاں دونوں معنوں کی طرف اشارہ ہے - مہر - چراغ اور خورشید کی رعایت ظاہر ہے۔

عبرت و بصیرت

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

(غالب)

اگر چشم عبرت وا ہو اور دیدۂ بصیرت بینا - تو زمین کا چپّہ چپّہ بتائے گا کہ یہ خاک سرراہ جسے اب ہر شاہ و گدا - کہ و مہ - اور کس و ناکس پامال کر رہا ہے - کسی وقت قیصر کسریٰ اور خاقان و فغفور کا سرِ پُر غرور رہ چکی ہے - اس مٹی سے خدا نے کیا کیا صورتیں بنائیں اور بگاڑیں - اور یہ چلتی پھرتی تصویریں جو آج ہمیں تمھیں نظر آ رہی ہیں - کل اسی مٹی کے ساتھ مٹّی ہو جائیں گی - پھر اس مٹّی سے ہم تم کیا کچھ بنائیں گے - اور پھر ہماری تمھاری مٹّی سے لوگ کیا کچھ نہ بنائیں گے - دُنیائے دوں کی ناپائداری اور غدّاری سے ناآشنا تو کوئی فرد بشر نہیں لیکن ایک شاعر کا غنچۂ دل تو شگفتہ ہونے سے پہلے ہی ان خیالات کی ہوم سے مُرجھا جاتا ہے - وہ جب کسی مکان کو دیکھتا ہے تو اُسے اُس مکان کے وہ مکین یاد آ جاتے ہیں - جن کا آج کوئی نام بھی نہیں لیتا - صرف یہی نہیں - بلکہ ایک ایک اینٹ اُسے زبانِ حال سے پکار کر کہتی ہے کہ میں ایک وقت کسی نازک اندام کے جسم کا حصّہ تھی - شراب ارغوانی اُسے کیا مست کر گئی

جب کہ جام و سبو اور خم اور کوزہ اُسے بتا رہے ہیں کہ ہم بھی کسی وقت تمھاری طرح تھے۔ اور تم بھی کسی وقت ہماری طرح ہو جاؤ گے۔ باغ کی سیر سے اُسے کیا لطف حاصل ہوگا جب کہ وہ سبزۂ لب جو کو کسی ماہرو کا جو آب زیرِ زمین ہے سبزۂ خط سمجھے گا۔ اور لالہ و گل کو اُس کا عارضِ میگوں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی عبرت آموزی دیکھئے۔ فرماتے ہیں۔

زدم تیشہ یک روز بر تلِ خاک	بگوش آمدم نالۂ دردناک
اگر می زنی بارے آہستہ تر	کہ چشم و بنا گوش و روئے و سر

میر محمد تقی صاحب کے یہ شعر بھی پنبۂ غفلت کے لئے نشتر کا کام دیتے ہیں

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر پڑا جو میر	یکسر وہ استخوان شکستہ سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر	میں بھی کبھی کسی کا سرِ پُر غرور تھا

مرزا صائب بھی اسی مضمون پر کہتے ہیں۔

نمی بینی ز استغنا بزیر پا۔ نمی دانی	کہ آخر می شود خار سرِ دیوار قبرگاہا

پھر ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

لالہ از خونِ جگر امروز ساغر می زند	بر سرِ کامرانی تاجدارے بودہ است

کسی اور اُستاد کا شعر ہے۔

ہیچ دانی میوہ را تاثیرِ شیریں از کجاست	زانکہ در زیرِ زمیں شیریں لباں خسپیدہ اند

حضرت خواجہ حافظ قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں۔

بدہ ساقی آں آبِ افسردہ را	بیا زندہ ساز ایں دلِ مردہ را
کہ ہر پارہ خشتے کہ بر منظرے ست	سرِ کیقبادے و اسکندرے ست
ہر آں گل کہ در بوستانے بود	مہِ عارضِ دلستانے بود
ہر آں شاخ سروے کہ در گلشنے است	قدِ دلبرے زلف سیمیں تنے است
بجز خونِ شاہاں دریں طشت نیست	بجز خاکِ خوباں دریں دشت نیست

حضرت شیخ شیراز رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں یہ مضمون اکثر پایا جاتا ہے۔ ولہ

خاک را ہے کہ براں میگذری ساکن باش — کہ عیون است و جفون است و خدو قد و بناگوش

یہ شعر بھی انہی کا ہے۔

آہستہ رو کہ بر سر بسیار آدم است — ایں جرم خاک را کہ تو امروز بر سری

پھر ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

ہر روز باد می برد از بوستاں گلے — مجروح می کند دل مسکیں بلبلے
روئیست ماہ پیکر و موئیست مشکبو — ہر لالہ کہ می دمد از خاک و سنبلے

بوستاں میں بھی ایک حکایت اسی مضمون کی نظم کی ہے۔

شنیدم کہ یک بار در دجلہ — سخن گفت با عابدے کلہ
کہ من فرِّ فرماندہی داشتم — بسر بر کلاہ مہی داشتم
سپہرم مدد کرد و نصرت وفاق — گرفتم بہ بازوے دولت عراق
طمع کردہ بودم کہ کرماں خورم — کہ ناگہ بخوردند کرماں سرم
بکن پنبۂ غفلت از گوش ہوش — کہ از مردگاں پندت آید بگوش

بعض شاعر تو مرنے سے پہلے ہی اپنے مدفن کو پارہ ہائے جگر سے لالہ زار بنا لیتے ہیں۔ ہلالی کا شعر ہے۔

ایں ہمہ لالہ کہ سر بر زدہ از خاک من است — پارہ ہائے جگر سوختہ چاک من است

دیکھئے ناسخ ارباب دولت کے کانوں سے پنبۂ غفلت کس طرح دور کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

غافلو! نشۂ دولت سے نہ اتنا بہکو — دیکھنا کاسۂ سر کاسۂ سائل ہوگا

ایک اور موقعہ پر لکھا ہے۔

گلعذاروں کو جو مدفون نہ کریں قبروں میں — سطح خاک سے پیدا کبھی گلزار نہ ہو

پھر فرماتے ہیں۔ کہ

کاسۂ چینی پہ اے منعم نہ کر اتنا غرور — ہم نے دیکھا ٹھوکریں کھاتے سر فغفور کو

حکیم صاحب کے دل پر دُنیا کی ناثباتی کا بہت اثر تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی دیدۂ عبرت نگاہ ہمیشہ وا رہی ہے۔ اور دُنیائے فانی کے چند روزہ قیام نے کبھی اُنھیں غافل نہیں کیا۔ ہستی مستعار کا یہ تاریک پہلو ہمیشہ اون کے مدِ نظر رہا۔ اس مضمون پر اُن کی رُباعیات کی کثرت صاف پتہ دیتی ہے کہ وہ اپنے پہلو میں دل۔ اور دل میں درد رکھتے تھے۔ غافل انسان کی طرح پندارِ ہستی کے نشہ نے اُنھیں کبھی مست نہیں کیا۔ دیکھئے اس ایک مضمون کو کتنی مختلف اور مؤثر طرزوں میں ادا کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

۱

ای چرخِ فلک خرابی از کینۂ تست
بیدادگری عادتِ دیرینۂ تست
ای خاک اگر سینۂ تو بشگافند
بس گوہرِ قیمتی کہ در سینۂ تست

اے آسمان یہ سب خرابی تیرے کینہ کی وجہ سے ہے۔ ظلم کرنا تیرا ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔ اے خاک اگر تیرے سینے کو چیر کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ کس قدر بے بہا جواہرات تیرے اندر مدفون ہیں۔

گوہرِ قیمتی۔ سے مُراد وہ نامی گرامی لوگ جو آب زیرِ زمین مدفون ہیں۔

۲

ہر سبزہ کہ بر کنارِ جوئے رستہ است
گویا زلبِ فرشتہ خوئے رستہ است
پا بر سرِ ہر سبزہ بخواری ننہی
کان سبزہ ز خاکِ لالہ روئے رستہ است

وہ سبزہ جو لبِ جو اُگا ہوا ہے۔ گویا کسی فرشتہ خو کا سبزۂ خط ہے۔ ہر سبزہ کو حقارت سے پامال نہ کر۔ کیونکہ وہ سبزہ کسی لالہ رو کی خاک سے اُگا ہی۔

بعض تذکرہ نویسوں نے یہ رباعی شیخ مجد الدّین کی لکھی ہی (۱)۔
اور بعضوں کی رائے میں شیخ نجم الدّین رازی کی ہے (۲)۔

رُباعی کے دوسرے دو مصرعے مروّجہ نسخۂ رُباعیات سے نقل ہوئے۔ لیکن اور جہاں

(۱) دیکھو آتشکدہ آذر ترجمہ شیخ مجد الدّین ۱۲۔ (۲) دیکھو تذکرۂ حسینی شیخ نجم الدّین رازی ۱۲۔

کہیں دیکھے گئے۔ اس طرح ستھے۔ کہ

تا بر سر لالہ پا بخواری ننہی	.	کان لالہ زخاک ماہروے رستہ است

اور غالباً صحیح یہ دوسرا نسخہ ہی ہے۔

خاری کہ بزیر پائے ہر حیوانیست ہر خشت کہ بر کنگرۂ ایوانیست	۳	زلف صنمے و ابروے جانانیست انگشت وزیرے و سر سلطانیست

یعنی وہ کانٹا جسے اب حیوانات پامال کر رہے ہیں۔ کسی صنم کی زلف اور کسی محبوب کے ابرو کا بال ہے۔ اور وہ اینٹ جو اب کنگرۂ ایوان پر لگی ہوئی ہے۔ کسی وزیر کی انگلی اور کسی بادشاہ کے سر کی مٹی سے بنی ہے۔
محمد بن خالد الآجری۔ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انھوں نے فرمایا۔ کہ میں کسی زمانہ میں خشت گری کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں اینٹوں میں سے گزر رہا تھا کہ ناگاہ میں نے سنا کہ ایک اینٹ دوسری اینٹ کو کہہ رہی ہے کہ تجھ پر سلامتی ہو کہ آج ہم آگ میں ڈالے جائیں گے۔ یہ سنکر میں نے مزدوروں کو منع کر دیا کہ اینٹیں آگ میں نہ ڈالی جائیں۔ اور اس کے بعد میں نے کبھی خشت پزی کا کام نہ کیا۔

این کوزہ چو من عاشق زارے بودست این دستہ کہ در گردن او می بینی	۴	در بند سر زلف نگارے بودست دستیست کہ در گردن یارے بودست

یہ کوزہ بھی کسی وقت میری طرح عاشق زار رہا ہے۔ اور کسی معشوق کی زلف کا گرفتار رہا ہے۔ یہ دستہ جو اب اوس کی گردن میں ہے ایک ایسے ہاتھ کی مٹی سے بنا ہے۔ جو کسی وقت کسی معشوق کی گردن کا ہار تھا۔

در ہر دشتے کہ لالہ زارے بودست	۵	آن لالہ زخون شہر یارے بودست

هر برگ بنفشه کز زمین میروید — خالیست که بر رخ نگاری بوده است

یعنی صحرا کے لالہ زار کا ہر ایک لالہ کسی بادشاہ کے خون سے اُگا ہے - اور بنفشہ کی پتّی پتّی جو زمین سے اُگتی ہے - کسی وقت کسی معشوق کے چہرہ کا خال رہی ہے -

۶
پیش از من و تو لیل و نہاری بودہ است
گردندہ فلک بر سر کاری بودہ است
زنہار قدم بخاک آہستہ نہی
کاں مردمک چشم نگاری بودہ است

یعنی مجھ سے اور تجھ سے پہلے بھی لیل و نہار کا یہی حال رہا ہے - اور آسمان کسی کام کے لئے ہی گردش کرتا رہا ہے - خبردار ! زمین پر آہستہ قدم رکھ کیونکہ تیرے پاؤں کے نیچے کی مٹی کسی وقت کسی معشوق کی آنکھ کی پتلی رہی ہے -

پہلے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ ہمیشہ اسی طرح بنتا اور بگڑتا چلا آیا ہے - اور دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ آسمان کی گردش ہمیشہ اسی طرح بناتی اور بگاڑتی چلی آئی ہے -

آہستہ خرام بلکہ مخرام — زیر قدمت ہزار جان است

بعضوں کے نزدیک یہ رُباعی افضل الدّین کاشی کی ہے (۱)

۷
گردوں ز زمین ہیچ گلے بر نارد
کش نشکند و باز بگل بسپارد
گر ابر چو آب خاک را بردارد
تا حشر ہمہ خون عزیزاں بارد

آسمان، کوئی ایسا پھول زمین سے پیدا نہیں کرتا جسے پھر توڑ کر مٹی میں نہ پھینک دے۔ اگر بادل اس کی جگہ خاک کو اُٹھا لیجاتے - تو قیامت تک عزیزوں کے خون

(۱) دیکھو تذکرہ حسینی ترجمہ افضل الدّین کاشی - ۱۲ -

کی بارش ہوتی رہتی۔

مطلب یہ کہ زمین میں استے گرامی قدر لوگ مدفون ہیں کہ اگر پانی کی جگہ خاک بخارات بن کر اڑ جاتی اور پھر برستی تو تم دیکھتے کہ قیامت تک خون برستا رہتا اس میں شک نہیں کہ یہ خونخوار زمین بے حساب لوگوں کا خون پی چکی ہے۔

طوریست کہ صد ہزار موسیٰ دیدست	۸	دیریست کہ صد ہزار عیسیٰ دیدست
قصریست کہ صد ہزار قیصر بگذشت		طاقیست کہ صد ہزار کسریٰ دیدست

یعنی دُنیا کو کوہِ طور کی مثال سمجھو کہ (ایک تجلّی کے لئے) یہاں لاکھوں موسیٰ آئے اور گئے یا ایک دیر سمجھو کہ ہزار ہا عیسیٰ آئے اور چلے گئے۔ دُنیا ایک قصر ہے جس پر لاکھوں قیصر یکے بعد دیگرے قابض رہ چکے ہیں یا ایک طاق ہے کہ کئی کسریٰ اُسے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔

طور و موسیٰ۔ دیر و عیسیٰ۔ قصر و قیصر اور طاق و کسریٰ کی رعایت ظاہر۔

ہماں حلاست ایں بیابانِ دور	کہ گم شد درو لشکر سلم و تور
ہماں منزلست ایں جہانِ خراب	کہ دیدہ است ایوانِ افراسیاب

(حافظ)

ایں کہنہ رباط را کہ عالم نام است	۹	آرامگہ ابلق صبح و شام است
بزمیست کہ وا ماندۂ صد جمشید است		قصریست کہ تکیہ گاہ صد بہرام است

یہ پُرانی سرائے جس کا نام دُنیا ہے اور جو ابلق صبح و شام کی آرامگاہ ہے۔ یہ ایک ایسی بزم ہے کہ جس میں صدہا جمشید آئے اور چلے گئے۔ اور ایک ایسا قصر ہے کہ کئی بادشاہوں کا تکیہ گاہ رہ چکا ہے۔

ابلق ۔ عموماً دو رنگ کی ہر ایک چیز اور خصوصاً دو رنگ کا گھوڑا یعنی سفید اور سیاہ۔ مُعرّب ابلک۔ ابلق صبح و شام یا ابلق ایام یا ابلق زمانہ سے

مُراد - زمانہ یا دنیا یا روزگار بہ اعتبار سفیدی و سیاہی شب و روز - بہرام ایک مشہور بادشاہ کا نام ہے -

پیش از تو بسے مرد و بسے زن بودست زود آکہ تن تو خاک گردد زیرا	۱۰	کافاق ز جملہ شاں مزین بودست خاک تو دگر ہزار رہ تن بودست

تجھ سے پہلے بھی بہت سے مرد و زن دُنیا میں آچکے ہیں - اور دُنیا کے لئے باعث زینت رہ چکے ہیں - جلدی آکہ تیرا جسم بھی خاک ہو جائے گا اور تیری جسم کی خاک اس سے پہلے بھی ہزارہا مرد و زن کے جسم کی خاک رہ چکی ہے -

آں قصر کہ بہرام درو جام گرفت بہرام کہ گور می گرفتے دائم	۱۱	روبہ بچہ کرد و شیر آرام گرفت امروز نگر کہ گور بہرام گرفت

وہ محل کہ جہاں بہرام شراب پیا کرتا تھا - اب اوس میں روباہ بچّے دے رہی ہے اور شیر آرام کر رہے ہیں - بہرام کہ ہمیشہ گورخر کا شکار کیا کرتا تھا - آج دیکھ کہ خود قبر کا شکار ہو گیا -

گور سے مراد گورخر - ایک جنگلی جانور کا نام ہے - بہرام اکثر گورخر کا شکار کیا کرتا تھا - اس لئے اُسے بہرام گور بھی کہتے ہیں -

پردہ داری می کند بر قصر قیصر عنکبوت		بوم نوبت می زند بر گنبد افراسیاب

آنکس کہ زمین و چرخ و افلاک نہاد بسیار لب چو لعل و زلفین چو مشک	۱۲	بس داغ کہ او بر دل غمناک نہاد در طبل زمین و حقۂ خاک نہاد

زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے نے غمگین دل پر بہت داغ لگائے - کئی لعل جیسے لب زمین میں دفن کئے - اور کئی عنبرین زُلفیں خاک میں ملا دیں -

طبل وطبلہ - بمعنے حُقّہ -

حُقّہ - بضم وتشدید قاف - لکڑی کی ڈبیا جس میں موتی - جواہرات معجون اور عطر وغیرہ رکھتے ہیں -

لعل و مشک اور طبل وحقّہ کی رعایت ظاہر ہے -

آنہا کہ فلک بدہ و دہر آرایند در دامن آسمان و در زیر زمین	۱۳	آیند و روند و باز با دہر آیند خلقیست کہ با خدای دہر آسایند

وہ لوگ جو فلکیات کے ماہر اور زمانے کے لئے موجب آرائش ہیں - دُنیا میں آتے ہیں اور جاتے ہیں اور پھر آتے ہیں - آسمان کے دامن میں اور زمین کے نیچے بے تعداد ایسے لوگ ہیں جو خدا سے جا ملے ہیں اور آرام میں پڑے ہیں

دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی مٹی یکے بعد دیگرے ہزارہا انسانوں کے جسم کا حصہ بنتی ہے - انسان مرجاتا ہے تو اوس کے جسم کی مٹی دوسرے جسموں میں خرچ ہوتی ہے اور پھر انسانی صورت میں دُنیا میں نمودار ہوتی ہے - اس مصرعہ سے تناسخ لازم نہیں آتا -

لب بر لب کوزہ بیچ دانی مقصود آخر چو وجودِ من نہ ماندہ موجود	۱۴	یعنی لب من نیز چو لبہا تو بود لبہات چنیں شود بفرمانِ ودود

جب تو اپنے لب کوزے کے لب پر رکھتا ہے تو کوزہ (زبان حال سے) کہتا ہے کہ کسی وقت میرے لب بھی تیرے لبوں کی طرح تھے - آخر جب میرا وجود نہیں رہا - تو خدا کے حکم سے تیرے لب بھی اسی طرح ہو جائیں گے -

دی کوزہ گری بدیدم اندر بازار وان گل بزبان حال با وی میگفت	۱۵	بر پارہ گلے لگد ہمی زد بسیار من ہمچو تو بودہ ام مرا نیکو دار

کل میں نے ایک کوزہ گر کو بازار میں دیکھا - کہ مٹی میں لاتیں مار رہا ہے - (یعنی گوندھ رہا ہے) اور وہ مٹی اُسے زبانِ حال سے کہتی ہے کہ کسی وقت میں بھی تیری طرح انسان تھی میری عزّت کر -

۱۶

این اہلِ قبور خاک گشتند و غبار
ہر ذرّہ ز ہر ذرّہ گرفتند کنار
آہ این چہ شراب است کہ تا روزِ شمار
بیخود شدہ و بیخبر اند از ہمہ کار

اہلِ قبور خاک اور غبار ہو گئے جسم کا ہر ایک ذرّہ دوسرے ذرّہ سے جدا ہو گیا - آہ ! یہ کیسی شراب ہے کہ جس کے نشہ سے یہ لوگ قیامت تک بیخود اور کاروبار سے بے خبر ہو گئے
شراب سے مراد شرابِ موت -

۱۷

لب بر لبِ کوزہ بردم از غایتِ آز
تا زو طلبم واسطۂ عمرِ دراز
با من بزبانِ حال بگفت این راز
عمرے چو تو بودہ ام دمی با من ساز

میں نے نہایت حرص سے کوزے کے لب پر اپنا لب رکھا - تاکہ اُس سے درازیِ عُمر کا ذریعہ حاصل کروں - (یعنی شراب پی کر عُمر دراز کروں -) لیکن کوزے نے زبانِ حال سے مجھے یہ راز بتایا - کہ میں بھی مدّت تک تیری طرح انسان رہا ہوں - تو بھی تھوڑی دیر کے لئے مجھ سے مشغول ہو لے (یا موافقت پیدا کر -)
یعنی آخر کار تو بھی مجھ جیسا ہو جائے گا -

۱۸

مرغے دیدم نشستہ بر بارۂ طوس
در پیش نہادہ کلۂ کیکاؤس
با کلہ ہمی گفت کہ افسوس افسوس
کو بانگِ جرسہا و کجا نالۂ کوس

میں نے دیکھا کہ ایک پرندہ قلعۂ طوس پر بیٹھا ہے اور کیکاؤس کا کاسۂ سر سامنے رکھتا ہے اور اُس سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے کہ افسوس افسوس ! وہ بادشاہی

جرس س دکوس کی آوازیں اب کہاں ہیں۔

بارہ - بروزن خارہ - دیوار و حصار قلعہ - وشہر - **طوس** - معرب توس - خراسان کے ایک مشہور شہر کا نام ہے - **کیکاؤس** - ایران کے ایک بادشاہ کا نام - جس کا سپہ سالار رستم تھا۔

بر دُرگہ اُو شہاں نہادندے رُو بنشستہ ہمی گفت کہ کوکو! کوکو!	۱۹	آں قصر کہ بر چرخ ہمی زد پہلو دیدیم کہ بر کنگرہ او فاختہ

وہ محل جو آسمان سے باتیں کر رہا تھا - اور جس کے آستانہ پر بادشاہ سر رکھتے تھے میں نے دیکھا کہ اُس کے کنگرہ پر ایک فاختہ بیٹھی کوکو! کوکو! کر رہی ہے - یعنی کہہ رہی ہے کہ اس محل کے مالک کہاں گئے اور اُن کا جاہ و جلال کیا ہوا۔

کوکو - فاختہ کی آواز۔

دیدم دو ہزار کوزہ گویا و خموش کو کوزہ گر و کوزہ خر و کوزہ فروش	۲۰	در کارگہِ کوزہ گری بودم دوش ہر یک بزبانِ حال با من گفتند

کل میں ایک کوزہ گر کے کارخانے میں تھا کہ دیکھا کہ ہزار ہا کوزے پڑے ہیں جو گویا بھی ہیں اور خاموش بھی - ہر ایک کوزہ زبان حال سے مجھے کہتا تھا کہ وہ کوزے بنانے والے - خریدنے والے اور بیچنے والے کدھر گئے۔

یعنی جس طرح وہ نہیں رہے - تم بھی نہ رہو گے - گویا و خموش سے یہ مُراد ہے کہ بظاہر تو وہ خاموش تھے - لیکن زبان حال سے سب کچھ کہہ رہے تھے۔

از تن برود دوران پاکِ من و تو نہ در تا بد بر سرِ خاکِ من و تو	۲۱	روزے کہ بود وقتِ ہلاکِ من و تو از بسکہ بنا شیم - از پیچ کبود

جس دن میری اور تیری موت کا وقت آئے گا - اور جان پاک میرے اور

تیرے جسم سے جُدا ہو جائیگی - ہم نہ ہوں گے - اور مُدّتوں تک میری اور تیری خاک پر آسمان سے چاند روشنی ڈالتا رہے گا -

مطلب یہ کہ ہم نہ ہوں گے - مگر دُنیا کا سلسلہ اور یہہ چاند ستارے اسی طرح رہیں گے -

چون رفت ز جسم جوہر روشن تو آیند و روند و ہیچکس نشناسد	۴۲	با جنس دگر کنند مسکن تو تا زیر زمین چہ میرود بر تن تو

جب تیری جان تیرے جسم سے نکل جائے گی - تو تیرا مسکن دوسری جنس کے اندر بنا دے گی - (یعنی خاک میں ملا دے گی -) لوگ تیری قبر پر آئیں گے - اور جائیں گے - لیکن کسی کو معلوم نہ ہوگا کہ زمین کے نیچے تیرے جسم پر کیا کچھ گزر رہا ہے -

چون رفت ز تن روان پاک من و تو وانگہ ز برائی خشت گور دگران	۴۳	خشتے دو نہند بر مغاک من و تو در کالبدی کشند خاک من و تو

جب تیری اور میری پاک جان جسم سے نکل جائے گی - تو ہماری قبروں میں دو چار اینٹیں رکھ دیں گے - اور پھر اس کے بعد دوسری لوگوں کی قبروں کی اینٹیں بنانے کے لئے ہماری مٹی کو قالب میں ڈالیں گے - مغاک - گڑھا - اوقبر -

جاں رفت درین راہ خطرناک شدہ بس ہمدگری کہ بگذرد بر من و تو	۴۴	تن زیر زمین ز نیک و بد پاک شدہ وانچہ از ہر دو جہاں خاک شدہ

جان اس خطرناک رستہ میں چلی گئی - اور جسم زمین کے نیچے نیک اور بد سے پاک ہو گیا - ہماری خاک سے ہزاروں لوگ گزریں گے - اور ہم دونوں

جہانوں سے بے خبر مٹی میں مٹی بنے ہوں گے۔

درکارگہ کوزہ گری کردم رائی میکرد سبو و کوزہ را دستہ و نائی	۲۵	در پایۂ چرخ دیدم استادہ بپای از کلۂ بادشاہ واز دست گدائی

میں نے کوزہ گر کے کارخانے میں بہ نظر تعمق دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوزہ گر چرخ کے پائے پر کھڑا ہوا سبو اور کوزے کا دستہ اور گردن۔ بادشاہ کے سر کی اور گدا کے ہاتھ کی مٹی سے بنا رہا ہے۔

چرخ سے مراد کوزہ گر کا چرخ جس پر وہ برتن بناتا ہے۔

مطلب یہ کہ مرکر شاہ و گدا میں کوئی تمیز باقی نہیں رہتی۔ دونوں کی مٹی یکجا گوندھی جاتی ہے اور اُس سے برتن بنائے جاتے ہیں۔

بر سنگ زدم دوش سبوی کاشی با من بزبان حال میگفت سبو	۲۶	سرمست بدم کہ کردم ایں او باشی من چو تو بدم تو نیز چون من باشی

کل میں نے ایک سبوئے کاشی کو پتھر پر دے مارا۔ میں مست تھا اسلئے یہ اوباشی کا کام کیا۔ وہ سبو زبان حال سے مجھے کہتا تھا۔ کہ میں بھی کبھی تیری طرح تھا۔ اور تو بھی کبھی میری طرح ہو جائے گا۔

کاشی ــ چینی نما برتن۔

ای کوزہ گرا بکوش گر ہشیاری انگشتِ فریدون و سرِ کیخسرو	۲۷	تا چند کنی بر گل آدم خواری بر چرخ نہادۂ چہ می پنداری

اے کوزہ گر! اگر تو ہشیار ہے تو کوشش کر۔ کب تک انسان کی مٹی کی ساتھ خواری کرے گا۔ تجھے معلوم نہیں۔ کہ تو نے چرخ پر فریدون کی اُنگلی کی اور کیخسرو کے سر کی مٹی چڑھائی ہے۔

برکوزہ گرے پریر کردم گذرے من دیدم اگر ندید ہر بے بصرے	۳۸	ازخاک ہمی نمود ہر دم ہنرے خاک پدرم برکفِ ہر کوزہ گرے

پرسوں میں ایک کوزہ گر کے پاس سے گزرا۔ (دیکھا کہ) وہ دم بدم مٹی کو موڑ توڑ کر نئی نئی چیزیں بنا رہا ہے۔ جو لوگ نورِ بصیرت سے خالی ہیں۔ وہ نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن میں تو صاف دیکھ رہا ہوں۔ کہ ہر ایک کوزہ گر کے ہاتھ میں ہمارے آباؤ اجداد کے جسم کی مٹی ہے۔

پریر ۔ پریروز۔ پرسوں (گزشتہ) **بتر** ۔ بدتر۔

مطلب یہ کہ کمہار جس مٹی سے برتن بناتا ہے۔ اُس مٹی میں انسانوں کے بدن کی مٹی شامل ہے۔ ظاہر ہے کہ جب کچھ مدّت کے بعد قبروں کا نشان باقی نہیں رہتا۔ وُہی قبروں کی مٹی اینٹوں اور برتنوں کے کام آتی ہے۔

واعظ اور ناصح سے بیزاری

حضرتِ ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرشِ راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے۔ کیا
(غالب)

شاعروں اور واعظوں کی آپس میں آباو اجداد سے دُشمنی چلی آتی ہے۔ وجہ یہ کہ شاعر عاشق ہوتے ہیں۔ یا کم از کم عشق کا دم بھرتے ہیں اور عشق ہمیشہ بے پروا۔ بے خطر اور نامصلحت اندیش رہا ہے۔ اسے

وعظ و نصیحت سے کیا کام - بلکہ نصیحت اُلٹا یہ اثر کرتی ہے - کہ آتشِ شوق تیز تر ہو جاتی ہے -

معشوقہ چو عشوۂ دلآویز کند	عاشق ز بلا چگونہ پرہیز کند
با دستِ نصیحت کساں در گوشم	امّا با دیگہ آتشم تیز کند

(سامی)

عشق کا کمال اسی میں ہے کہ اُس کے سمندِ شوق کی نظروں میں دشت و جبل اور بر و بحر میں کچھ تمیز باقی نہ رہے - نشیب و فراز کو نہ دیکھے اور کودتا پھاندتا چلا جائے - پند و نصیحت اُس کے لئے سنگِ راہ ہوتی ہے - اس لئے عاشق ہمیشہ واعظوں اور ناصحوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے - وہ جانتا ہے - کہ حضرت واعظ کے دل میں دردِ عشق نہیں - اُسے عاشق کے شب و روز سے واقفیت نہیں - اوس کی نصیحتیں بے دردی کا نتیجہ ہیں - اگر واعظ بھی کسی کے عشق میں مبتلا ہوتا - تو یہہ باتیں نہ کہتا - عاشق دُعا کرتا ہے کہ خدایا اس ظالم واعظ کو بھی میری طرح وادیِ عشق میں سرگرداں کر - اور راہِ طلب میں اس کے پاؤں کو بھی خارِ مُغیلاں سے آشنا کر تاکہ اُس بیدرد کے دل میں ہمدردی پیدا ہو اور ہماری حالتِ زار سے آگہی ہو -

اے خداوند یکے یارِ ستمگارش دہ	ظالم و فتنہ گر و شوخ و جفاکارش دہ
چند روزہ ز پئے تجربہ بیمارش کن	با طبیبانِ جفا پیشہ سر و کارش دہ
تا بداند کہ شبِ ما بچساں می گذرد	دردِ عشقش دہ و عشقش دہ و بسیارش دہ

مرحوم خواجہ الطاف حسین صاحب حالی جیسے مولوی شاعر کو دیکھئے کہ بیچارے ناصح کو دائرۂ انسانیت سے بھی خارج سمجھتے ہیں - اور فرماتے ہیں - کہ

ہم نہ تھے آگاہ واعظ زشت خوئی سے تری	آدمی تجھکو سمجھکر پاس آ بیٹھے تھے ہم

ایک اور صاحب کہتے ہیں -

واعظ بہ طعنہ گفت کہ روئے بتاں مبیں ۔۔۔ ای بے تمیز دیدۂ بینا برائے چیست ؟

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ تو سب سے زیادہ واعظوں کے دشمن ہیں فرماتے ہیں ۔

کجائی اے کہ لعنت کنی و طعنہ زنی ۔۔۔ تو برکناری و ما اوفتادہ در غرقاب

حکیم صاحب بھی آخر شاعر تھے ۔ واعظوں سے نفرت انھیں بھی ترکہ میں ملی ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

۱
ای خواجہ چہ کم کاہم رواکن مارا ۔۔۔ دم درکش و در کار خدا کن مارا
ما راست رویم لیک تو کج می بینی ۔۔۔ رو چارۂ دیدہ کن رہا کن مارا

خواجہ صاحب ! میری ایک عرض قبول کیجئے ۔ خاموش ہو جئے ۔ اور ہمیں خدا پر چھوڑیئے ۔ ہم تو راست رو ہیں ۔ لیکن آپ کج بین واقع ہوئے ہیں ۔ ہمیں معاف کیجئے ۔ اور اپنی آنکھوں کا علاج کیجئے ۔

تہِ خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو ۔۔۔ تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

۲
قدر گل و مل بادہ پرستاں دانند ۔۔۔ نے تنگدلان و تنگ دستاں دانند
از بیخبری بیخبراں معذوراند ۔۔۔ ذوقیست دریں بادہ کہ مستاں دانند

گل و مل کی قدر تو بادہ پرست ہی جانتے ہیں ۔ تنگدل اور تنگدست لوگ اس کی قدر کیا جانیں ۔ یہ بے وقوف لوگ بے خبری کی وجہ سے معذور ہیں ۔ شراب میں ایک ایسی لذت ہے جسے مست ہی جانتے ہیں ۔

مل ۔ یعنے شراب ۔ تنگدل اور بے خرد سے اشارہ واعظوں اور ناصحوں کی طرف ہے ۔

۳
دستی چو منی چو جام و ساغر گیرد ۔۔۔ حیف است کہ آن بادہ کم تر گیرد

تو زاہدِ خشکی و منم عاشق تر		آتش نشنیدہ ام کہ در تر گیرد

تجھ جیسا آدمی جب جام و ساغر ہاتھ میں لے تو افسوس ہے کہ تھوڑی شراب پیئے۔ تو زاہدِ خشک ہے اور میں عاشق تر ہوں۔ میں نے کبھی نہیں سُنا کہ آگ تر چیز کو لگی ہو۔

مطلب یہ ہے کہ ہم عاشق تر ہیں۔ شراب آتشیں ہم خواہ کتنی مقدار میں پئیں۔ ہم پر بُرا اثر نہیں کر سکتی۔ البتہ زاہد خشک دماغ ہے۔ اس کو تھوڑی سی شراب بھی بدمست کر دے گی۔ کیونکہ آگ خشک چیز کو بہت جلد جلا دیتی ہے۔

ڈاکٹر اقبال نے زاہد کی خشک دماغی کا اچھا علاج تجویز کیا ہے۔

زاہدِ شہر کہ ہے سوختہ طبعی میں مثال		خشک ہے اس کو غریق یم صہبا کر دیں

ما ئیم کہ سر مستِ شرابیم مُدام	۴	در مجلسِ ما نیست بجز بادہ و جام
بگذار نصیحتِ من ای زاہدِ خام		ما بادہ پرستیم و لبِ یار بکام

ہم ہمیشہ شراب سے مست رہتے ہیں۔ اور ہماری مجلس میں سوائے بادہ و جام کے اور کچھ نہیں ہے۔ اے زاہد خام! ہمیں ان نصیحتوں سے مُعاف رکھ کہ ہم بادہ پرست ہیں اور لب یار سے کامگار۔

اُفتادہ مرا با مئے و مستی کارے	۵	خلقم ز چہ میکند ملامت بارے
ای کاش کہ ہر کدام مستی کردی		تا من بجہاں نہ دیدمے ہشیارے

مجھے تو شراب اور مستی سے کام ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ لوگ خواہ مخواہ مجھے لعن و طعن کیوں کرتے ہیں۔ کاش کہ تمام لوگ مست ہوتے۔ تاکہ مجھے کوئی ہوشیار نظر نہ آتا۔

سچے دوستوں کی کمی

پری اندر کس نمی بینیم یاراں راچہ شد	دوستی کے آخر آمد دوستداراں راچہ شد
لعلے از کان مروت برنیامد سالہاست	تابش خورشید وسعی ابر و باراں راچہ شد
کس نمی گوید کہ یارے داشت حق دوستی	حق شناساں راچہ حال افتاد یاراں راچہ شد

(حافظ)

افسوس ہے کہ سچے دوستوں کی کمی ہمیشہ رہی ہے۔ اور اب بھی ہے۔ اپنے اپنے زمانے میں تمام لوگ یہی شکایت کرتے چلے آئے ہیں۔ دوست وہ ہے کہ وقت پر کام آئے۔ لیکن ایسے دوست کا وجود دُنیا میں اَلنَّادِرُ کَالْمَعْدُوْم ہے۔ غرض پرستی سے تو دنیا پہلے بھی کبھی خالی نہیں رہی۔ لیکن ہمارے اس زمانے میں تو یہ نحوست حد سے زیادہ تجاوز کر گئی ہے۔ ایک آدمی دوسرے آدمی سے ملتا اس لئے ہے کہ اپنی مطلب برآری کرے۔ محبت اس لئے کرتا ہے کہ اس اظہار محبت سے فریق ثانی سے کچھ حاصل کرے۔ دوستی اس لئے ہے کہ دوستی کے لباس میں دشمنی کا موقعہ ملے۔ اِلّا ماشاء اللہ۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ دوست کی صداقت اور اُس کے خلوص کا یہ معیار بیان فرماتے ہیں۔ کہ

دوست بنود آنکہ در نعمت زند	لاف یاری و برادر خواندگی
دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست	در پریشاں حالی و درماندگی

خدا کسی کو پریشاں حالی اور درماندگی میں نہ ڈالے اور دوستوں کی آزمائش کا موقعہ ہی نہ دے۔ ورنہ اکثر دوست اس امتحان میں پورے نہیں اُترتے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ نظم و نثر میں اپنائے زمان اور دُنیا

کے دوستوں کی شکایت ہمیشہ سے کرتے چلے آتے ہیں۔
غنی کشمیری دوستوں کو مہرہ ہائے شطرنج سے تشبیہ دیکر کہتا ہے۔

کردم ہر چند جستجو در عالم | یاران موافق بجہاں دیدم کم
افسوس کہ ہیچ مہرہ ہائے شطرنج | یکرنگ نیند ہمنشیناں باہم

شوکت بخارائی نے بھی اسی مضمون پر کہا ہے

بیوفا نیست گل دوستی اہل جہاں | گردہم کشتن شان گردش ایام اود

سرخوش کی یہ ایک رُباعی بھی اسی شکایت پر ہے۔

یاران زماں راہمہ از کہ تا مہ | دیدیم بہ تحقیق درین ویراں دہ
بایکدگر اختلاط چوں بندِ قبا | دارند ولے نیند خالی ز گرہ

مرزا طاہر وحید کو تو دوستوں سے جوابِ سلام کی بھی امید نہیں۔ فرماتے ہیں۔

چشم کرم مدار ز ابنائے روزگار | دشوار می دہند جوابِ سلام را

اثر کی اس رُباعی میں بھی یہی مضمون ہے۔

از صحبتِ دوستانِ این دور خلاف | رمزے گویم اگر نگیری بہ گزاف
چوں شیشۂ ساعت اند پیوستہ بہم | دلہا ہمہ پُر غبار و روہا ہمہ صاف

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی رائے اس بارے میں نہایت قیمتی ہے۔ اور اُن کی تجویز قابلِ عمل۔ فرماتے ہیں۔

بہ ہیچ یار مدہ خاطر و بہ ہیچ دیار | کہ برّ و بحر فراخ است و آدمی بسیار
گرت ہزار بدیع الجمال پیش آید | ببین و بگذر و خاطر بہ ہیچ یک مسپار
مخالطِ ہمہ کس باش تا بخندی خوش | نہ پائے بندِ کسے کز غمش بگریٔ زار
گرت سلام کند دام می نہد صیاد | وگر نیاز کند کیسہ می برد طرّار
باعتمادِ وفا نقدِ عمر صرف مکن
کہ عنقریب تو بے زر شوی و او بیزار

حکیم عمر خیام کے زمانے میں بھی یہی حال ہوگا - فرماتے ہیں -

آن به که درین زمانه کم گیری دوست آنکس که بجملگی ترا تکیه بدوست	۱	با اہل زمانه صحبت از دور نکوست چون چشم خرد باز کنی دشمن اوست

بہتر یہی ہے کہ تو اس زمانے میں کسی کو دوست نہ بنائے - کیونکہ اہل زمانہ کے ساتھ دور ہی کی صاحب سلامت اچھی ہے - وہ شخص کہ سراسر تیرا بھروسہ اسی پر ہے - اگر غور سے دیکھے تو وہی تیرا دشمن ہے -

بود اہل جہاں را دشمنی از دوستی حاصل		که بیخیزد غبار اینجا ز گرد یک دگر گشتن

از آتش این طائفه جز دود نیست دستے که ز دست چرخ بر سر دارم	۲	در ہیچکسم امید بہبود نیست در دامن ہر که میزنم سود نیست

اس طائفہ کی آگ سے سوائے دھوئیں کے کچھ حاصل نہیں - اور کسی شخص سے مجھے بہبودی کی امید نہیں - آسمان کے ہاتھ سے میں ہمیشہ فریاد کرتا ہوں اور جس کے دامن میں ہاتھ ڈالتا ہوں کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا -

مطلب یہ کہ ابنائے زمان کی آگ سے یہ فائدہ تو نہیں کہ ہاتھ پاؤں گرم کریں البتہ اتنا نقصان ضرور ہے کہ آنکھوں کو دھواں پہنچتا ہے -

دست بر سر داشتن - فریاد کرنا - سر پہ ہاتھ دھر کے رونا -

بعض لوگوں کی رائے میں یہ رباعی سراج الدین قزوینی (سراجی) کی ہے - (۱)

سودے تو درین قوم چه کردی که خرند سائے یکبار آب جوئت ندہند	۳	دانش چه بری که از تو دانش نخرند روزے صد بار آبروئت ببرند

تو نے ان لوگوں میں رہ کر کیا فائدہ اٹھایا یہ تو گدھے ہیں - تو عقل کیا لئے پھرتا

(۱) دیکھو تذکرہ حسینی ترجمہ سراج الدین سراجی ص ۱۴۳ -

ہے کہ یہ لوگ عقل کے خریدار نہیں۔ سال میں ایک دفعہ بھی پانی تک تجھے نہ پلائیں گے۔ اور دن میں سو دفعہ تیری آبروریزی کریں گے۔

ادھر "سالے یکبار" اور "آب جو" اور ادھر "روزے صدبار" اور "آبرو" نہایت عمدہ مقابلہ ہے۔

۴

شد دعوی دوستی درین دہر حرام
الفت ز کہ مردمی کجا دوست کدام
دامن ز ہمہ کشیدن اولیٰ باشد
از دور بہر یکے سلام است و کلام

اس زمانے میں دوستی کا دعوے حرام ہے۔ الفت کہاں؟ مروت کہاں؟ اور دوست کہاں؟ بہتر یہی ہے کہ تمام لوگوں سے کنارہ کشی کرلی جائے۔ اور سب کے ساتھ دور ہی سے سلام و کلام ہو۔ اور بس۔

حسینوں سے فقط صاحب سلامت دور کی اچھی
نہ ان کی دوستی اچھی نہ ان کی دشمنی اچھی

۵

در دہ مئے لعل لالہ گوں ای ساقی
بکشای ز حلق شیشہ خوں ای ساقی
کامروز برون ز جام مے نیست مرا
یکدوست کہ پاکست درون ای ساقی

اے ساقی شراب سرخ دے۔ اور صراحی کے حلق سے خون (شراب) نکال۔ کیونکہ اس زمانے میں سوائے جام مئے کے ایک دوست بھی ایسا نہیں جو دل کا صاف ہو۔

رُباعیات عمر خیام کی تعداد بڑھانے کے لئے لوگوں نے ایک ایک کی دو دو رباعیاں بنائی ہیں۔ مثلاً اسی رُباعی سے ایک اور رُباعی نکالی ہے اور اُسے علیحدہ لکھا ہے۔ یعنی

۶

در دہ مئے لعل لالہ گون صافی
بکشای ز حلق شیشہ خون صافی
کامروز برون ز جام مے نیست مرا
یکدوست کہ دارد اندرون صافی

صرف ایک دو لفظوں کا فرق ہے اور بس۔

کج دار و مریز

در میان قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ
باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

مشہور فارسی مثل ہے "کج دار و مریز" یعنی ایک لبریز پیالہ کسی کے ہاتھ میں دیکر اُسے کہنا کہ اسے ٹیڑھا کرو۔ لیکن خبردار پانی نہ گرے۔ ظاہر ہے کہ اس حکم کی تعمیل ناممکنات سے ہے۔ اسی طرح دُنیا میں جہاں لغزش کے موقع بہت ہیں۔ انسان ضعیف البنیان کا باوجود بشری کمزوریوں کے معصوم رہنا مشکل ہے۔ فرشتے معصوم ہیں۔ لیکن اُن کی عصمت اکتسابی نہیں جبلّی ہے۔ اسی بناء پر کہا گیا ہے کہ۔

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا	مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

اسی طرح عاشق بھی اپنے آپ کو معذور سمجھتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ جب حُسن کی دلربائی کا یہ عالم ہے تو میرا دل پتھر کا ٹکڑا تو نہیں کہ اُس پر اثر نہ ہو۔ خُدا کو بھی یہی جواب دیتا ہے کہ اگر مجھے عشق سے منع کیا جاتا ہے۔ تو دنیا میں حُسن کیوں پیدا کیا تھا۔ معشوق اگر کچھ کہے تو اُس کو بھی یہی کہتا ہے کہ میرا کیا قصور ہے تو اتنا خوبصورت کیوں ہے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ دوستوں کی نصیحتوں کے جواب میں فرماتے ہیں۔

دوستاں منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم	باید اول بتو گفتن کہ چنیں خوب چرائی

پھر ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

مردماں در سن وبیہوشیِ من حیرانند ‏ ‏ ‏ من در آں کس کہ ترا بیند و حیران نشود

ایک اور شعر میں بھی یہی مضمون ادا کیا ہے ۔

عجب از کشتہ نباشد بدرِ خیمۂ دوست ‏ ‏ ‏ عجب از زندہ کہ چوں جان بدر آورد سلیم

مطلب یہ کہ حسن کی دل فریبی اس درجہ کی ہے کہ اُس کے اثر سے محفوظ رہنا انسان کی طاقت سے باہر ہے ۔ گویا بقول غالب۔

حریفِ جوششِ دریا نہیں خودداریِ ساحل ‏ ‏ ‏ جہاں ساقی ہو تو دعویٰ ہے باطل ہوشیاری کا

حضرت امیر خسرو قدس سرہ اسی مضمون پر فرماتے ہیں ۔

جراحتِ جگرِ خستگاں چہ می پرسی ‏ ‏ ‏ ز غمزہ پرس کہ ایں شوخی از کجا آموخت

ایک عربی شعر اسی مضمون پر بعینہٖ اُس شعر کا ترجمہ ہے جو باب ہذا کا زیرِ عنوان ہے ۔

أَلْقَاهُ فِي الْيَمِّ مَكْتُوفًا وَقَالَ لَهُ ‏ ‏ ‏ إِيَّاكَ إِيَّاكَ أَنْ تَبْتَلَّ بِالْمَاءِ

اسی مضمون پر کسی اُستاد کا شعر ہے ۔

گفتۂ زلفِ کج دار بدست دِگری ‏ ‏ ‏ ماند ایں ہم بہماں نکتہ کہ کج دار و مریز

اب سنیئے ۔ حکیم صاحب کیا فرماتے ہیں ۔

۱

یارب تو جمالِ آں مہِ مہر انگیز ‏ ‏ ‏ آراستہ بہ سنبلِ عنبر بیز
پس حکم ہمی کنی کہ در وے منگر ‏ ‏ ‏ ایں حکم چناں بود کہ کج دار و مریز

اے خدا تو نے اس مہر انگیز محبوب کے جمال کو زلف عنبریں سے آراستہ کیا ہے اور پھر یہ حکم دیا ہے کہ اُس کی طرف نہ دیکھو ۔ یہ تو وہی مثال ہے کہ کج دار و مریز۔

مہر انگیز۔ جس کو دیکھ کر دل میں محبت پیدا ہو ۔ مہ اور مہر کی رعایت ظاہر ہے ۔

حکمے کہ ازو محال باشد پرہیز	۲	فرمودہ و امر کردہ کز وی بگریز
آنگاہ میان امر و نہیش عاجز		درماندہ جہانیاں کہ کجدار و مریز

یعنی خدا نے ایسا حکم جس کی تعمیل ناممکن ہو دے کر فرمایا کہ اس سے پرہیز کرو۔ اس پر اہل جہان اس امر و نہی کے درمیان عاجز ہو جاتے ہیں اور وہی بات ہوتی ہے کہ کج دار و مریز۔

با جاہ و جلال و حسن و رنگ آمد و بو	۳	آخر دل آدمی نہ سنگ است نہ رو
آنکس کہ نہ راست طبع باشد نہ نکوست		نی عاشق کس بود نہ کس عاشق او

جب حسن و رنگ اور جاہ و جلال کا یہ عالم ہے تو آخر انسان کا دل پتھر یا کانسے کا تو نہیں (کہ محفوظ رہے)، جو شخص راست طبع نہ ہو یعنی نہ کسی کا عاشق ہو اور نہ کسی کا معشوق وہ اچھا نہیں ہوتا۔

یہ رُباعی کلیاتِ سعدی میں بھی موجود ہے اور غالباً اُنہی کی ہے۔ (۱)۔

در کتم عدم خفتہ بُدم گفتی خیز	۴	دار و بجہان و در جہان شور انگیز
واکنوں کہ بفرمان توام حیرانم		القصہ چنان است کہ کجدار و مریز

میں گوشۂ عدم میں سویا ہوا تھا تو نے حکم دیا کہ اُٹھ۔ جہان میں جا اور وہاں جاکر شور پیدا کر۔ میں تیرے حکم کے مطابق یہاں آیا اور جو کچھ کیا تیرے حکم کے مطابق کیا لیکن اب (اپنے کئے پر) حیران ہوں۔ وُہی بات ہے۔ کہ کج دار و مریز۔

مجھے چین خواب عدم میں تھا نہ تھا زلف یار کا کچھ خیال		یہ جگا کے شور ظہور نے مجھے کس بلا میں پھنسا دیا

(نیاز)

(۱) دیکھو کلیاتِ سعدی۔ ۱۲۔

آسمان کی سفلہ پروری

فلک بمردم ناداں دہد زمام مُراد
تو اہل فضلی و دانش ہمیں گناہت بس
(حافظ)

ارباب فضل و دانش ہمیشہ سے آسمان کی سفلہ پروری کی شکایت کرتے چلے آتے ہیں۔ اور اکثر دیکھا بھی یہی جاتا ہے کہ رزق کی تقسیم فضل و دانش پر کبھی منحصر نہیں رہی۔ لیکن اس میں آسمان کا کیا قصور۔ حکیم مطلق نے اسی میں مصلحت دیکھی ہوگی۔ بقول سعدیؒ۔

بناداں آں چناں روزی رساند	کہ دانا اندراں حیراں بماند

خدا سے تو شکایت کی کسی کو مجال نہ تھی۔ اس لئے آسمان کو ہی اس تمام سب و شتم کا ہدف بننا پڑا۔ سنیئے وہ لوگ جو اپنے آپ کو ارباب فضل جانتے ہیں۔ اور دُنیاوی جاہ و جلال سے محروم ہیں۔ کیا کہتے ہیں۔

سپہر مردم دوں را کند خریداری	بجنس سوئے متاعے رود کہ ارزان است

(ناظم ہروی)

اتفاقے نیست، با صاحبدلاں افلاک را	تیرہ بختی دود باشد شعلۂ ادراک را

(طاہر)

فلک با مردم ممتاز خصمی بیشتر دارد	کماں اول کند آوارہ تیر دُو ترکش را

(صائب)

بزرگاں را فلک محتاج خرداں میکند دائم	چرا باید کشودن کف بپیش قطرہ دریا را

(مرزا جان)

در نظر با خوار گردیدیم از کسب ہنر		عاقبت سنگیں بہائی گوہر ما را شکست

(مرزا معز فطرت)

نمی باشد نگین قیمتی را نقش در طالع		ہنر ہر کس کہ دارد در جہاں گمنام می گردد

(ر)

رشید الدین وطواط نے ایک قصیدہ خوارزم شاہ کی مدح میں لکھا ہے جس کے چند شعر اسی مضمون پر ہیں۔ اور نہایت عمدہ ہیں۔

فریاد ازیں جہاں کہ خردمند را ازو		بہرہ بجز نوائب حرماں نمی رسد
جہال در تنعم و ارباب فضل را		بے صد ہزار غصہ یکے ناں نمی رسد
جاہل بمسند اندر و عالم بروں در		جوید حیلہ راہ و بدرباں نمی رسد

حکیم صاحب راضی برضا تھے اور صابر و شاکر شخص تھے۔ لیکن اس بارے میں آسمان کو نشانہ تیر ملامت بنانا شاید تکمیل شاعری کے لئے ضروری سمجھا ہوگا۔ اس لئے فرماتے ہیں۔ کہ۔

ای چرخ فلک نہ عقل داری نہ ہنر	۱	ہرگز نکنی بہ کار آزادہ نظر
نامرداں را دہی ہمہ گنج و گہر		احسنت زہی چرخ مخنث پرور

اے آسمان تجھ میں نہ عقل ہے نہ ہنر۔ تو نے آزاد لوگوں پر کبھی مہربانی کی نظر نہ کی۔ اور ہمیشہ نامردوں کو ہی گنج و گہر بخشتا رہا۔ شاباش! اے آسمانِ مخنث پرور شاباش! حکیم صاحب نے یہاں متموّل لوگوں کو مخنث کہا ہے۔ مولانا اوحدی بھی دنیا کو نامرد بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

عارفے شد بخواب در فکرے		دید دنیا چو دختر بکرے
کرد ازوے سوال کاے دختر		بکر چونی بہ ایں ہمہ شوہر
گفت دنیا کہ با تو گویم راست		کہ مرا ہر کہ مرد بود نخواست
ہر کہ نامرد بود خواست مرا		ایں بکارت ازاں بجاست مرا

۲

چوں نیست درین زمانہ سودے زخرد
پیش آر از آنکہ او خرد را ببرد
جز بیخرد از زمانہ برمے نخورد
تا بو کہ زمانہ سوئے ما بہ نگرد

جب اس زمانے میں عقلمندی سے کچھ فائدہ نہیں اور سوائے بے عقل آدمی کے زمانہ میں کوئی شخص خوشحال نہیں۔ تو بہتر یہی ہے کہ تو وہ چیز سامنے لائے جو عقل کو دور کرتی ہے (یعنی شراب) تاکہ شاید اسی طرح زمانہ ہم پر مہربانی کرے۔

۳

اے چرخ خسیس خس پرور خس
چہ غافلکا ترا ہمیں عادت بس
ہرگز نروی تو بمرادِ دل کس
ناکس تو کسے کنی و کس را ناکس

اے خسیس۔ کمینہ پرور۔ اور کمینہ آسمان! تو کبھی کسی شخص کی مُراد برنہیں لاتا۔ بس تیری یہی عادت ہے۔ کہ تو نااہل کو اہل اور اہل کو نااہل بنا دیتا ہے۔

۴

اے چرخ ز گردش تو خرسند نیم
گر میل تو با بیخرد و نااہل است
آزادم کن کہ لائق بند نیم
من نیز چناں اہل و خردمند نیم

اے آسمان میں تیری گردش سے خوش نہیں ہوں۔ مجھے آزاد کر دے۔ کہ میں گرفتاری کے لائق نہیں۔ اگر تیری رغبت بے عقل اور نااہل لوگوں ہی سے ہے تو پھر میں بھی کونسا بڑا عقلمند اور لائق آدمی ہوں۔

حکیم صاحب بے خرد لوگوں کے ساتھ آسمان کی محبّت دیکھ کر خود بھی بیخرد بننے پر تیار ہیں۔ مگر آسمان ان باتوں میں کب آتا ہے۔

مرزا غالبؔ نے بعینہٖ اسی مضمون پر کہا ہے

ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے
بے سبب ہوا غالبؔ دشمن آسماں اپنا

بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ یہ رباعی اثیر الدین اومانی کی ہے (۱)۔

(۱) دیکھو آتشکدۂ آذر ترجمہ اثیر الدّین اومانی۔ ۱۲۔

اے چرخ ہمیشہ در نبردی با من از صلح چہ ماند کاں نکردیم بہ تو	۵	درماں دگر کسے و دردی با من وز جنگ چہ بود کاں نہ کردی با من

اے آسمان تو ہمیشہ میرے ساتھ برسرپیکار رہے دوسرے لوگوں کے لئے (یعنی نااہلو کے لئے) تو درد کا علاج اور میرے لئے اُلٹا باعث درد ہے۔ صلح کی کون سی بات ہے جو ہم نے تیرے ساتھ نہیں کی۔ اور جنگ کی کون سی بات ہے۔ جو تو نے ہماری ساتھ نہیں کی۔

گر بر فلکم دست بدادی یزداں از نو فلک دگر چناں ساختمے	۶	برداشتمی من ایں فلک را زمیاں کازادہ بکام دل رسیدے آساں

اگر خدا مجھے آسمان پر اختیار دیتا۔ تو میں اس آسمان کو بالکل ہٹا ہی دیتا۔ اور ایک نیا آسمان ایسا پیدا کرتا جس کے نیچے آزاد لوگ آسانی کے ساتھ اپنے دل کی مُرادیں پوری کر لیتے۔

مطلب یہ کہ یہ آسمان آزاد لوگوں کا دشمن اور سفلہ پرور ہے۔

دارم زجفائے فلک آئینہ گوں از دیدہ رُخی ہمچو پیالہ پُر اشک	۷	وز گردش روزگار خس پرور دوں در سینہ دلی ہمچو صُراحی پُر خوں

نیلگوں آسمان کے ظلم اور کمینہ پرور زمانے کی گردش کے باعث آنکھوں نے میرے چہرہ کو ایک پُر اشک پیالہ بنایا ہوا ہے اور سینہ کے اندر دل صراحی کی طرح خون سے بھرا ہوا ہے

ایں چرخ چو طاسیست نگوں افتادہ در دوستی شیشہ و ساغر نگرید	۸	در وے ہمہ زیرکاں زبوں افتادہ لب بر لب و درمیاں خوں افتادہ

یہ آسمان ایک سرنگوں طاس کے مثال ہے۔ تمام دانا لوگ اس کے نیچے بدحال پڑے ہیں۔ یہ صراحی اور پیالہ کی دوستی والی بات ہے۔ کہ لب برلب تو ہیں۔ لیکن اندر خون بھرا ہے۔

صراحی اور پیالہ لب برلب تو ہوتے ہیں۔ لیکن اندر خون بھرا ہوتا ہے یعنی بظاہر خوش اور باطن پر اَلم۔

ای دہر بکردہ ہائے خود معترفی نعمت بخساں دہی و زحمت بکساں	۹	در خانقہ جور و ستم معتکفی زیں ہر دو برون نیست دُری یا خزفی

اے دہر! تجھے اپنے فعلوں کا خود اعتراف ہے۔ تو نے جور و ستم کی خانقاہ میں اعتکاف باندھا ہے۔ نا اہلوں کو تو نعمت دیتا ہے۔ اور اہلوں کو زحمت۔ بات یہی ہے جو میں نے کہہ دی۔ اب تو ہی انصاف کر۔ کہ تو موتی ہے یا سفال۔

خزف ۔ سفال۔ مٹی کے برتن کا ٹکڑا۔ مراد نہایت کم قیمت اور حقیر شی۔

غمِ دُنیا اور شراب

اگر غم لشکر انگیزد کہ خونِ عاشقاں ریزد
من و ساقی بہم سازیم و بُنیادش براندازیم
(حافظ)

معلوم نہیں کہاں تک درست ہے لیکن کہتے چلے آئے ہیں۔ کہ شراب غم رُبا ہے۔ البتہ اتنا تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ اگر

شراب سے مُراد شراب شوق ہو تو یہ ضرور ہے کہ شوق کی مستی عاشق کو منازل عشق کی دشوار گزار گھاٹیوں اور پُرخطر وادیوں کے طے کرنے میں بہت کام آتی ہے۔ اگر یہ مستی نہ ہو تو اس خارزار سے گزرنا محال ہو جائے مصلحت اندیش انسان کبھی خطرناک رستہ میں قدم نہیں رکھتا۔ عقلمند آدمی کا کام تو یہ ہے کہ وہ دلوج سے پہلے خروج کا بندوبست کرے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایسا عقلمند آدمی اس راہ میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہاں تو شوق کی بے پروائی اس درجے کی ہونی چاہیئے کہ رہرو نشیب و فراز کو خاطر میں نہ لائے۔ دریا کو دریا نہ سمجھے۔ پہاڑ کو پہاڑ نہ جانے۔ تکلیف سے جی نہ چرائے۔ غم دائم کو دل میں نہ لائے۔ اور جدھر جانا ہو۔ صحرائے اعظم کے اونٹ کی طرح بھوکا پیاسا سیدھا چلا جائے۔

خندق و میداں بہ پیش او یکیست		چاہ و خندق پیش او خوش مسلکے ست

(مولانا روم رح)

ایسی صورت میں ممکن نہیں کہ شراب شوق کی مستی کے بغیر کام چل سکے۔

اسی طرح کہا جاتا ہے کہ دُنیا بیت الحزن ہے۔ غمکدہ ہے۔ رنج دائم کا گھر ہے۔ اس کی خوشی بھی زہر شکر اندود ہے۔ اور سوائے اس کے چارہ نہیں کہ جام مئے سے اُس کی چارہ گری کیجائے۔ کیونکہ شراب اندوہ رُبا ہے اور غم کو پاس نہیں آنے دیتی۔ شراب کی مستی میں آدمی کچھ دیر کے لئے دُنیا کے جاں فرسا تفکرات سے رہائی پاتا ہے۔ اور غنچۂ دل کو سموم غم سے بچاتا ہے۔ دیکھئے مرزا صائب سوائے خرابات نشینوں کے اور کسی کو بیغم نہیں سمجھتے۔ فرماتے ہیں۔

گر گشد دل بخرابات مرا عذر رم		سر فارغ دل بیغم لب خنداں آنجا ست

نظیری نیشاپوری کی رائے میں بھی سوائے جام مئے کے غم کا کچھ علاج نہیں۔ داد!

بے کیمیائے مستی تبدیل غم محال است		یا مئے حلال فرما یا غم حرام گرداں

خواجہ حافظ نے تو دردِ غم کی تشخیص کرکے اس کا علاج بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ

چوں نقشِ غم ز دور بہ بینی شراب خواہ ۔ تشخیص کردہ ایم و مداوا مقرر است

حکیم انوری بھی طوفانِ غم کے لئے شراب کو کشتیِ نوح سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

ساقیا بادۂ صبوح بیار ۔ دانۂ دامِ ہر فتوح بیار
ہیں کہ طوفانِ غم جہاں برفت ۔ سیئے ہمزادِ عمرِ نوح بیار

ہلالی کا یہ شعر بھی اسی مضمون پر ہے

ساقیا وقت تو خوش باد مُدام ۔ کہ بہ مئے چارۂ غمہا کردی

لیکن ان تمام بزرگوں کی شہادت سماعی ہے۔ اور قابلِ پذیرائی نہیں۔ خصوصاً جب کہ مرزا غالب اس بارہ میں ان سے متفق نہیں فرماتے ہیں کہ

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انھیں کچھ نہ کہو ۔ جو مئے و نغمہ کو اندوہ رُبا کہتے ہیں

اب حکیم صاحب کی رائے اس مسئلہ میں سُنئے۔

۱

ساقی چو زمانہ در شکستِ من و تست ۔ دُنیا بسرا چہ نشستِ من و تست
گر زانکہ بدستِ من و تو جامِ مے است ۔ میدان بیقیں کہ حق بدستِ من و تست

اے ساقی جب زمانہ ہماری شکست کے درپے ہے۔ اور دُنیا صرف ہماری نشست کے لئے ایک چھوٹا سا گھر ہے تو پھر اگر ہمارے ہاتھ میں جامِ مے آجائے تو اس میں کیا شک ہے کہ (اگر ہم شراب پئیں تو) ہم حق بجانب ہیں۔

خلاصہ یہ کہ زمانہ ہماری شکست کے درپے ہے۔ اس کے تاثرات سے بچنے کے لئے شراب ضرور پینی چاہئے۔

۲

مے خوردن و شاد بودن آئینِ من است ۔ فارغ بودن ز کفر و دیں دینِ من است
گفتم بعروسِ دہر کابینِ تو چیست ۔ گفتا دلِ خرمِ تو کابینِ من است

شراب پینا اور خوش رہنا میرا طریقہ ہے۔ کفر و ایمان سے فارغ رہنا میرا مذہب ہے

میں نے عروس دہر سے پوچھا کہ تیرا مہر کیا ہے - اوس نے جواب دیا کہ میرا مہر تیری خوشدلی ہے -

مطلب یہ کہ دُنیا میں خوشدل رہنا ناممکن ہے - اس لئے میں شراب پیتا ہوں کہ غم دور کرے -

کابین - زرِ مہر - حق مہر -

می خور که مدام راحت روح تو اوست طوفان غم ار در آید از پیش و پست	۳	آسایش جان و دل مجروح تو اوست در باده گریز کشتی نوح تو اوست

شراب پی کہ یہ ہمیشہ تیری خوشی کا باعث ہوگی - تیری جان اور تیرے زخمی دل کے لئے صرف شراب ہی آسایش کا موجب ہے - اگر چاروں طرف سے غم کا طوفان تجھے گھیر لے تو جلدی شراب پی - کیونکہ شراب اُس وقت کشتی نوح کا کام دیگی

مُدام - بضم ۱ - شراب - ۲ - ہمیشہ - روح - بفتح بمعنی آسایش - و بضم بمعنی جان - راحت - بمعنی آسایش و آرام - نیز راح بمعنے آسایش و بمعنی شراب لہذا - معنے - مدام - راحت - روح اور آسایش کی معنوی رعایت قابل داد ہے -

دنیا نه مقام گشت و نه جای نشست بر آتش غم ز باده آبے بیترا	۴	فرزانه درو خراب و اولی تر مست زان پیش که در خاک روی باد بدست

دُنیا نہ پھرنے کی جگہ ہے نہ بیٹھنے کی - عقلمند آدمی دُنیا میں خراب ہوتا ہے اور مست آدمی خوش حال - پیشتر اس کے کہ تو خالی ہاتھ قبر میں چلا جائے - غم کی آگ پہ پانی ڈال - یعنی شراب پی -

پہلے مصرعہ کا مطلب یہ کہ دُنیا میں " نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن " آتش و آب و خاک و باد کی رعایت ظاہر -

چون آمدنم به من نبد روز نخست	۵	وین رفتن بی مراد عزمیست درست

برخیز و میاں بند ایساقی چست		کاندوہ جہاں بمے فرو خواہم شست

جب دُنیا میں آنا بھی میری مرضی کے مُطابق نہ تھا اور دُنیا سے بے مُراد چلا جانا بھی ضروری ہے۔ تو پھر اے ساقی اُٹھ اور کمر چُست باندھ تاکہ میں جہان کے غم کو شراب سے دھوڈالوں۔

ساقی دل من کہ شادی از غم نشناخت مے دہ کہ دم صبوح جان بخش دم است	۶	جز جام مے از نعیم عالم نشناخت کس غیر مسیح قدر ایں دام نشناخت

اے ساقی میرے دل نے شادی اور غم میں تمیز نہ کی۔ اور دُنیا کی نعمتوں سے بجز شراب کے اور کچھ نہ دیکھا۔ شراب دے کہ شراب صبح کا ایک گھونٹ دم جان بخش ہوتا ہے۔ سوائے مسیح (علیہ السلام) کے کسی شخص نے اس دم کی قدر نہ جانی۔

دم۔ ۱۔ گھونٹ پانی وغیرہ کا۔ ۲۔ نفس۔ ۳۔ وقت۔ **دم عیسیٰ**۔ سے مراد کلمہ "قُم باذنِ اللہ" جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے پر پڑھ کر اُسے زندہ کیا کرتے تھے۔ **صبوح**۔ شراب صبح بمقابلہ غبوق شراب شام۔

پہلے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ میرا دل ہمیشہ غمگین رہا۔ کبھی خوشی نہ دیکھی۔

در نائے قرابہ قلقل مے چہ خوش است در بر بُتِ دل فریب و در سر مئے ناب	۷	آواز سماع و نالۂ نے چہ خوش است فارغ ز غم زمانہ ہے چہ خوش است

صراحی کے گلے میں شراب کی قلقل کیا اچھی معلوم ہوتی ہے۔ آواز سماع و سرود اور نالۂ نے کیا دلپذیر ہوتا ہے۔ بغل میں معشوق دل فریب ہو اور سر میں نشۂ شراب تاکہ زمانہ کے غم سے فارغ ہو کر بیٹھیں آہا! کیا اچھی بات ہو۔

قرابہ۔ شیشۂ شراب۔ صراحی۔ **قلقل**۔ یا قلقل۔ صراحی سے شراب نکلنے کی آواز۔

عاقل غم واندیشۂ لاشے نخورد غم در دل و بادہ در صراحی باشد	۸	جز جام لبالب پیاپے نخورد خاکش بسر آنکہ غم خورد و می نخورد

عقلمند آدمی فضول چیز کا غم نہیں کھاتا - بلکہ شراب کے لبریز پیالے پے در پے پیتا ہے - دل میں غم ہو اور صراحی میں شراب تو پھر ایسے آدمی کے سر پر خاک جو غم کھائے اور شراب نہ پیئے -

لاشے - ہیچ - مراد دُنیا - مطلب یہ کہ دُنیا کا غم فضول ہے - تیسرے اور چوتھے مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ شراب کی موجودگی میں غمگین رہنا بڑی حماقت ہے -

می باید خورد و کام دل باید راند ہموارہ کتاب صرف می باید خواند	۹	در دل نتواں درخت اندوہ نشاند پیداست کہ چند در جہاں خواہی ماند

شراب پینی چاہیئے اور دل کی مُرادیں پوری کرنی چاہئیں - دل میں غم کا پودا نہیں لگانا چاہیئے - ہمیشہ دورِ جام جاری رکھنا چاہیئے - یہ تو ظاہر ہے کہ دُنیا کا قیام چند روزہ ہے -

صرف - بالکسر - شراب خالص جس میں پانی نہ ملا ہو - بالفتح گردش میں لانا - پھرانا - دَور جاری کرنا - دنیز بمعنی علم صرف - لہٰذا "کتاب صرف می باید خواند" کہا -

عمرت تا کے بخود پرستی گذرد می خور کہ چنیں عمر کہ غم در پئے اوست	۱۰	یا در پئے نیستی و ہستی گذرد آں بہ کہ بخواب یا بہ مستی گذرد

تو کب تک عمر خود پرستی میں گزارے گا - یا حیات و ممات کے خیالات میں زندگی بسر کرے گا - شراب پی کیونکہ ایسی عُمر جس کے پیچھے غم لگا ہو - بہتر یہی ہے کہ یا سو کر گزار دیں یا مست رہ کر -

بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے - کہ یہ رُباعی (بہ اندک اختلاف)

مجد الدین ہگر کی ہے۔ (۱)

اکنوں کہ زخوشدلی بجز نام نماند دست طرب از ساغر می باز مگیر	۱۱	امروز کہ در دست بجز جام نماند یک ہمدم پختہ جز مئے خام نماند

اب خوشدلی کا صرف نام ہی نام رہ گیا ہے۔ ہاتھ میں سوائے پیالۂ شراب کے کچھ نہیں رہا۔ اس لئے تجھے چاہیئے کہ تو جام مئے سے ہاتھ نہ اُٹھائے۔ کیونکہ سوائے شراب خام کے کوئی پختہ دوست اب باقی نہیں۔

مئے خام۔ یا مئے پرنا مقابل مئے کہنہ یا مئے پختہ۔

مے خوارہ اگر غنی بود عور شود در حقۂ لعل از آں زمرد ریزم	۱۲	وز عربدہ اش جہاں پُر از شور شود تا دیدۂ افعی غمم کور شود

شراب خوار اگر غنی ہو تو مفلس ہو جاتا ہے۔ اور اس کی بدخوئی اور جنگجوئی سے دُنیا تنگ آجاتی ہے۔ میں حقۂ لعل میں زمرد اس لئے گراتا ہوں۔ کہ میرے غم کا سانپ اندھا ہو جائے۔

عور۔ بمعنی برہنہ۔ مراد مفلس۔ **عربدہ**۔ بدخوئی۔ جنگجوئی۔ **حقّہ**۔ لکڑی کی ڈبیہ جس میں لعل وجواہر اور معجون وغیرہ رکھتے ہیں۔ اس لئے حقۂ لعل۔ حقۂ جواہر۔ حقۂ معجون۔ حقۂ گوہر۔ حقۂ مشک وغیرہ کہتے ہیں۔ **زمرد**۔ سبز رنگ کا ایک پتھر۔ جس کے متعلق مشہور ہے کہ اسے دیکھ کر سانپ اندھا ہو جاتا ہے۔ یہاں زمرد سے مراد بھنگ۔

مطلب یہ ہے کہ شراب انسان کو مفلس بنا دیتی ہے۔ اور شرابخوار کی بدخوئیوں سے لوگ تنگ آجاتے ہیں۔ میں اس لئے بھنگ پیتا ہوں کیونکہ اس سے غم دور ہوتا ہے۔

(۱) دیکھو آتشکدۂ آذر ترجمہ مجد الدین ہگر۔ ۱۲۔

یہ رُباعی یقیناً حکیم عمر خیام کی نہیں - کیونکہ وہ انکارِ شراب اور وصفِ بنگ نہیں بلکہ وصفِ شراب اور انکارِ بنگ کرنے والوں میں سے ہیں - اگرچہ رباعیات خیام کے تمام مروّجہ مطبوعہ نسخوں میں یہ رباعی پائی جاتی ہے - لیکن بیرونی اور اندرونی شہادتوں سے صاف ظاہر ہے کہ حکیم صاحب کا اس رُباعی سے کچھ تعلق نہیں -

معلوم ہوتا ہے کہ یہ رُباعی ملک شمس الدّین کی ہے - (۱) اُس کی مندرجۂ ذیل رُباعی بھی اسی مضمون پر ہے -

ہر گہ کہ من از سبزہ طربناک شوم با سبز خطاں سبزہ خورم در سبزہ		شایستۂ سبز خنگ افلاک شوم زاں پیش کہ ہمچو سبزہ در خاک شوم

ہر جرعہ کہ ساقیش بخاک افشاند سبحان اللہ تو بادہ می پنداری	۱۳	در سینۂ من آتش غم بنشاند آبیکہ ز صد درد دلت برہاند

شراب کا ہر ایک گھونٹ جسے ساقی خاک پر گراتا ہے - میرے سینے میں غم کی آگ کو بجھاتا ہے - عجیب بات ہے کہ تو اس پانی کو جو تجھے دل کے صدہا دردوں سے رہائی دیتا ہے بادہ خیال کرتا ہے -

جرعہ بخاک افشاندن - شراب پینے والوں کا قاعدہ ہے کہ پینے سے پہلے تھوڑی سی شراب خاک پر گراتے ہیں - **سبحان اللہ** - کلمۂ تعجّب - **بادہ** - شراب - منسوب بہ باد - کیونکہ شراب سر میں باد اور غرور پیدا کرتی ہے -

خاک و آتش اور باد و آب کی رعایت ظاہر ہے

خوں خوردن بیہودہ کجا دارد سود	۱۴	ای چرخ فلک بسی چو ما کشت و ربود

(۱) دیکھو آتشکدۂ آذر ترجمۂ ملک شمس الدّین - ۱۲ -

پرکن قدح می بہ کفم بر نہ زود		تا نوش کنم کہ بودنیہا ہمہ بود

بے فائدہ غم کھانے سے کیا فائدہ؟ کیونکہ آسمان ہم جیسے ہزارہا لوگوں کو قتل و غارت کر چکا ہے۔ شراب کا پیالہ پکڑ۔ اور جلدی میرے ہاتھ پر رکھ تاکہ میں اُسے پی لوں۔ جو کچھ ہونا ہے وہ تو ضرور ہو کر رہے گا۔

خواہی بنہد پیش تو گردون گردن ہیچو منت اعتقاد باید کردن	۱۵	کار تو بود ہمیشہ جاں پروردن می خوردن و اندوہ جہاں ناخوردن

اگر تو چاہتا ہے کہ آسمان تیرے سامنے گردن جھکا دے اور تو ہمیشہ جاں پروری میں مشغول رہے۔ تو ضروری ہے کہ میری طرح تو بھی یہ عقیدہ رکھے۔ کہ شراب پینی چاہئے۔ دُنیا کا غم نہیں کھانا چاہیئے۔

جاں پروری سے مراد خوش باشی۔

ای آنکہ توئی خلاصۂ کون و مکاں یک جام می از ساقی باقی بستاں	۱۶	بگزار دمی وسوسۂ سود و زیاں تا باز رہی تو از غم ہر دو جہاں

اے کہ تو کون و مکان کا انتخاب ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے سود و زیان کا خیال چھوڑ۔ ساقی باقی سے شراب کا ایک پیالہ لے۔ تاکہ تو دونوں جہانوں کے غم سے رہائی پائے۔

خلاصۂ کون و مکان ۔ سے مُراد انسان۔ **ساقی باقی** ۔ باقی صرف اللہ کی ذات ہے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ حکیم صاحب کا ساقی کون ہے اور اون کی شراب کیا ہے۔

چوں می ندہد اجل اماں ای ساقی	۱۷	در دہ قدح شراب ہاں ای ساقی

غم خوردن بیہودہ نہ کارِ دلِ ماست		با این دو سہ روزہ در جہاں ایساقی

اے ساقی جب موت سے چارہ نہیں تو شراب کا پیالہ ہی دے ۔ کیونکہ اس چند روزہ دُنیا میں بیہودہ غم کھانا مجھے منظور نہیں ۔
ہاں اے ساقی ۔ وُہی حافظ شیراز کی اَلَا یَا اَیُّھَا السّاقی ہے ۔

خواہی کہ اساس عمر محکم یابی فارغ منشیں ز خوردن بادہ دمے	۱۸	یکچند بہ عالم دل بیغم یابی تالذت عمر خود دمادم یابی

اگر تو چاہتا ہے کہ عمر کی بنیاد کو محکم کرے اور دنیا میں تھوڑی دیر کے لئے دل کو بے غم رکھے ۔ تو چاہئے کہ تو شراب نوشی سے کبھی فارغ نہ رہے تاکہ ہر وقت تو زندگی کا لُطف حاصل کرے ۔

از آمدن بہار و از رفتن دے می خور مخور اندوہ کہ گفتہ است حکیم	۱۹	اوراق وجود ما ہمہ گردد طے غمہائے چو زہر ست و تریاکش مے

بہار کے آنے اور خزاں کے جانے سے ہماری عمر کے اوراق طے ہوتے چلے جاتے ہیں ۔ غم نہ کھا شراب پی کیونکہ حکیموں کا قول ہے کہ غم زہر ہے اور شراب اُس کا تریاق ۔

پہلے دو مصرعوں کا مطلب یہ ہے کہ روز بروز ہماری عمر کم ہوتی چلی جاتی ہے ۔

حکمت و اخلاق

بوعظ اندر نشو از راہِ غزل عرفیؔ ترنم بس
در شیون زن آخر مُردن خود چو دل عیان بینی
(عرفیؔ)

حکیم صاحب نے رُباعیات میں جہاں بعض رندانہ مضامین لکھے ہیں وہاں حکمت و اخلاق کے صدہا نایاب موتی بھی منظوم کئے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے ۔ کہ اصنافِ نظم میں سے رُباعی حکیمانہ اقوال کے اظہار کا سب سے بہتر ذریعہ بن سکتی ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ رُباعیات کی ایک کثیر تعداد اسی مضمون کی متعلق ہے ۔ ناظرین اس باب میں مختلف اخلاقی مضامین اور متفرق نکاتِ حکمت کا ایک بیش بہا مجموعہ دیکھیں گے ۔ اور معلوم ہو جائے گا کہ رُباعیات عمر خیام صرف جام و خم اور شراب ناب کی تعریف و توصیف کے لئے ہی وقف نہیں بلکہ حکیمانہ پند و نصائح کا ایک ایسا گنجینہ ہے ۔ جس کی نظیر مشکل سے ملے گی ۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

۱

ہر گہ کہ غمے ملازمِ دل شودت
یا قصۂ کارِ خویش مشکل شودت
حالِ دلِ دیگرے بباید پرسید
تا خوشدلی تمام حاصل شودت

جب تیرے دل کو کوئی غم لاحق ہو جائے یا اپنے کام کو مشکل میں پڑا دیکھ تو چاہیئے کہ تو کسی دوسرے کے دل کا حال پوچھے ۔ تاکہ تجھے کامل خوشی حاصل ہو جائے ۔

مطلب یہ کہ دُنیا میں تجھ سے بھی زیادہ غمگین اور بدحال لوگ موجود

ہیں - ان کی طرف دیکھ اور خدا کا شکر بجا لا -

با دردِ قناعت کن و آزاد بزی منگر بہ فزونی زخود و غصہ مخور	۲	در بندِ فزونی مشو آباد بزی در کم زخودی نگہ کن و شاد بزی

تکلیف پر صبر کر اور خوش رہ ۔ زیادتی کی فکر نہ کر اور خوش رہ - اپنے سے بڑے کو دیکھ کر غصہ نہ کر - اپنے سے چھوٹے کی طرف دیکھ اور خوش رہ -

اسی مضمون پر کسی اُستاد نے کہا ہے -

زمانہ پندے آزاد وار داد مرا بروز نیک کساں گفت غم مخور زنہار		زمانہ را چو نکو بنگری ہمہ پند است بسا کسے کہ بروز تو آرزومند است

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ "اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ ھُوَ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَ لَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ ھُوَ فَوْقَکُمْ" - یعنی اپنے سے چھوٹے کی طرف دیکھو اپنے سے بڑے کی طرف نہ دیکھو -

گر از پئے شہوت و ہوا خواہی رفت بنگر چہ کسی و از کجا آمدۂ	۳	از من خبرے کہ بینوا خواہی رفت میداں کہ چہ میکنی کجا خواہی رفت

اگر تو شہوت اور حرص و ہوا کا بندہ بنے گا تو میں تجھے بتائے دیتا ہوں کہ تو محروم جائیگا - دیکھ تو سہی کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اور یہ بھی خیال کر کہ تو کیا کر رہا ہے - اور کہاں جائے گا -

با دشمن و دوست فعل نیکو نیکوست با دوست چو بد کنی شود دشمن تو	۴	بد کے کند آنکہ نیکیش عادت و خوست با دشمن اگر نیک کنی گردد دوست

دشمن ہو یا دوست، ہر کسی کے ساتھ نیکی کرنی اچھی ہے - جس شخص کی عادت نیکی کی ہو

وہ بدی کر ہی نہیں سکتا۔ اگر تو دوست کے ساتھ بدی کرے گا تو وہ تیرا دشمن ہو جائیگا اور اگر دشمن کے ساتھ نیکی کرے گا تو وہ دوست بنجائیگا۔

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا	دلِ دُشمناں ہم نکردند تنگ
تُرا کے مُیسّر شود ایں مقام	کہ با دوستانت خلافست وجنگ

(سعدی)

در وادی عیب خود دویدن ہوس است	۵	وز عیب کساں نظر بریدن ہوس است
زیں ساں کہ من احوال جہاں می بینم		دامن ز زمانہ درکشیدن ہوس است

میری خواہش ہے کہ میں اپنی عیب بینی میں ہی مشغول رہوں۔ اور دوسروں کے عیبوں سے چشم پوشی کروں۔ لیکن زمانے کا حال جو دیکھتا ہوں (تو وہ برعکس ہے) اس لئے چاہتا ہوں کہ دُنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لوں۔

حقیقت میں دُنیا کا یہی حال ہے کہ اپنے عیبوں پر تو کسی کی نظر نہیں اور دوسروں کے عیب حقیر بھی ہوں تو بڑے نظر آتے ہیں۔

صد نقش درست آید کس را نظرے نیست		چوں رفت خطائے ہمہ را نظر برآن است

گر بر فلکی رو بتک آرندت	۶	ور بر سر نازی بہ نیاز آرندت
فی الجملہ تو بگذر از جدل تا بتوانی		آزار مجوئی تا بنیاز آرندت

اگر تو آسمان پر بھی ہوگا تو لوگ تجھے زمین پر گرا دیں گے۔ اگر تو بڑا نازنین ہوگا تو بھی لوگ تجھے نیاز مند کر دیں گے۔ حاصل کلام یہ کہ جہاں تک ہو سکے جنگ وجدل کو ترک کر اور لوگوں کو آزار نہ دے۔ تاکہ تجھے بھی لوگ آزار نہ دیں۔

مشو ایمن کہ تنگ دل گردی		چوں ز دستت دلے بتنگ آید
سنگ بر بارۂ حصار مزن		کہ بود کز حصار سنگ آید

(سعدی)

ترکیب طبائع چو بکام تو دمیست	۷	تو او دل شاد اگر چہ ہر دم ستم است

با اہل خرد نشیں کہ اصل من و تو		گردی و شراری و نسیمی و نمیست

جب کہ کچھ دیر کے لئے تیری طبائع کی ترکیب حسب مراد ہے تو چاہئے کہ تو انصاف کرے ۔ اگرچہ مقابل سے ہر وقت ظلم ہی ہو ۔ عقلمند آدمی کے ساتھ بیٹھ ۔ کیونکہ میری اور تیری بُنیاد صرف گرد ۔ شرار ۔ نسیم اور نم پر ہے ۔
ترکیب طبائع سے مراد انسان کی جسمانی ترکیب ۔ مطلب یہ کہ "اسے کہ دسنت میرسد کارے بکن"

گرد سے مُراد خاک ۔ شرار سے مراد آتش ۔ نسیم سے مراد باد ۔ اور نم سے مُراد آب ۔ یعنی عناصر اربعہ جن سے انسان کا جسم مُرکب ہے ۔ حکیم صاحب نے خاک و آتش وغیرہ کے بجائے گرد ے و شرارے وغیرہ کہہ کر انسان کی ضعیف البنیان ہونے کا اچھا اظہار کیا ہے ۔ مطلب یہ کہ انسان کیا ہے ۔؟ تھوڑی سی گرد ۔ ایک شرر ۔ نسیم اور نم کا مجموعہ ہے ۔

یہ رُباعی بہ اختلاف چند الفاظ رُباعیات ابوسعید ابوالخیر میں بھی درج ہے(۱) ۔

در خواب بُدم مرا خردمندے گفت کاری چہ کنی کہ با اجل باشد جفت	۴	کز خواب کسی را گل شادی نشگفت برخیز کہ زیر خاک می باید خفت

میں سویا ہوا تھا کہ ایک دانشمند نے مجھے آ کر کہا ۔ کہ نیند سے کبھی گل مُراد شگفتہ نہیں ہوتا ۔ تو ایسا کام کیوں کرتا ہے جو موت کے مشابہ ہو ۔ اُٹھ کہ تو زمین میں مُدتوں سویا رہے گا ۔

مطلب یہ کہ غفلت میں عمر ضایع نہ کر ۔ اب وقت ہے کچھ کر لے ۔ نیند کو موت کا جفت کہا ۔ کیونکہ مشہور مثل ہے کہ " اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ "

اب وقت عزیز کو جو یوں کھوؤ گے		پھر سو چلے غفلت کے تئیں روؤ گے

(۱) دیکھو رُباعیات ابوسعید ابوالخیر مطبوعہ لاہور ۔ ۱۲ ۔

کیا خواب گراں پہ رُوز و شب مائل ہو		جاگو ٹک میر بہت سو وُ سکے

(میر تقی)

نفست بسگ خانہ ہمی ماند راست رُوبہ صفت است و خواب خرگوش دہد	۹	جز بانگ میاں تہی ازو ہیچ نخاست آشوب پلنگ دارد و گرگ دغاست

نیز النفس بالکل گھر کے کتّے کی طرح ہے - سوائے خالی آواز کے اس سے اور کچھ نہیں نکلتا - روباہ کی طرح مکّار - اور حیلہ گر ہے - اور غفلت پیدا کرتا ہے - چیتے کی طرح خطرناک اور بھیڑیے کی طرح دغاباز ہے -
روبہ - روباہ مشہور جانور ہے حیلہ گر اور مکار ہوتا ہے **خوابِ خرگوش** - غفلت
حکیم صاحب نے نفس کو کتا کہہ کر چار اور جانوروں سے بھی مشابہت ثابت کر دی ہے -

بیگانہ اگر وفا کند خویش من است گر زہر موافقت کند تریاق است	۱۰	ور خویش جفا کند بد اندیش من است ور نوش مخالفت کند نیش من است

اگر کوئی بیگانہ وفاداری کرے تو وہ میرا یگانہ ہے - اور اگر کوئی خویش و اقربا جفاکاری کرے تو وہ میرا دشمن ہے - اگر زہر طبیعت کے موافق ہو تو وہ تریاق ہے - اور اگر تریاق مزاج کے مخالف ہو تو وہ زہر ہے -
نوش - شہد - **تریاق** - آب حیات - **نیش** - نوکدار دانت مثلاً کتّے اور خوک کے - مجازاً ڈنک مثلاً بچھو اور سانپ کا -

دوست گر بھائی نہیں دوست ہے پھر بھی لیکن		بھائی گر دوست نہیں کچھ نہیں پھر بھائی بھی

تا بتوانی غم جہاں ہیچ مسنج خوش میخور و می بخش و ہمی دار بسنج	۱۱	بر دل منہ از آمدہ و نا آمدہ رنج با خود نبری گر ہمہ داری گنج

جہاں تک ہو سکے دُنیا کے غموں کو دل میں جگہ نہ دو۔ کچھ آتا ہے تو آنے دو نہیں آتا تو جانے دو۔ دُنیا میں کھاؤ اور کھلاؤ۔ سیم و زر کے خزانے اگر ہوئے بھی تو کیا تیرے ساتھ جائیں گے۔؟۔

دارِ سپنج۔ سے مُراد دُنیا۔ سپنج۔ لکڑی اور گھاس کا بنا ہوا گھر جو زمیندار لوگ غلّہ کی حفاظت کے لئے چند روز کے لئے عارضی طور پر بنا لیتے ہیں۔

بوئے خوش گل بزخم خاری ارزد یارے کہ از و ہزار جاں تازہ شود	۱۲	گر بادہ خوری ہم خماری ارزد انصاف بدہ کہ انتظاری ارزد

پھول کی خوشبو کے لئے اگر کانٹوں کی تکلیف برداشت کیجائے تو کیا مضائقہ ہے۔ شراب کے سرور کے ساتھ اگر خمار کی تکلیف ہے تو کیا حرج ہے۔ معشوق جس کے آنے سے ہزار جانیں تازہ ہوتی ہیں۔ انصاف کا مقام ہے کہ اگر اوس کے لئے انتظار کی سختی اُٹھانی پڑے تو کونسی بڑی بات ہے۔

اس رُباعی کی تشریح ایک اور طرح سے بھی ہو سکتی ہے۔ جو معانی مذکورہ سے بالکل متضاد ہے۔ یعنی بصورت استفہام انکاری اس طرح کہا جائے کہ کیا پھول کی خوشبو اس قابل ہے کہ اُس کے لئے کانٹوں کی تکلیف برداشت کیجائے۔ جواب یہ کہ نہیں۔

جانم بفدای آنکہ او اہل بود خواہی کہ بدانی بیقیں دوزخ را	۱۳	سر در قدمش اگر نہم سہل بود دوزخ بجہاں صحبت نا اہل بود

میں اوس شخص پر جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔ جو اہل ہو۔ ایسے شخص کے پاؤں پر اگر سر رکھا جائے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر تو جاننا چاہتا ہے کہ دوزخ کیا چیز ہے۔ (تو میں بتاتا ہوں کہ) دنیا میں دوزخ نا اہل کی صحبت ہے۔ بُری صحبت فی الحقیقت دوزخ ہے۔

زینہار از قرینِ بد زنہار | وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ

(سعدی)

۱۴
با مردمِ پاک اصل و عاقل آمیز | وز نا اہلاں ہزار فرسنگ گریز
گر زہر دہد ترا خردمند بنوش | در نوش رسد ز دست نا اہل بریز

پاک طینت اور عقلمند آدمیوں سے مل - اور نا اہلوں سے ہزار کوس دور بھاگ - اگر عقلمند تجھے زہر دے تو پی لے - اور اگر نا اہل تریاق دے - تو پھینک دے -

ز جاہل گریزندہ چوں تیر باش | نیا میختہ چوں شکر شیر باش

(سعدی)

مشہور بات ہے نادان دوست سے دانا دشمن اچھا -

دوستی زابلہ بتر از دشمنی است | او بہر حیلہ کہ دانی راندنی است

(مولانا روم)

۱۵
کم کن طمع از جہان بمیری خرسند | وز نیک و بد زمانہ بگسل پیوند
خوش باش تو آنچناں کہ ایں دورِ فلک | ہم بگسلد و نماند ایں روزی چند

دنیا کی طمع کم کر تاکہ تیری موت آسان ہو - اور زمانے کے نیک و بد سے قطع تعلق کرے - زندگی خوشی سے گزار کیونکہ دورِ آسمان نہیں رہے گا - اور یہ چند روز بھی گزر جائیں گے -

تکلف گر نباشد خوش تواں زیست | تعلق گر نباشد خوش تواں مرد

۱۶
در دہر ہر آنکہ نیم نانے دارد | وز بہر نشست آشیانے دارد
نے خادمِ کس بود نہ مخدومِ کسے | گو شاد بزی کہ خوش جہانے دارد

انسان کو دُنیا میں اگر کھانے کے لئے ایک آدھ روٹی مل جائے اور رہنے کے لئے جھونپڑا۔ نہ کسی کا نوکر ہو اور نہ کسی کا آقا تو سمجھو کہ بادشاہ ہے۔

ابن یمین کا یہ قطعہ بھی اسی مضمون پر ہے۔

دو قرص ناں اگر از گندم است یا از جو		دو تائے جامہ اگر کہنہ است یا خود نو
چہار گوشۂ دیوار خود بخاطر جمع		کہ کس نگوید ازیں جا بخیز و آں جا رو
ہزار بار نکوتر بہ نزد ابن یمین		ز فرِّ مملکتِ کیقباد و کیخسرو

بعض تذکروں میں لکھا ہے کہ یہ رُباعی غیاث الدّین بلخی (ہمتی تخلص) کی ہے۔(۱)

بشنو زمن ای زبدۂ یاران کہن	۱۷	اندیشہ مکن زیں فلک بے سروبن
برگوشۂ صحن قناعت بنشیں		بازیچۂ چرخ را تماشائے کن

اے منتخب پُرانے دوست! اس بے سروپا آسمان کے انقلابات کی فکر نہ کر گوشۂ قناعت میں بیٹھ کر آسمان کی بازیوں کو دیکھتا رہ۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر انسان کے دل میں صبر ہو تو پھر گردش فلک اُس کے لئے ایک کھیل تماشا ہے۔

گر با خردی تو حرص را بندہ مشو	۱۸	در پائے طمع خام سر افگندہ مشو
چوں آتش تیز باش و چوں آب رواں		چوں خاک بہر باد پراگندہ مشو

اگر تو عقلمند ہے تو حرص کا غلام نہ بن - اور بیہودہ طمع کا پامال نہ ہو - تیز آگ کی طرح اور رواں پانی کی طرح ہو - اور خاک کی طرح ہر ہوا کے ساتھ پراگندہ نہ ہو۔

مطلب یہ کہ آگ کی طرح حرص و ہوا کے خس و خاشاک کو جلا دے - اور رواں پانی کی طرح ہر قسم کی آلودگی سے پاک رہ - گرد کی طرح اپنے آپ کو ایسا ذلیل نہ کر کہ موافق مخالف ہوا کے ساتھ اُڑتا پھرے۔

(۱) دیکھو تذکرہ حسینی ترجمۂ ہمتی - ۱۲ -

اربعہ عناصر خاک و باد اور آتش و آب کو ایک جگہ جمع کیا ہے۔ ہوا یعنی باد و حرص۔ لہذا حرص۔ طمع اور ہوا کی رعایت ظاہر۔

چند از پئے حرص و آز ای فرسودہ رفتند و روند ہم بیابند و روند	۱۹	تا چند دوی گرد جہاں بیہودہ یکدم بمراد خویشتن نابودہ

اے افسردہ دل! حرص و ہوا کے لئے کب تک جہان کے گرد بیہودہ پھریگا۔ دیکھ کہ ہزاروں لوگ آئے اور چلے گئے ہزاروں آئیں گے اور چلے جائیں گے۔ اور کبھی کوئی ایک دم کے لئے بھی بامُراد نہوا۔

مطلب یہ کہ انسان کی خواہشیں کبھی اُس کے حسب مراد تو پوری ہوئی نہیں پھر بیہودہ حرص و ہوا کا کیا فائدہ۔

در راہ قناعت ار سپنجے داری از ہر چہ نہ بر مراد تو خواہد بود	۲۰	در ہر قدم آراستہ گنجے داری گر رنجہ دراز رسنجے داری

اگر قناعت کی راہ میں تیری منزل ہے تو ہر قدم پر تجھے معمور خزانے ملیں گے۔ اور اگر تجھے اس بات پر رنج ہوتا ہے کہ فلاں کام میرے حسب مراد نہیں ہوا۔ تو سمجھ لے کہ تیرا یہ رنج بہت لمبا رنج ہے۔

مطلب یہ کہ دنیا تیری مراد پر تو چلنے سے رہی۔ پس اگر یہ بات تجھے رنج دیتی ہے۔ تو لازمی ہے کہ تو مرتے دم تک عذاب میں ہی رہے گا۔

آں مایہ ز دنیا کہ خوری یا نوشی باقی ہمہ رائگاں ترا۔ زو ہشدار	۲۱	معذوری اگر در طلبش می کوشی تا عمر گرانمایہ بداں نفروشی

کھانے پینے کے لئے جتنا ضروری ہے اگر تو اس کی طلب میں کوشش کرے تو حق بجانب ہے۔ لیکن اس کے علاوہ جو کچھ ہے تیرے کسی کام کا نہیں۔ خبردار

کہ اُس کے لئے عمرِ عزیز کو ضائع نہ کرے۔

ع ہرچہ ضروری ست بداں شغل گیر۔

گر دست دہد ز مغز گندم نانے با ماہ رُخے نشستہ در ویرانے	۲۲	واز مے کدوئے زگوسفندی رانے عیشے بود آں نہ حدِ ہر سلطانے

مغزِ گندم کی ایک روٹی۔ شراب کی ایک صراحی۔ اور گوسفند کی ایک ران اگر مل جائے اور تنہائی کی جگہ ہو اور معشوق پاس ہو تو پھر سمجھو کہ یہ نعمت بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں۔

ابن یمین دو تین چیزیں اور ساتھ ملاتے ہیں اور کہتے ہیں۔

کنجے و کتابے و حریفے دو سہ ہمدم رود سے و سرود سے و شرابے و کبابے ایں دولت اگر دست دہد ابن یمین را		باید کہ عدد بیشتر از چار نباشد شرط است کہ ساقی بجز از یار نباشد با ہیچکس در دو جہاں کار نباشد

یک نان بدو روز گر شود حاصل مرد مامور کسے دگر چرا باید بود	۲۳	وز کوزہ شکستہ دمے آبے سرد تا خدمت چوں خودی چرا باید کرد

دو دن کے بعد بھی اگر ایک روٹی مل جائے۔ اور ٹوٹے ہوئے کوزے سے ٹھنڈے پانی کا ایک گھونٹ مہیا ہو سکے۔ تو پھر کسی دوسرے کا فرماں بردار نہیں ہونا چاہیئے۔ اور اپنے جیسے ایک آدمی کی خدمت قبول نہیں کرنی چاہیئے۔ مطلب یہ کہ مزدوری کرو اور کھاؤ۔ اُمرائے وقت کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر تملق اور چاپلوسی کے ذریعے دولت حاصل نہ کرو۔ خدا نے ہاتھ پاؤں دئے ہیں۔ پھر غیروں کا دست نگر ہونا کیا معنی۔

بدست آہک تفتہ کردن خمیر		بہ از دست بر سینہ پیشِ امیر

(سعدیؒ)

مولانا جامی علیہ الرحمۃ کا یہ قطعہ بھی اسی مضمون پر ہے۔

ہنرمندانِ عالم را یکے پند	ازیں بیچارہ می باید شنیدن
بکوہِ قاف رفتن پا برہنہ	وزاں جا سنگ صدمن آوریدن
بآتش داں فرو رفتن نگوں سار	زپلکِ دیدہ آتشپارہ چیدن
بدنداں رخنہ در فولاد کردن	زناخن راہ در رخارا بریدن
بفرقِ سر نہادن صد شتر بار	زمشرق جانب مغرب دویدن
بسے بر جامی آساں تر نماید	زبار منتِ دوناں کشیدن

ہرگز بطرب شربت آبے نخورم نانے ز نمکِ برنمک ، ہیچ کسے	۲۴	تا از کفِ اندوہ شرابے نخورم تا از جگرِ خویش کبابے نخورم

(کسی کا دیا ہوا) شربت پیکر مجھے کبھی خوشی حاصل نہیں ہوئی۔ کہ اس کے بعد غم کے ہاتھوں سے مجھے شراب نہ پینی پڑی ہو۔ میں نے اپنی روٹی کو اغیار کے نمک سے کبھی خوش ذائقہ نہیں کیا۔ کہ اس کے بعد اپنا جگر کباب نہ کرنا پڑا ہو۔

مطلب یہ کہ کسی کا دیا ہوا پانی یا نمک بھی اگر استعمال کروں تو آخر کار ندامت اُٹھانی پڑتی ہے۔

بلکہ غم ایام نداریم خوشیم چوں پختہ بما۔ می رسد از مطبخ عشق	۲۵	گر چاشت بود شام نداریم خوشیم از کس طمع خام نداریم خوشیم

ہم خوش ہیں کہ ہم کو دنیا کا ذرہ بھر بھی غم نہیں۔ اگر صبح کی روٹی ہو اور شام کی نہ ہو تو بھی خوش ہیں۔ جب مطبخ عشق سے تیار روٹی ملجاتی ہے۔ تو پھر ہم غیروں پر بیہودہ امیدیں نہیں باندھتے اور خوش رہتے ہیں۔

مطبخ ۔ کھانا پکانے کی جگہ۔ باورچی خانہ پختہ و خام کی رعایت ظاہر۔
مطلب یہ کہ خدا سے مانگتے ہیں اور کسی سے نہیں مانگتے۔

تا در تن تست استخوان و رگ و پے گردن منہ ار خصم بود رستم زال	۲۶	از خانۂ تقدیر منہ بیروں پے منت مبر ار دوست بود حاتم طے

جب تک تیرے بدن میں رگیں۔ پٹھے اور ہڈیاں موجود ہیں۔ خانۂ تقدیر سے قدم باہر مت رکھ۔ دشمن اگر رستم زال بھی ہو تو اُس کے سامنے سر نیچا نہ کر۔ اور دوست اگر حاتم طائی بھی ہو تو اس کا زیر بار منت نہ ہو۔

زال۔ رُستم کے باپ کا نام ہے۔ **طے**۔ حاتم کے قبیلہ کا نام ہے۔

مطلب یہ کہ جب تک جان میں جان ہے۔ خدا پر بھروسہ رکھ نہ دشمن سے ڈر اور نہ دوست کا دست نگر ہو۔

ہر چند ز دست دہر غمکش باشی زنہار ز دست ناکساں آب زلال	۲۷	وز جور و جفائے چرخ ناخوش باشی بر لب مچکاں اگر در آتش باشی

زمانے کے ہاتھ سے تو کتنا ہی غمگین کیوں نہ ہو اور آسمان کے جور و جفا سے تو کتنا ہی ناخوش کیوں نہ ہو۔ لیکن خبردار! اگر تو آگ میں بھی پڑا ہے تو بھی کمینے لوگوں کے ہاتھ سے ٹھنڈا پانی نہ لینا۔

قطعۂ ذیل بھی اسی مضمون پر ہے۔

زجام دہر زہر قہر خوردن بدست خویشتن خونِ دل خود زمستاں دریا باہنائے مہلک بتابستاں زگرما ہائے مفرط	بتلخی جانِ شیریں راسپردن بہ بزم دشمناں در شیشہ کردن چو آب از شدت سرما فسردن میانِ بادیہ لب تشنہ مُردن

بسے چندیں بار نزد اہل تحقیق ؤؤ
بہ از حاجت بہ پیش خلق بُردن

(اقتر)

در عالمِ جاں ہوش می باید بود تا چشم و زبان و گوش برجا باشد		۲۸		در کارِ جہاں خموش می باید بود بے چشم و زبان و گوش می باید بود

عالمِ روحانیات میں ہوشیار رہنا چاہئیے۔ اور دنیا کے کاموں میں خاموش رہنا چاہئیے۔ جب تک آنکھیں۔ زبان اور کان کام کرتے ہیں۔ آنکھوں کو۔ زبان کو اور کانوں کو بند رکھنا چاہئیے۔

مطلب یہ کہ نظامِ عالم جس طرح چلتا ہے چلنے دو۔ چون وچرا نہ کرو۔ یہ سمجھو کہ نہ کچھ دیکھا ہے نہ سنا ہے۔ خاموشی سے عمر بسر کرو۔

چشم بند و گوش بند و لب ببند		گر نہ بابی سرِّ حق بر ما بخند

(مولانا رومؒ)

تا چند اسیرِ رنگ و بو خواہی شد گر چشمۂ زہری و اگر آبِ حیات	۲۹	چند از پئے ہر زشت و نکو خواہی شد آخر بدلِ خاک فرو خواہی شد

تو کب تک رنگ و بو کا اسیر رہے گا۔ اور کب تک نیک و بد کے پیچھے پھرتا رہے گا۔ تو خواہ زہر کا چشمہ ہے خواہ آبِ حیات ہے۔ آخر کار مٹی کے نیچے چلا جائے گا۔

اے برادر چو عاقبت خاک است		خاک شو پیش از اں کہ خاک شوی

(سعدیؒ)

در راہ چناں رو کہ سلامت نکنند در مسجد اگر روی چناں رو کہ ترا	۳۰	باخلق چناں زی کہ قیامت نکنند در پیش نخوانند و امامت نکنند

راستے میں اس طرح چل کہ لوگ تجھے سلام نہ کریں۔ دنیا کے ساتھ ایسا برتاؤ کر کہ لوگ تیرے لئے تعظیماً قیام نہ کریں۔ تو اگر مسجد میں جاتا ہے۔ تو

اس طرح جا کہ لوگ تجھے آگے بُلا کر امام بنا دیں۔

خلاصۂ مطالب یہ کہ دنیا میں عجز و انکسار کے ساتھ رہ۔ گوشۂ گمنامی اختیار کر۔ ایسی قطع وضع اختیار نہ کر کہ لوگ خواہ مخواہ تیری عزت کرنے پر مجبور ہوں۔

حکیم صاحب نے نہایت عمدہ دستور العمل بیان فرمایا ہے۔ کاش دُنیا اس پر عمل پیرا ہو۔ آج کل تو صورتِ حالات بالکل برعکس ہے۔ ہر ایک شخص یہی چاہتا ہے کہ تمام دُنیا اُس کی عزت کرے۔ خواہ قابلِ عزت ہو یا نہ ہو۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص اس بات کا خواہاں ہو کہ لوگ اُٹھ اُٹھ کر اس کی تعظیم کریں۔ وہ اپنی جگہ جہنم میں بناتا ہے۔

در راہِ خرد بجز خرد را مپسند خواہی کہ ہمہ جہان ترا بپسندند	۳۱	چوں ہست رفیق نیک بد را مپسند می باش بہ خوشدلی و خود را مپسند

عقلمندی کے طریقہ میں سوائے عقل کے اور کسی چیز کو پسند نہ کر۔ نیک ساتھی موجود ہے تو بُرے کو پسند نہ کر۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تمام دُنیا تجھ کو پسند کرے۔ تو دل کو خوش رکھ اور خود پسندی نہ کر۔

خواہی کہ ترا رُتبۂ ابرار رسد از مرگ میندیش و غمِ رزق مخور	۳۲	مپسند کہ کس را ز تو آزار رسد کیں ہر دو بوقت خویش ناچار رسد

اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے ابرار کا رُتبہ حاصل ہو جائے۔ تو تجھے چاہئے کہ یہ بات پسند نہ کرے کہ تیرے ہاتھ سے کسی شخص کو تکلیف پہونچے۔ موت سے نہ ڈر۔ اور روزی کا غم نہ کر۔ کیونکہ یہ دونوں اپنے اپنے وقت پہ ضرور پہونچ جاتی ہیں۔

ابرار۔ نیک اور بزرگ لوگ۔

حکیم صاحب نے بلند مرتبہ ہونے کے لئے تین چیزیں ضروری خیال کی ہیں
ایک یہ کہ انسان کم آزار ہو۔ دوسرا موت سے نہ ڈرے۔ تیسرا یہ کہ روزی
کے لئے سرگرداں اور پریشان نہ ہو۔

کم آزاری کے متعلق خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

مباش در پئے آزار و ہرچہ خواہی کن	کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رُباعی رُکن الدّین محمود شاہ سنجان
کی ہے (۱)۔ یہی رُباعی رُباعیات سحابی استرآبادی میں بھی درج ہے۔ (۲)۔

در دہر کسی بہ گلعذارے نرسید درشانہ نگر کہ تا بصد شاخ نشد	۳۳	تا بر دلش از زمانہ خارے نرسید دستش بسر زلف نگارے نرسید

دُنیا میں کوئی شخص اپنے مطلوب تک نہیں پہونچ سکتا۔ جبتک کہ زمانے کی
تکالیف کو برداشت نہ کرے۔ تو نہیں دیکھتا کہ کنگھی جب تک سو ٹکڑے نہ ہو جائے
معشوق کی زلفوں تک نہیں پہونچ سکتی۔

مطلب یہ کہ حصولِ مُراد میں تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اور برداشت
کرنی چاہئیں۔

ایں کہ روزی بے تردّد میرسد افسانہ ایست	بیخبر کوشش کلید رزق را دندانہ ایست

(صائب)

بدخواہِ کساں ہیچ بمقصد نرسد من نیکِ تو خواہم تو بخواہی بدِ من	۳۴	یک بد نکند تا بخودش صد نرسد تو نیک نبینی و بمن بد نرسد

دوسروں کا بدخواہ کبھی منزلِ مقصود کو نہیں پہنچتا۔ اگر دوسروں کے ساتھ
ایک بُرائی کرتا ہے تو سو بُرائی اُسے پہونچتی ہیں۔ میں تیری نیکی چاہتا ہوں اور تو میری

(۱) دیکھو تذکرہ آتشکدہ آذر ترجمۂ شاہ سنجان -۱۲- (۲) دیکھو رُباعیات سحابی استرآبادی مطبوعہ لاہور -۱۲-

بُرائی - تو نیکی کا مُنہ نہیں دیکھیگا - اور مجھے بُرائی نہیں پہنچیگی -
حاصلِ کلام یہ کہ " چاہ کن را چاہ در پیش "

دشمن کہ ہمیشہ مرا بد می بیند	۳۵	حقا کہ نہ از روی خرد می بیند
در آئینۂ درون خود می نگرد		آں صورت مردہ رنگ خود می بیند

دشمن جو مجھے ہمیشہ بُرا دیکھتا ہے - بخدا وہ چشم خرد سے نہیں دیکھتا - حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے دل کے آئینے میں دیکھتا ہے اور اس کو اپنی ہی مُردار صورت نظر آتی ہے - یعنی چونکہ وہ خود بُرا ہے اس لئے دوسرے لوگ بھی اُسے بُرے دکھائی دیتے ہیں -

با مردم نیک بد نمی باید بود	۳۶	در پایۂ دیو و دد نمی باید بود
مفتون معاش خود نمی باید بود		مغرور بہ فضل خود نمی باید بود

نیک آدمیوں کے ساتھ بُرا نہیں ہونا چاہئے - شیطانی اور حیوانی مرتبہ پر نہیں ہونا چاہئے - اپنی معاش پر شیدا نہیں ہونا چاہئے - اور اپنی فضیلتوں پر مغرور نہیں ہونا چاہئے -

سستی مکن و فریضۂ حق بگذار	۳۷	در عہدۂ آنجہاں منم بادہ بیار
در خون کسی و مال کسے قصد مکن		واں لقمہ کہ داری ز کساں باز مدار

سُستی نہ کر اور خدا کا فرض ادا کر - اگلے جہان کا میں ذمہ دار ہوں شراب لا - کسی کے خون اور مال کا قصد نہ کر - اور جو لقمہ کہ تیرے پاس ہو اُسکے دینے میں دریغ نہ کر -

مردانہ بیا ز خویش پیوند ببر	۳۸	خود را تو ز بند زن و فرزند ببر
ہر چیز کہ ہست سد راہ ہست ترا		پابند چگونہ رہ روی بند ببر

مردانگی کر اور خودی چھوڑ دے - اپنے آپ کو زن و فرزند کی قید سے رہا کر دے

جتنی چیزیں ہیں سب تیرے لئے سدِ راہ ہیں۔ جب تک تیرے پاؤں بندھے ہیں۔ تو کس طرح چلے گا۔ ان زنجیروں کو توڑ دے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سلسلۂ تعلقات کو کم کر دے۔ جب تک اپنی جان کی۔ یا زن و فرزند اور مال و متاع کی فکر دامنگیر رہے گی تو قطع منازل نہیں کر سکے گا۔

قل ان کان آباؤکم و ابناءکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال ن اقترفتموها و تجارة تخشون کسادها و مسکن ترضونها احب الیکم من اللہ و رسوله و جهاد فی سبیله فتربصوا حتی یاتی اللہ بامره۔ و اللہ لا یهدی القوم الفسقین ٥ (التوبہ)

از جملہ رفتگان این راہ دراز زنہار درین سرا چہ از روئ آز	۳۹	باز آمدۂ کو کہ بما گوید راز چیزی نگذاری کہ نمی آئی باز

جو لوگ عدم کے لمبے سفر پر چلے گئے اُن میں سے کوئی بھی واپس نہ آیا۔ کہ کوئی راز کی بات بتاتا۔ خبردار اس دار فانی میں حرص کی وجہ سے کچھ بھی جمع کر کے نہ چھوڑ جانا۔ کیونکہ تو پھر واپس نہیں آئے گا۔

مطلب یہ کہ جو کچھ جمع کر کے تو چھوڑ جائے گا۔ اوروں کے کام آئے گا۔ تجھے اس سے کیا فائدہ؟

ز جمع مال نہ دانم نشاط ممسک چیست		کہ ہمچو کیسہ زر از بہر دیگرے دارد

تا سر نکنم در سرت ای مایۂ ناز ہر چند کہ راہم بتو دور ست و دراز	۴۰	کوتہ نہ کنم ز دامنت دست نیاز در راہ بمیرم و نگردم ز تو باز

اے مایۂ ناز! جب تک میں تیرے ساتھ مل نہ جاؤں گا۔ تیرے دامن سے نیاز کا ہاتھ کوتاہ نہ کروں گا۔ تجھ تک پہونچنے کا راستہ ہر چند بہت دور و

دراز ہے - لیکن میں چلتے چلتے راہ میں مرجانا پسند کرونگا - لیکن واپس نہ ہونگا -

دانم نہ رسد ذرہ بخورشید ولیکن	شوقِ طیراں می کشد ارباب ہمم را

(عرفی)

یہ رُباعی غالباً شیخ سعدی علیہ الرّحمۃ کی ہے (۱) -

از آتشِ آخرت نمی داری باک چوں بادِ اجل چراغ عمرت بکشد	۴۱	در آبِ ندامت نشدی ہرگز پاک ترسم کہ ترا زننگ نپذیرد خاک

تجھے دوزخ کی آگ کا ڈر نہیں - ندامت کے پانی سے تو نے اپنے آپ کو کبھی پاک نہیں کیا - جب موت کی ہوا تیری عمر کے چراغ کو بجھا دے گی - مجھے ڈر ہے کہ اُس وقت مٹّی بھی بوجہ عار کے تجھے اپنے اندر جگہ نہ دے گی -

دوسرے مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ تجھے کبھی اپنے گناہوں پر ندامت نہیں ہوئی - اور تو نے توبہ نہیں کی -

بگذار دلا وسوسۂ فکرِ محال آزاد شو و مجرّد و بادہ پرست	۴۲	درکش قدحِ بادہ و بگذر ز ملال تا مرد شوی رسی بسرحدِ کمال

اے دل! فکرِ محال کے وسوسہ کو چھوڑ دے - شراب پی اور غم دور کر، آزاد ہو جا - مجرّد ہو جا اور مے پرست ہو جا تاکہ تو مرد بن جائے اور سرحدِ کمال کو پہنچ جاوے -

ای گشتہ شب و روز بدنیا نگراں آخر نفسے بیں و باز آی بخود	۴۳	اندیشہ نمی کنی تو از روزِ گراں کایام چگونہ می کند با دگراں

اے کہ دن رات تو دنیا میں مشغول ہے - روزِ قیامت (یا روزِ مرگ) کی تجھے کچھ فکر نہیں - آخر ہوش میں آ - اور دیکھ کہ زمانہ دوسروں کے ساتھ کیا کر رہا ہے -

(۱) دیکھو کلیاتِ سعدی مطبوعہ نولکشور پریس صفحہ ۴۴۹ - ۱۲ -

مطلب یہ کہ دوسروں کا انجام دیکھ کر عبرت حاصل کر۔

شرمت نایداز این تباہی کردن گیرم کہ سراسرایں جہان ملک تو شد	۴۴	زیں ترک اوامر و نواہی کردن جز آنکہ رہا کنی چہ خواہی کردن

تجھے اس تباہ حالی سے اور اوامر و نواہی کے ترک سے شرم نہیں آتی۔ فرض کیا گر تو ساری دنیا کا مالک ہوگیا۔ لیکن آخر کار سوا اس کے کہ تو اوسے چھوڑ جائیگے اور کیا کرے گا۔

تو آمدہ بپادشاہی کردن چیزی نبدی دی و نباشی فردا	۴۵	با خویشتن آئی زیں تباہی کردن پیداست کہ امروز چہ خواہی کردن

کیا تو بادشاہی کرنے کے لئے آیا ہے۔ اس تباہ کاری کو چھوڑ اور ہوش میں آ۔ ابتدا میں بھی تو کچھ نہ تھا۔ انجام کار بھی تو کچھ نہیں رہے گا۔ پس ظاہر ہے۔ کہ آج تو کیا کرسکتا ہے۔

حاصل یہ کہ تیری ابتدا بھی عدم انتہا بھی عدم۔ اس چند روزہ زندگانی میں تو کیا کچھ کرے گا۔

بر موجب عقل زندگانی کردن اُستادِ تو روزگارِ چابکدست است	۴۶	شاید کردن و می ندانی کردن چنداں بسرت زندکہ دانی کردن

تجھے چاہیئے کہ عقل کے مطابق زندگانی بسر کرے لیکن تو اس طرح زندگانی بسر کرنا نہیں جانتا۔ گرچالاک زمانہ تیرا اُستاد ہے تیرے سر پہ اتنا مارے گا کہ تو خود سیکھ جائیگا۔

خلاصہ یہ کہ طوعاً و کرہاً تجھے راہ راست پر آنا پڑے گا۔

از گردش این دائرہ بی پایاں	۴۷	برخورداری دو نوع مردم را دان

یا باخبرے تمام از نیک و بدش | یا بیخبرے از خود و از کار جہاں

اس دائرۂ بے پایاں کی گردش میں (یعنی دُنیا میں) صرف دو قسم کے آدمی بامُراد ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کو نیک و بد کی تمام و کمال خبر ہو۔ دوسرے وہ جو اپنے آپ سے اور دنیا سے بالکل بے خبر ہوں۔

مطلب یہ کہ یا تو آدمی کو علوم پر کامل دسترس ہو۔ یا بالکل بے بہرہ ہو۔ بین بین حالت خطرناک ہے۔ وُہی بات ہے "نیم مُلّا خطرۂ ایمان"

۴۸

صیّاد نۂ حدیث نخچیر مکن | چیزیکہ نخواندۂ تو تفسیر مکن
چوں پیر حقیقت از تو معنی طلبد | از دیدہ بکن ادا و تقریر مکن

تو شکاری نہیں ہے۔ شکار کی باتیں نہ کر۔ جو چیز تو نے نہیں پڑھی۔ اُس کی تشریح نہ کر۔ جب پیر حقیقت تجھ سے معانی دریافت کرے۔ تو آنکھوں سے بیان کر دے اور تقریر نہ کر۔

مطلب یہ کہ حقائق و معارف کے بیان میں زبانی گفتگو بے فائدہ ہے۔ آنکھوں کے اشارے سے کام چلتا ہے۔ یا یہ کہ چشم گریاں سے معنے حل ہوتے ہیں۔ اور خصوصاً وہ مضامین جن کا تو ماہر نہیں ہے۔ اُن کے متعلق زبان نہ کھول۔

چونکہ علت نیست کمتر کن سخن | خرج تو درخورد دخل خویش کن
(عطّار)

۴۹

تا بتوانی خدمت رنداں میکن | بنیاد فساد دہر ویراں میکن
بشنو سخن راست از عمر خیّام | می میخور و رہ میزن و احساں میکن

جہاں تک ہو سکے رندوں کی خدمت کر۔ زمانے سے فساد کی بنیاد

اُکھاڑ ڈال - عمر خیام سے سیدھی بات سُن کہ شراب پی - اور سرود و سماع میں مصروف رہ لیکن احسان کر۔

راہ زدن - سرود گفتن - گانا بجانا (بہار عجم و ہفت قلزم)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر تو خلق خدا سے احسان کرے گا تو تیرے کئی گناہ بخشے جائیں گے - شراب و سرود حرام اور ممنوع ہیں لیکن باوجود ان کے ارتکاب کے بھی اگر تو لوگوں سے نیکی کا سلوک کرے گا - تو انجام بخیر ہوگا - احسان کی ترغیب ہے اور کچھ مُراد نہیں -

مباش در پئے آزار و ہر چہ خواہی کن		کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہی نیست

(حافظ)

آں را کہ وقوفست بر احوال جہاں	۵۰	شادی و غم و رنج بر و شد آساں
چوں نیک و بد جہاں بسر خواہد شد		خواہی ہمہ درد باش و خواہی درماں

جو شخص زمانے کے حالات سے واقف ہے - خوشی اور رنج و غم اوس پر آسان ہو جاتے ہیں - دنیا کی خوشی اور رنج تو گزر جانے والی چیزیں ہیں - تو اگر چاہتا ہے تو ہمہ تن درد بن جا اور اگر چاہتا ہے تو درماں ہو جا۔

مطلب یہ کہ دُنیا کی خوشی اور غم گزشتنی و گزاشتنی ہیں۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ تو اس چند روزہ زندگانی کو خوشی سے گزار دے۔

اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات		ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے
اے شمع صبح ہوتی ہے روتی ہے کس لئے		تھوڑی سی رہ گئی ہے اُسے بھی گزار دے

ایدل ز غم جہاں کہ گفتت خوں شو	۵۱	یا ساکن عشوہ خانۂ گردوں شو
دانی چہ کنی چو نیست سامان مقام		انگار درون نیامدی بیروں شو

ایدل تجھے کس نے کہا ہے کہ دنیا کے غم میں خون ہو جا - یا آسمان کے

عشرہ خانہ میں مقیم ہو۔ تو جانتا ہے کہ یہاں تیرا قیام مستقل نہیں۔ تو کیا کر سکتا ہے
یہی سمجھ کہ کبھی تو آیا ہی نہیں تھا۔ اور نکل کر چلا جا۔
حاصل کلام یہ کہ دنیا کے غم کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہیئے اور آسمان کے
فریبوں میں نہیں آنا چاہیئے۔ جب دُنیا کا قیام صرف چند روزہ ہے۔ تو بہتر یہی ہے۔
کہ انسان سمجھے کہ میں کبھی آیا ہی نہیں تھا اور چلے جانے کا سامان کرے۔

غرہ چہ شوی بہ مسکن و کاشانہ ہمخوابہ بادی دلتو افروزی شمع	۵۲	بر عمر کہ ہست حاصلش افسانہ بر رہگذر سیل چہ سازی خانہ

جب تیری عمر صرف ایک افسانہ ہے تو مسکن و مکان پر تو کیوں مغرور ہوتا ہے
تند ہوا میں رہ کر چراغ جلانے یا سیلاب کے راستہ پر مکان بنانے کا کیا فائدہ؟
مطلب یہ ہے کہ چند روز میں نہ تو رہے گا نہ تیرے مکان رہیں گے۔ پھر دنیاوی
دولت پر مغرور ہونا فضول ہے۔

دانی زچہ روئے فتادہ است اوچہ راہ کین دار دہ زبان ولیکن خاموش	۵۳	آزادی سرو و سوسن اندرا فواہ وان راست دو صد دست ولیکن کوتاہ

تو جانتا ہے کہ لوگ سرو اور سوسن کو کیوں آزاد کہتے ہیں وجہ یہ ہے
کہ سوسن کی کئی زبانیں ہوتی ہیں اور پھر خاموش ہے اور سرو کے کئی ہاتھ ہوتے
ہیں لیکن کوتاہ۔
سوسن مشہور پھول ہے۔ اس کی پتیوں کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اس
کی چار قسمیں ہیں جس کا رنگ سفید ہوتا ہے اسے سوسن آزاد اور سوسن دہ
زبان کہتے ہیں۔
مطلب یہ کہ انسان کو خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔ اور دست درازی
سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

گر اسپ و یراق است و گر فیروزه از قہر فلک ہیچ کسے جان نبرد	۵۴	مغرور مشو بدولت دہ روزہ امروز سبو شکست و فردا کوزہ

اگرچہ تیرے پاس گھوڑے - سامان جنگ اور لعل و جواہر موجود ہیں - لیکن اس چند روزہ دولت پر مغرور نہیں ہونا چاہئے - آسمان کے قہر سے کوئی شخص جاں بر نہیں ہوا - آج سبو ٹوٹا ہے اور کل کوزہ -

یراق - سامان جنگ - مثلاً تلوار - نیزہ اور بندوق - (بھاری ہتیار مثلاً توپ وغیرہ اس میں شامل نہیں) **فیروزہ** - ایک قسم کا قیمتی پتھر - مراد جواہرات -

چوتھے مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی چھوٹی بڑی چیزیں سب یکے بعد دیگرے تلف ہو جانے والی ہیں -

بس خون کساں کہ چرخ بیباک بریخت بر حسن و جوانی اے پسر غرہ مشو	۵۵	بس گل کہ بر آمد از گل و پاک بریخت بس غنچہ ناشگفتہ بر خاک بریخت

بیباک آسمان نے بہت لوگوں کے خون گرائے ہیں - بہت پھول زمین سے پیدا ہوئے اور بالکل معدوم ہو گئے - اے نوجوان! حسن اور جوانی پر مغرور نہ ہو - بہت غنچے بن کھلے مرجھا جاتے ہیں -

پیوستہ ز بہر شہوت نفسانی آگاہ نۂ کہ آفت جان تو اند	۵۶	این جان شریف را ہمی رنجانی آنہا کہ تو در آرزوی ایشانی

تو ہمیشہ شہوات نفسانی کے لئے اپنی شریف جان کو تکلیف میں رکھتا ہے - کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ لوگ اور وہ چیزیں جن کی تجھے آرزو رہتی ہے - تیری جان کی آفت ہیں -

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جس چیز کی تجھے زیادہ محبت ہے - وہی چیز

تیرے لئے باعث تکلیف ہے۔

منہ تا بتواں در پے ہر کس دل		کہ دل بر داشتن کارے ست مشکل

زنہار کنوں کہ میتوانی بارے کیں مملکت حسن نہ ماند جاوید	۵۷	بردار ز خاطر عزیزاں بارے از دست تو ہم بروں رود یکبارے

خبردار! وقت ہے۔ جہاں تک ہو سکتا ہے عزیزوں کی دلجوئی کر۔ کیونکہ حسن کی سلطنت ہمیشہ نہیں رہتی آخر تجھ سے بھی چلی جائیگی۔

یہی دن ہیں دعا لیلو کسی کے قلب مضطر کی جوانی آ نہیں سکتی مری جاں پھر نئے سر سے

خواہی کہ پسندیدۂ انام شوی اندر پئے مومن و جہود و ترسا	۵۸	مقبول قبول خاصہ و عام شوی بدگوئے مباش تا نکونام شوی

اگر تو چاہتا ہے کہ ہر دلعزیز بنے اور خاص و عام کا مقبول خاطر ہو تو چاہئے کہ خواہ مسلمان ہو یا جہود و لفصاری کسی کے پیچھے اُس کا بُرا نہ کہے۔ اس طرح تو نیک نام ہو جائے گا۔

مطلب یہ کہ کسی کی غیبت نہ کر۔

گر روئے زمیں بجملہ آباد کنی گر بندہ کنی بلطف آزادی را	۵۹	چنداں نبود کہ خاطری شاد کنی بہتر کہ ہزار بندہ آزاد کنی

اگر تو تمام روئے زمین کو آباد کرے تو اتنی اچھی بات نہیں جتنی یہ کہ تو کسی کے دل کو خوش کرے۔ لطف و مہربانی سے کسی آزاد آدمی کو اپنا غلام بنا لینا ہزار غلاموں کو آزاد کرنے سے بہتر ہے۔

مطلب یہ کہ کسی کے دل کو خوش کرنا اور کسی کو اپنا ممنون احسان بنا لینا تمام نیکیوں سے بڑی نیکی ہے۔

بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رباعی شاہ علاؤالدولہ کی ہے(۱) اور بعض نے لکھا ہے کہ ابو سعید ابوالخیر کی ہے - (۲)

در راہِ نیاز ہر دلے را دریاب صد کعبۂ آب و گل بیکدل نرسد	٦٠	در کوئے حضور مقبلے را دریاب کعبہ چہ روی برو دلے را دریاب

نیازمندی سے کسی کی دلجوئی کر - اور کوچۂ حضور میں کسی مقبل کو ڈھونڈھ آب و گل کے سو کعبے ایک دل کے برابر نہیں - کعبہ کی طرف کیوں جاتا ہے کسی دل کو قابو کر -

کعبہ بنگاہِ خلیلِ آزر است		دل گزرگاہِ جلیلِ اکبر است

از کبر مدار ہیچ در دل ہوسے چون زلفِ بتاں شکستگی عادت کن	٦١	از کبر بجائے نرسید است کسے زاں پیش کہ بگسلد تار نفسے

دل میں غرور کی ہوس نہ رکھ - کیونکہ غرور کی وجہ سے کبھی کوئی آدمی مراد کو نہیں پہنچا - معشوقوں کی زلف کی طرح شکستگی (یعنی عجز و نیاز) کی عادت کر پیشتر اس کے کہ تار نفس منقطع ہو جائے -

گر شادی خویشتن دراں میدانی در ماتمِ عقلِ خویشتن بنشیں ہمہ عمر	٦٢	کاسودہ دلے را بغمے بنشانی میدار مصیبت کہ عجب نادانی

اگر تو اپنے دل کی خوشی اس بات میں دیکھتا ہے کہ کسی آسودہ دل کو ناخوش کرے - تو تمام عمر اپنی عقل کا ماتم کرتا رہ - اور اسی مصیبت میں رہ کیونکہ تو بڑا نادان ہے -

(۱) دیکھو آتشکدۂ آذر ترجمہ شاہ علاؤالدولہ ۱۲۰ - (۲) دیکھو تذکرۂ حسینی ترجمۂ ابوسعید ابوالخیر نیز رباعیات ابوسعید ابوالخیر مطبوعہ لاہور - ۱۲ -

مطلب یہ کہ اگر دوسرے کو ناخوش کر کے تو خوش ہوتا ہے تو سمجھ کہ تو بڑا احمق و نادان ہے۔

دانی کہ سفیدہ دم خروس سحری یعنی کہ نمودند در آئینۂ صبح	۶۳	ہر لحظہ چرا ہمی کند نوحہ گری کز عمر شبے گذشت و تو بیخبری

کیا تجھے معلوم ہے کہ صبح کے وقت مُرغ بار بار کیوں فریاد کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اُس کو صبح کے آئینہ میں یہ بات دکھائی گئی ہے کہ عمر سے ایک رات گزر گئی اور تو غافل ہے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی		گردوں نے گھڑی عُمر کی اک اور گھٹا دی

گر کام دل از زمانہ تصویر کنی گیرم کہ ز دشمنان بنالی بر دوست	۶۴	بیفائدہ خود را ز غماں پیر کنی چوں دوست جفا کند چہ تدبیر کنی

اگر تو زمانے سے اپنے دل کی مراد چاہتا ہے تو سمجھ لے کہ بے فائدہ غموں سے اپنے آپ کو بوڑھا بناتا ہے۔ فرض کیا کہ دشمنوں کے ظلم سے تو دوستا کے پاس فریاد لیجائے گا۔ لیکن اگر دوست ہی جفا کرنے لگے تو پھر کیا کریگا۔
حاصل کلام یہ کہ زمانہ کبھی تیرے حسب منشا نہیں چلے گا۔ اس لئے بے فائدہ فکر نہ کر۔

یہ رُباعی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی معلوم ہوتی ہے (۱)

(۱) دیکھو کلیات سعدی مطبوعہ نولکشور پریس صفحہ ۲۵۳ ۔ ۲ ۔

عیش کوشی

نوروز و نو بہار و مے و دلربا خوش است
بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

(بابر)

حکیم صاحب کی طبیعت بادشاہوں سے بھی زیادہ نازک تھی۔ اُن کا غنچۂ دل اس قدر لطیف تھا کہ ذرا سی ناموافق ہوا سے بھی مُرجھا جاتا تھا۔ باغ دنیا کی بہار چند روزہ ہے۔ وہ جانتے تھے کہ عہد خزاں میں بادِ صرصر کے جھونکے آخر کار اس گلشن کی شادابی کا خاتمہ کر دیں گے۔ اس لئے وہ ہمیشہ اسی کوشش میں رہے کہ جو وقت خوشی سے گزر سکے اوسے غنیمت سمجھ کر خوشی سے ہی گزارنا چاہئے۔ چنانچہ اُن کی شاعری کا بھی ایک معقول حصّہ اسی تعلیم کے لئے وقف ہوگیا۔ اس باب کے نیچے اُن کی رباعیات کی تعداد اس امر کی شاہد ہے کہ وہ تمام عمر تفکرات اور آلام کے روح فرسا حملوں کی مدافعت کرتے رہے۔ رشتۂ حیات کی کوتاہی کو وہ محسوس کرتے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ اُسے آتش غم سے جلنے دیں۔ ع

این رشتہ را مسوز کہ چندان دراز نیست

اس بات میں تمام شاعر اور کئی فلاسفر حکیم صاحب کے ہم خیال رہے ہیں۔ کسی شاعر کے دیوان کو اُٹھا کر دیکھو۔ اس مضمون پر کچھ نہ کچھ ضرور ملے گا۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ اور بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ اور کسی شاعر کے کلام میں اس مضمون کا اعادہ اس کثرت کے ساتھ نہیں۔ جس کثرت کے ساتھ رباعیات عمر خیام میں پایا جاتا ہے۔

دیکھئے امیر خسرو اس بات پر کتنا زور دیتے ہیں۔ کہ جب خیابات

ستقار ناپائدار ہے اور زندگی کا زمانہ تھوڑا ہے۔ تو ضروری ہے کہ ہم اسوقت کو غنیمت سمجھیں اور عیش و آرام سے عمر گزار دیں۔ فرماتے ہیں۔

بیا تا بے گل و صہبا نہ باشیم	کہ گل باشد بسے و ما نہ باشیم
ز گل نازک تریم و چند گاہے	بجز زیر گل و خارا نہ باشیم
بیا یار او با ما باش امروز	چہ می دانی کہ ما فردانہ باشیم
چو تنہا بودمے باید ہماں بہ	کہ با ہم صحبتاں تنہا نہ باشیم

ہلالی کے یہ دو شعر بھی اسی مضمون پر ہیں۔

بہار می رسد آہنگ باغ کن زاں پیش	کہ رفتہ باشی و بارہ دگر بہار آید
پیمانۂ بیار و بہ بادہ کہ بعد ازیں	دوراں زخاک ما ولتو پیمانہ ساختہ

میر صیدی نے بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے۔

دریں فصل گل ہر چہ داری بہ دہ	مبادا کہ دیگر بہارے نیاید

کسی اور اُستاد نے کیا اچھا کہا ہے۔

دو بیتم جگر کرد روزے کباب	کہ میگفت گوینده با رباب
دریں جا کہ بے ما بسے روزگار	بیاید گل و بشگفد نو بہار
بسا تیر و دی ماہ و اُردی بہشت	بیاید کہ ما خاک باشیم و خشت

حکیم صاحب کی رُباعیات اس مضمون پر اس قدر ہیں کہ گویا اُسے پامالی کی حد تک پہونچا دیا۔ لیکن کسی رُباعی کو دیکھو جدّت انداز سے خالی نہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ مضمون بھی "قصّہ ہائے دوست" کی طرح اس درجہ کا دلپذیر اور جان افزا ہے کہ اس کے تکرار میں بھی قند مکرر کے مزے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

آمد سحری ندا ز میخانۂ ما	۱	کاے رند خراباتی دیوانۂ ما

بر خیز که پُر کنیم پیمانہ ز مے		زاں پیش که پُر کنند پیمانۂ ما

ایک دن صبح سویرے ہمارے میخانے سے یہ آواز آ رہی تھی۔ کہ اے ہمارے رندِ خراباتی دیوانے! اُٹھ کر پیالہ شراب سے بھر لیں۔ پیشتر اس کے کہ ہماری زندگی کا پیالہ لبریز ہو جائے۔

پُر کنند کا فاعل عاملانِ قضا و قدر۔ پُر کنیم اور پُر کنند کا مقابلہ لطیف۔

بعض تذکروں میں یہ رُباعی سلمان کی بیان ہوئی ہے۔ (۱) اور ایک جگہ اس رُباعی پر حیاتی گیلانی کا نام بھی دیکھا گیا ہے۔ (۲)۔

زاں بادہ کہ عمر را حیاتِ دگر است	۲	پُر کن قدحی گرچہ ترا دردِ سر است
بر نہ بکفم کہ کارِ عالم سمر است		بشتاب کنون کہ عمر در گزر است

اُس شراب سے جو زندگی کے لئے ایک تازہ زندگی ہے میرا پیالہ بھر دے۔ خواہ تجھے اس میں دردِ سر بھی کیوں لاحق ہو۔ پیالہ میرے ہاتھ پر رکھ۔ کیونکہ دنیا ایک افسانہ ہے۔ جلدی کر کہ میری عمر گزر رہی ہے۔

سمر — افسانہ سے بنیاد اور بے حقیقت چیز۔

چوں عہدہ نمی شود کسے فردا را	۳	حالا خوش کن تو ایں دلِ سودا را
مے نوش بنورِ ماہ اے ماہ کہ ماہ		بسیار بتابد و نیابد ما را

جب کوئی شخص کل کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ تو چاہیئے کہ آج تو اپنے سودائی دل کو خوش رکھے۔ اے ماہ لقا چاندنی رات میں شراب پی۔ کیونکہ چاند مدتوں تک چمکتا رہے گا اور ہم نہ ہوں گے۔

(۱) دیکھو آتشکدہ آذر ترجمہ سلمان۔ ۱۲۔ (۲) دیکھو گلستانِ مسرت صفحہ ۱۳۲ ۔ ۱۱۔

لفظ ماہ کا تکرار لطف سے خالی نہیں۔

مے برکفِ من نہ کہ دلم در تابست برخیز کہ بیداری دولت خوابست	۴	وین عمر گریز پائی چوں سیمابست دریاب کہ آتش جوانی آبست

شراب (کا پیالہ) میرے ہاتھ پر رکھ۔ کیونکہ میرا دل پیچ و تاب میں ہے اور یہ عمر پارے کی طرح بہت جلد گزر جانے والی ہے۔ اُٹھ! کیونکہ بخت و دولت کی بیداری محض خواب ہے۔ (یعنی عارضی اور ناپائدار ہے) سمجھ لے کہ جوانی کا جوش شراب سے ہے۔

برخیز و بیا بناز بہر دل ما یک کوزہ مے بیار تا نوش کنیم	۵	حل کن بجمالِ خویشتن مشکل ما زاں پیشتر کہ کوزہ ہا کنند از گل ما

اُٹھ اور میری دلجوئی کے لئے ناز کے ساتھ آ۔ اور اپنے جمال سے میری مشکل کو حل کر۔ شراب کا ایک کوزہ لا تاکہ اُسے پئیں پیشتر اس کے کہ ہماری مٹی سے لوگ کوزے بنائیں۔

روزے دو سہ مہلت است بخور مئے ناب دانی کہ جہاں رو بخرابی دارد	۶	کیں عمر گذشتہ در نیابی۔ دریاب تو نیز شب و روز ہمے نوش شراب

دو چار دن کی مہلت ہے خالص شراب پی لے۔ اچھی طرح سمجھ لے کہ گزری ہوئی عمر پھر ہاتھ نہیں آئے گی۔ تجھے معلوم ہے کہ جہان خرابی کی طرف جا رہا ہے اس لئے تو بھی دن رات شراب پیتا رہ (یعنی تو بھی خرابی ہی اختیار کر) مطلب یہ ہے کہ جہان فانی ہے اور فنا کی طرف جا رہا ہے۔ چند روزہ مہلت کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اور شراب نوشی کر۔ شراب کو خراب اور شرابخانہ کو خراب خانہ کہتے ہیں۔ اس لئے تیسرے اور چوتھے مصرعہ کی باہمی رعایت ظاہر۔

۷

با ما درم قلب نمی گردد جفت
جاروب طرب خانۂ ما پاک برفت
پیری ز خرابات برون آمد و گفت
می خور کہ بعمر بات نمی باید خفت

کھوٹا سکہ اب ہمارے نزدیک نہیں آسکتا - جاروب طرب نے ہماری گھر کو بالکل صاف کردیا ہے - شراب خانہ سے ایک بوڑھا باہر آیا اور کہنے لگا کہ شراب پی کیونکہ تو مدتوں تک سوتا رہے گا -

جاروب طرب سے مُراد شراب ہوگی - تذکرۂ حسینی میں مولانا حافظ علی کی ایک رُباعی نظر سے گزری - اسی طرز میں ہے اور خیام کی رُباعی سے بدرجہا بہتر ہے -

ہنگام سحر کہ نرگس و لالہ شگفت
مُرغ سحری بنالہ و آہ بگفت
مے نوش کہ بے نشہ بسے خواہی بود
برخیز کہ در خاک بسے خواہی خفت

۸

می خور کہ بزیر گل بسی خواہی خفت
بے مونس و بے حریف و بے ہمدم و جفت
زنہار بکس مگو تو این راز نہفت
ہر لالہ کہ پژمردہ نخواہد بشگفت

شراب پی کیونکہ تو مدتوں تک بے مونس و حریف اور ہمدم و جفت کے بغیر تن تنہا مٹی کے نیچے سوتا رہے گا - خبردار! پوشیدہ راز کسی کو نہ بتانا - کیونکہ ہر ایک پژمردہ لالہ یہ راز سن کر شگفتہ نہیں ہوسکتا -

مطلب یہ کہ ہر ایک مُردہ دل ان باتوں کے سننے کے قابل نہیں اور ان سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا -

۹

چون ابر بہ نوروز رُخ لالہ بشست
برخیز و بجام بادہ کن عزم درست
این سبزہ کہ امروز تماشہ گہ تست
فردا ہمہ از خاک تو برخواہد رست

جب کہ نوروز کے دن بارش نے گل لالہ کے چہرہ کو دھو دیا ہے - اُٹھ -

اور پختہ ارادہ کر کے شراب کا پیالہ لے ۔ یہ سبزہ جو آج تیری تفریح کا باعث ہے ۔ کل تیری قبر پہ اُگے گا

۱۰

از منزل کفر تا بدین یک نفس است　　وز عالم شک تا بیقین یک نفس است
این یک نفس عزیز را خوش می دار　　کز حاصل عمر ما ہمین یک نفس است

ایک دم میں آدمی منزل کفر سے دین تک اور مقام شک سے یقین تک پہنچ سکتا ہے ۔ اس ایک گراں قدر دم کو خوشی سے گزار ۔ کیونکہ ہماری عمر کا حاصل یہی ایک دم ہے ۔

مطلب یہ کہ وقت کے ایک لمحہ کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہو سکتا ۔ آدمی ایک دم میں کیا سے کیا ہو سکتا ہے ۔ گزشتہ اور آیندہ پر تو کچھ مدار نہیں زندگی کا حاصل یہی زمانہ حال کا موجودہ وقت ہے ۔ اسے غنیمت سمجھو اور خوشی سے گزارو ۔

۱۱

ای دل چو زمانہ می کند غمناکت　　ناگہ برود ز تن روان پاکت
بر سبزہ نشین و خوش بزی روزے چند　　زان پیش کہ سبزہ بر دمد از خاکت

اے دل زمانہ تجھے غمگین رکھتا ہے اور آخرکار تیری جان پاک بھی تیرے جسم سے اچانک نکل جائے گی ۔ اس لئے تجھے چاہئے کہ چند روزہ زندگی کو سبزہ زار پہ بیٹھ کر خوشی سے گزار دے ۔ پیشتر اس کے کہ تیری قبر پر سبزہ اُگے ۔

۱۲

چوں لالہ بنوروز قدح گیر بدست　　با لالہ رخی اگر ترا فرصت ہست
مے نوش بخرمی کہ این چرخ کہن　　ناگاہ ترا چو خاک گرداند پست

اگر میسر ہو تو کسی گلرخ کے ساتھ نوروز کے دن لالے کی طرح پیالہ ہاتھ میں لے اور خوش ہو کر شراب پی ۔ کیونکہ آسمان تجھے اچانک مٹی کے

ساقط ہستی کر دے گا۔

گُلِ لالہ کو جام مے سے تشبیہ دیا کرتے ہیں۔ مثلاً۔

از انفعال لعل لبت لالہ در چمن		دیگر بدست خویش نہ گیرد پیالہ را
ساقی عیش است و مہ برافروختہ است دانی کہ اجل چو برق خرمن سوز است	۱۳	می دہ کہ فلک نکتہ آموختہ است تا درنگری خرمن ما سوختہ است

اے ساقی خوشی کا وقت ہے اور چاندنی رات ہے۔ شراب پلا۔ کیونکہ آسمان نے ہمیں یہ عجیب نکتہ بتایا ہے۔ کہ موت ایک خرمن سوز بجلی ہے اور دیکھتے دیکھتے ہمارے خرمن ہستی کو جلا دے گی۔

خدا جانے چاندنی رات میں کیا دھرا ہے کہ مرزا غالب بھی کہتے ہیں۔

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی		پیتا ہوں روز ابر و شب ماہتاب میں
ساقی گل و سبزہ بس طربناک شدہ است می نوش و گل بچیں کہ چوں درنگری	۱۴	دریاب کہ ہفتہ دگر خاک شدہ است گل خاک شدہ است و سبزہ خاشاک شدہ است

اے ساقی اس وقت گلزار اور سبزہ زار سامانِ فرحت بنے ہوئے ہیں۔ اسے غنیمت جان۔ کیونکہ چند دنوں تک یہ چیزیں خاک میں مل جائیں گی۔ شراب پی اور پھول چن۔ کیونکہ تیرے دیکھتے دیکھتے پھول پژمردہ اور افسردہ ہو کر خاک ہو جائیگا۔ اور سبزہ خس و خاشاک۔

دوران جہاں بے مے و ساقی ہیچ است ہر چند در احوال جہاں می نگرم	۱۵	بے زمزمہ نائے عراقی ہیچ است حاصل ہمہ عشرت است و باقی ہیچ است

دنیا اور جہان بغیر شراب اور ساقی کے ہیچ ہیں۔ نائے عراقی کے زمزمے کے بغیر ہیچ ہیں۔ دنیا کے حالات کو میں جس قدر غور سے دیکھتا ہوں

(معلوم ہوتا ہے) کہ زندگانی کا حاصل عیش و عشرت ہے اور باقی ہیچ ہے۔

نائے عراقی - نائے - (۱) ساز مشہور - (عربی مزمار) ۲ گلو - حلقوم - لحن - **عراق** - نام مقام موسیقی مخصوص بوقت چاشت (برہان) مراد سماع و سرود۔

اکنون کہ گل سعادتت پربار است می خور کہ زمانہ دشمن غدار است	۱۶	دست تو ز جام می چرا بیکار است دریافتن روز چنین دشوار است

اس وقت جب کہ تیری سعادت کا پھول شگفتہ ہے۔ تیرا ہاتھ جام مے سے کیوں خالی ہے۔ شراب پی کہ زمانہ دشمن غدار ہے۔ ایسا موقعہ حاصل ہونا پھر بہت مشکل ہے۔

مہتاب بنور دامن شب بشگافت خوش باش و بیندیش کہ مہتاب بسے	۱۷	می خور کہ دمی خوشتر ازاں نتواں یافت اندر سر خاک یک بیک خواہد تافت

چاند نے اپنی چاندنی سے رات کے دامن کو پھاڑ ڈالا ہے۔ شراب پی کہ اس سے بہتر وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔ خوش رہ۔ اور یہ سمجھ لے کہ چاند مدتوں تک ہم سب کی قبروں پر چمکا کرے گا۔

چاندنی رات میں شراب نوشی کا کوئی خاص لطف ہوگا۔ مرزا غالب کہتے ہیں۔

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی		پیتا ہوں روز ابر و شب ماہتاب میں

صحرا رخ خود بہ ابر نوروز بشست بیں سبز خطے و سبزہ زاری و مئے	۱۸	ایں دہر شکستہ دل بتو گشت درست ای بیخبر آگہ سبزہ از خاک تو رست

صحرا نے اپنے چہرے کو نوروز کی بارش سے دھو لیا ہے شکستہ دل زمانہ تیرے موافق ہوگیا ہے۔ کسی سبز خط معشوق کے ساتھ کسی سبزہ زار پر

شراب نوشی کر۔ اے غافل آ (کچھ کر لے)، کیونکہ عنقریب تیری قبر سے سبزہ اوگنے والا ہے ۔

روز ابر بھی شب ماہتاب کیطرح شراب نوشی کا خاص دن ہوتا ہے ۔

مے کشو مژدہ کہ گھنگھور گھٹائیں آئیں

ہم پہ رحمت ہوئی توبہ پہ بلائیں آئیں

۱۹

هرکو رقمی ز عقل در دل بنگاشت | یکروز ز عمر خویش ضایع نگذاشت

یا در طلب رضای یزدان کوشید | یا راحت خود گزید و ساغر برداشت

جس شخص کے دل پر عقل کا فرمان جاری ہے۔ وہ اپنی عمر سے ایک دن بھی ضائع نہیں کرتا۔ یا تو وہ خداوند کریم کی رضامندی ڈھونڈھنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ یا اپنے آپ کو خوش رکھنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اور شراب نوشی کرتا ہے۔

مطلب یہ کہ معطل نہیں رہنا چاہئے۔ یا تو عبادت الٰہی میں مشغول ہونا چاہئے۔ یا عیش وعشرت میں مصروف۔

۲۰

چون عمر همی رود چه بغداد چه بلخ | پیمانه چو پر شود چه شیرین چه تلخ

می نوش که بعد از من و تو ماه بسے | از سلخ بغره آید و از غره به سلخ

جب عمر گزرتی جارہی ہے تو پھر کیا بغداد اور کیا بلخ۔ پیمانہ جب لبریز ہونے والا ہے۔ تو پھر کیا میٹھا اور کیا تلخ۔ شراب پی کیونکہ ہمارے بعد چاند مدتوں تک ہلال سے بدر اور بدر سے ہلال بنے گا۔

سلخ۔ کھال اُتارنا۔ اصطلاحًا وہ دن جس کی شام کو ہلال دیکھا جاتا ہے۔ وجہ تشبیہ یہ کہ جس طرح کسی جانور کی کھال اُتاری جاتی ہے۔ اسی طرح چاند اُس دن آفتاب کی شعاعوں کے پردہ سے باہر نکلتا ہے۔

غُرّہ - بضم - گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی - قوم کا سردار - بہتر بہر چیز - اوّل روز ماہ (بوجہ استعارہ از پیشانی - یہاں بمعنی ماہِ چہاردہم استعمال ہوا ہے - کیونکہ یہ چاند کی تمام حالتوں میں سے سب سے افضل ہے (بہتر ہر چیز)

زان پیش کہ نام تو ز عالم برود بکشا سرِ زلف بتی بند ز بند	۲۱	می خور کہ چو می رود بدل غم برود زاں پیش کہ بند بندت از ہم برود

پیشتر اس کے کہ تیرا نام جہان سے گم ہو جائے - شراب پی کیونکہ جب شراب کا اثر دل تک پہونچتا ہے اُس وقت غم دور ہو جاتا ہے - کسی معشوق کی زلف کے بند کھول - پیشتر اس کے کہ تیرا بند بند جدا ہو جائے -

بر چشم تو ارچہ عالمے آرایند بربای نصیب خویش کت بربایند	۲۲	یکرای بدان کہ عاقلاں یکرایند بسیار چو تو شدند و بسیار آیند

اگرچہ جہان تیرے سامنے آراستہ و پیراستہ ہو کر پیش ہوتا ہے - ایک بات یاد رکھ کیونکہ تمام عقلمند آدمیوں کا اس بات پر اتفاق ہے - اپنے حصّہ کی عیش و عشرت سے مستفید ہو لے - کیونکہ تجھے (عنقریب) دُنیا سے اُٹھا لیجائینگے تجھ جیسے بہت پہلے جا چکے ہیں اور بہت آنے والے ہیں -

زان پیش کہ بر سرِ تو شبخوں آرند تو زر نۂ ای غافل نادان کہ ترا	۲۳	فرمای کہ تا بادہ گلگوں آرند در خاک نہند و باز بیروں آرند

پیشتر اس کے کہ اچانک (موت) تیرے اوپر حملہ آور ہو - حکم دے کہ شراب سُرخ تیرے پاس لائیں - اے نادان غافل تو سونا نہیں ہے - کہ ایک دفعہ تجھے زمین میں گاڑ کر پھر باہر نکالیں گے -

اس رُباعی میں بعث بعد الموت کا انکار نہیں ہے - مراد صرف یہ ہے :

کہ مر کر تو دوبارہ دنیا میں نہیں آسکے گا۔

شب نیست کہ آہ من بجوزا نرسد گفتی کہ بتو بادہ خورم پس فردا	۲۴	واز گریۂ من سیل بدریا نرسد شاید کہ مرا عمر بہ فردا نرسد

کوئی ایسی رات نہیں کہ میری آہیں جوزا تک نہ پہنچتی ہوں۔ اور میرے رونے کا سیلاب دریا تک نہ پہنچتا ہو۔ (یا دریا نہ بن جاتا ہو) تو نے کہا ہے کہ میں پرسوں تیرے ساتھ شراب پیوں گا۔ شاید میری عمر کل تک بھی وفا نہ کرے۔

تیرے وعدہ پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے		ہمیں اپنی زندگی کا اگر اعتبار ہوتا

می خور کہ بخاک چون تنت ذرہ شود از دوزخ و بہشت فارغ میباش	۲۵	خاکت پس ازاں پیالہ و خمرہ شود عاقل بچنیں عمر چرا غرہ شود

شراب پی۔ کیونکہ جب تیرا جسم مٹی میں جاکر مٹی ہو جائے گا۔ تو لوگ تیری مٹی سے پیالہ و سبو بنائیں گے۔ دوزخ اور بہشت سے فارغ ہو کر بیٹھ۔ عقلمند آدمی ایسی عمر پہ کب مغرور ہو سکتا ہے۔

مگذار کہ غصہ در حصارت گیرد می خور بکنار سبزہ آب رواں	۲۶	واندوہ محال روزگارت گیرد زاں پیش کہ خاک در کنارت گیرد

ایسا نہ ہو کہ غصہ تجھے محصور کرلے اور غم تیری زندگانی کا قافیہ تنگ کر دے۔ آب رواں کے کنارے سبزہ پر بیٹھ کر شراب پی پیشتر اس کے کہ خاک تجھے اپنے آغوش میں لے لے۔

فردا اثم فراق طے خواہد شد	۲۷	باطالع سعد قصد مے خواہد شد

معشوقہ موافق است و ایام بکام		اکنون نکنم نشاط کے خواہد شد

کل فراق کا غم دور ہو جائے گا۔ نصیب یاور ہوں گے اور شراب کا شغل ہو گا۔ معشوق ہماری موافق ہے اور زمانہ کامرانی کا ہے۔ اگر اب عیش و عشرت نہ کریں گے تو پھر کب کریں گے۔

طبعم ہمہ با روی چو گل می خندد از ہر جزوی نصیب خود بردارم	۲۸	دستم ہمہ با ساغر و مل پیوندد زاں پیش کہ جزوہا بکل پیوندد

میری طبیعت پھول جیسے چہرے کے ساتھ خوش رہتی ہے۔ میرا ہاتھ ہمیشہ جام سے پر رہتا ہے۔ تمام جزئیات سے میں اپنا حصہ لے لوں گا۔ پیشتر اس کے کہ تمام جزو اپنے کل کے ساتھ جا کر مل جائیں۔

یعنی پیشتر اس کے کہ موت آ جائے۔

با می بکنار جوی می باید بود این نزہت عمر ما چو گل دہ روز است	۲۹	از غصہ کنارہ جو می باید بود خندان لب و تازہ روی می باید بود

شراب ساتھ لے کر ندی کے کنارے پر جا بیٹھنا چاہئے۔ غصہ روزگار سے یک طرف رہنا چاہئے۔ ہماری عمر کی عیش پھول کی طرح چند روزہ ہے۔ اس لئے ہمیشہ پھول کی طرح خندہ بہ لب اور شگفتہ رو رہنا چاہئے۔

یہ رباعی دیوان حافظ میں بھی موجود ہے (۱)

از دفتر عمر پاک می باید شد ای ساقی مہ لقا تو خوش خوش مارا	۳۰	وز دست اجل ہلاک می باید شد آبے دردہ کہ خاک می باید شد

(۱) دیکھو دیوان حافظ مطبوعہ نولکشور پریس۔ ۱۲۔

دفترِ عمر طے ہو جانیوالا ہے۔ اجل کے ہاتھ سے ہلاکت آنے والی ہے۔
اے ماہ رو ساقی خوشی خوشی ہم کو شراب دے کہ ہم کو خاک ہو جانا ہے۔

نے جامۂ عمرِ کہنہ نو خواہد شد می خور بہ سبو و کوزہ و اندوہ مخور	۳۱	نے ستر جہاں بکام تو خواہد شد کیں کوزہ چو بشکند سبو خواہد شد

عمر کا جامۂ کہن نیا نہیں ہو سکے گا۔ دنیا تیری مُراد کے مطابق نہیں ہو سکے گی۔ سبو اور کوزہ سے شراب پی اور غم نہ کھا۔ کیونکہ (عنقریب) تیرے جسم کا کوزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اُس مٹی سے سبو بنائے جائیں گے۔

زاں پیش کہ گورِ ہی زمن آگندہ شود ای بادہ سراز گورِ صراحی بردار	۳۲	واجزائے مرکبم پراگندہ شود باشد کہ دل مُردہ من زندہ شود

پیشتر اس کے کہ میں جا کر کسی قبر کی غار نذر کی کردن اور میرے مُرکّب اجزا پراگندہ ہو جائیں۔ اے شراب صراحی کی قبر سے نکل۔ شاید کہ میرا مُردہ دل زندہ ہو جائے۔
آگندہ — از مصدر آگندن۔ پُر کردن۔

ساقی علم سیاہ شب صبح ربود بکشائے زہم دو نرگس خواب آلودہ	۳۳	برخیز و بہ پیمانہ را در دہ زود برخیز کہ خفتنت بسی خواہد بود

اے ساقی صبح نے رات کے سیاہ جھنڈے کو گرا دیا ہے۔ اُٹھ۔ اور جلدی شراب دے۔ اپنی خواب آلودہ نرگسی آنکھوں کو کھول اور اُٹھ۔ کیونکہ تو (مرکر) مدتوں سوتا رہے گا۔

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سائے تلے		حشر تک سوتا رہیگا خاک کے سائے تلے

خوش باش کہ عالم گذراں خواہد بود این کاسہ سرا کہ تو بینی یک چند	۳۴	روح از پئے تن نعرہ زناں خواہد بود زیر قدم کوزہ گراں خواہد بود

وقت کو خوشی سے گزار کیونکہ جہان گزر جانے والا ہے۔ روح جسم کے لئے نعرہ زن رہے گی۔ اور یہہ سروں کے کاسے جو تو دیکھ رہا ہے تھوڑے دنوں کے بعد کوزہ گروں کے پاؤں کے نیچے ہوں گے۔

یعنی مرنے کے بعد انسانوں کے سروں کی مٹی کوزہ گروں کے کام آئیگی۔

شادی ہا کن کہ اندہاں خواہد بود تو بادہ خور و غم جہاں ہیچ مخور	۳۵	خاک ہمہ در خاک نہاں خواہد بود خود غم خورد آنکہ در جہاں خواہد بود

خوشیاں کرلے کہ غم آنے والے ہیں۔ تمام لوگ مٹی میں مٹی ہونے والے ہیں۔ شراب پی اور دنیا کا غم بالکل نکھا۔ غم وہ کھائے جس کو دنیا میں رہنا ہو۔

اندہان۔ جمع اندوہ۔ یہ جمع خلاف قیاس ہے (ہفت قلزم)

وقت سحر ست خیز اے طرفہ پسر کایں یکدم عاریت درین کنج فنا	۳۶	پر بادہ لعل کن بلوریں ساغر بسیار بجوئی و نیابی دیگر

اے خوبصورت لڑکے صبح کا وقت ہے۔ اٹھ! اور ساغر بلور کو شراب سرخ سے بھر دے۔ کیونکہ اس فنا خانہ میں یہہ ایک دم جو عاریتاً تجھے دیا گیا ہے۔ باوجود تلاش کے پھر ہاتھ آنے والا نہیں ہے۔

طرفہ۔ بضم۔ بمعنی معشوق (غیاث اللغات)۔

آں لعل در آبگینہ سادہ بیار	۳۷	واں محرم و مونس ہر آزادہ بیار

خیّام اگر بادہ پرستی خوش باش چون عاقبت کار جہان نیستی است	۴۳	با لالہ رخی اگر نشستی خوش باش انگار کہ نیستی چو ہستی خوش باش

اے خیّام اگر تو بادہ پرست ہے تو خوش ہو۔ اور اگر تو گل رو معشوقوں کے ساتھ بیٹھتا ہے تو خوش ہو۔ جب دنیا کا انجام نیستی ہے تو سمجھ کہ تو نیست ہی ہے۔ جتنی دیر بھی تو زندہ ہے خوش رہ۔

از نامدہ ہا زرد مکن چہرۂ خویش بردار ز دنیای دنی بہرۂ خویش	۴۴	وز آمدہ ہا آب مکن زہرۂ خویش زان پیش کہ دہر برکشد دہرۂ خویش

جو کچھ ہونے والا ہے اوس کے غم میں زرد رو نہو۔ اور جو کچھ ہو چکا ہے اُس کی فکر میں اپنے جگر کو پانی نہ کر۔ دُنیائے دوں سے اپنی عیش و عشرت کا حصہ لے لے۔ پیشتر اس کے کہ زمانہ اپنی تلوار نکالے۔

دہرہ - بفتح - نوعے از شمشیر۔

خیّام زمانہ از کسی دارد ننگ می خور تو در آبگینہ با نالۂ چنگ	۴۵	کو در غم ایام نشیند دل تنگ زان پیش کہ آبگینہ آید بر سنگ

اے خیّام! زمانہ اُس شخص سے عار رکھتا ہے جو دنیا کے غم سے دل کو مغموم رکھے۔ نالۂ چنگ کے ساتھ آبگینہ میں شراب پی۔ پیشتر اس سے کہ تیری عمر کا آبگینہ پتھر پہ گرے۔

آبگینہ برسنگ آمدن - شیشہ کا پتھر پر گرنا۔ مُراد ہلاک ہونا۔

ہان صبح دمید و دامن شب شد چاک می نوش ہلا کہ صبح بسیار دمد	۴۶	برخیز و صبوح کن چرائی غمناک او روی بما کردہ و ما روی بخاک

خبردار صبح ہو گئی ہے اور دامن شب چاک ہو گیا ہے۔ اُٹھ اور شراب صبح پی۔ کیوں غمناک بیٹھا ہے۔ ضرور شراب پی۔ کیونکہ صبح اسی طرح ہوتی رہیگی اس کا منہ ہماری طرف ہوگا۔ اور ہمارا منہ خاک میں۔

صبوح۔ شراب صبح خوردن۔ **ہاں**۔ اور **ہلا**۔ کلمۂ تنبیہ۔

روحی کہ منزہ است ز آلایش خاک	۴۷	مہمان تو آمدہ است از عالم پاک
می دہ تو بہ بادۂ صبوحی مددے		زان پیش کہ گوید الغم اللہ مساک

روح جو آلائش خاک سے پاک ہے۔ عالم بالا سے تیری پاس مہمان ہو کر آئی ہے۔ شراب دے اور شراب صبح سے مدد کر۔ پیشتر اس کے کہ روح تجھے الوداع کہہ جائے۔

الغم اللہ مساک۔ انعام کند اللہ وقت شام ترا۔ شام کا سلام ہے انگریزی "گڈ ایوننگ" کی طرح۔

با تازہ رخی تازہ تر از خرمن گل	۴۸	از دست مدہ جام می و دامن گل
زان پیش کہ ناگہ شود از باد اجل		پیراہن عمر ما چو پیراہن گل

کسی تازہ رو کی صحبت میں جو خرمن گل سے تازہ تر ہو۔ جام شراب اور دامن گل کو ہاتھ سے نہ چھوڑ۔ پیشتر اس کے کہ موت کی ہوا سے ہمارا پیراہن عمر اس طرح برباد ہو جائے۔ جیسے باد خزاں سے پیراہن گل۔

غالباً یہ رُباعی کمال الدین اسماعیل کی ہے (۱)۔

ما دست بالتفاق باہم بزنیم	۴۹	پائی ز نشاط بر سر غم بزنیم
خیزیم و دمی زنیم پیش از دم صبح		کیں صبح بسی دمد کہ ما دم نزنیم

(۱) دیکھو آتشکدۂ آذر ترجمہ کمال الدین اسماعیل۔ ۱۲۔

چوں می دانی کہ مدتِ عالم خاک		باد بیست کہ زود بگذرد بادہ بیار

خالص آبگینہ میں شراب بھر کر لا۔ شراب جو ہر ایک آزاد منش آدمی کی محرم و مونس ہے سے آ۔ تو جانتا کہ عالم خاک کا زمانۂ حیات ہوا کی طرح جلدی گزر جانے والا ہے۔ اس لئے شراب لا۔

سادہ۔ بمعنی خالص۔ (غیاث اللغات)

چوں نیست درین دائرۂ بی پرکار ہم در مئے لعل و زلفِ دلبر آویز	۳۸	از مایۂ عمر ہیچ برخوردار دریں یکدم خویش را غنیمت میدار

چونکہ اس دائرۂ بے پرکار میں مایۂ حیات سے کوئی شخص کبھی برخوردار نہیں ہوا اس لئے شراب سرخ اور زلف معشوق کے ساتھ مشغول رہ۔ اور اس ایک دم کو غنیمت سمجھ۔

دائرہ بے پرکار۔ یعنی عالم کون وفساد۔ بے پرکار اس لئے کہا۔ کہ یہ دائرہ بغیر پرکار کے بنایا گیا ہے۔ حالانکہ بغیر پرکار کے دائرہ بنانا ناممکن ہے۔

رو بر سر افلاک جہاں خاک انداز چہ جائے عبادتست وچہ جائے نماز	۳۹	می میخور و گرد خوبرویاں مے ناز کز جملہ رفتگاں یکے ناید باز

افلاک جہاں کے سر پر خاک ڈال۔ شراب پی اور معشوقوں کی صحبت سے حظ اُٹھا۔ نماز اور عبادت کا کیا موقعہ ہے۔ گئے ہوئے لوگوں میں سے ایک بھی واپس نہیں آیا۔

ڈہی بات ہے۔ ع

نماز کس کی کہاں کا روزہ ابھی تو شغل شراب میں ہوں

ایں چرخ کہ با کسے نمیگوید راز می خور کہ بکس عمر دو بارہ ندہند	۴۰	کشتہ بہ ستم ہزار محمود و ایاز ہر کس کہ شد از جہاں نمی آید باز

یہ آسمان جو اپنے راز کسی کو نہیں بتاتا۔ اس نے ہزاروں محمود اور ہزاروں ایاز ظلم سے مار دئے ہیں۔ شراب پی کہ عمر کسی کو دوبارہ نہیں دی جاتی۔ جو شخص ایک دفعہ دُنیا سے رُخصت ہو گیا۔ پھر واپس نہیں آتا۔

وقت سحر است خیز اے مایۂ ناز کاینہا کہ بجایند نپایند دراز	۴۱	نرمک نرمک بادہ خور و چنگ نواز زانہا کہ شدند کس نمی آید باز

اے مایۂ ناز! صبح کا وقت ہے۔ اُٹھ۔ آہستہ آہستہ شراب پی۔ اور چنگ بجا۔ کیونکہ جو لوگ موجود ہیں وہ بہت دیر تک زندہ نہیں رہیں گے اور جو چلے گئے ہیں اُن میں سے کوئی واپس نہیں آسکتا۔

از عمر تو چونکہ می تراشد شب و روز روز و شب خویش را بشادی گذراں	۴۲	مگذار کہ بر تو خاک پاشد شب و روز اے لعبک نباشی تو و باشند شب و روز

چونکہ دن اور رات تیری عمر کو کم کر رہے ہیں۔ ایسا نہ ہونے دے۔ کہ زمانہ دن رات تجھ پر خاک ڈالے۔ اپنے دن اور رات کو خوشی سے گزار۔ کیونکہ تو نہیں رہے گا۔ اور دن رات کا سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

پہلے مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ مقراضِ شب و روز سے تیرے جامۂ عمر کی قطع برید کر رہا ہے۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

اس وقت کہ بلبل نغمہ سرائی کر رہی ہے۔ مستوں کے ہاتھ سے سوائے شراب سرخ کے کچھ نہ لے۔ اُٹھ۔ اور آ۔ کیونکہ پھول شگفتہ ہو کر کہہ رہا ہے کہ یہی دو تین دن ہیں باغ سے حظ اُٹھا لے۔

ہزار دستان۔ ہزار داستان۔ بلبل۔ **دستان**۔ داستان۔ **دستان زدن**۔ نغمہ سرائی کرنا۔ **مستان**۔ جمع مست۔ **مستان**۔ نستان۔ نہ لے۔ **بستان**۔ بوستان۔ باغ۔ **بستان**۔ بستان۔ لے لے۔

بردار پیالہ و سبو اے دلجو کیں چرخ بسے قد بتان مہ رو	۵۷	برگیر بگرد سبزہ زار و لب جو صد بار پیالہ کرد و صد بار سبو

اے معشوق! پیالہ اور سبو اُٹھا۔ سبزہ زار اور لبِ جو پہ بیٹھ کر جام مے پی۔ کیونکہ آسمان بہت سے مہ رو معشوقوں کے جسموں کو کئی دفعہ پیالہ بنا چکا ہے اور کئی دفعہ سبو۔

ایں چرخ فلک بہر ہلاکِ من و تو بر سبزہ نشیں پیالہ کش و دیر نماند	۵۸	قصدے دارد بجانِ پاکِ من و تو تا سبزہ برون دمد ز خاکِ من و تو

آسمان کا دور مجھے اور تجھے ہلاک کرنے کے لئے تیری اور میری پاک جان کا قصد رکھتا ہے۔ سبزہ پر بیٹھ اور شراب پی کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد میری اور تیری مٹی پر سے سبزہ اُگے گا۔

اے یار ز روزگار باش آسودہ چوں کسوتِ عمر رشتہ چاک شود	۵۹	واندہ زمانہ کم خور اندیشہ بیہودہ چہ کردہ و چہ گفتہ و چہ نابودہ

اے دوست! زمانے کی طرف سے آسودہ ہو کر بیٹھ۔ [illegible]

بیہودہ غم نہ کھا - جب کہ تیری عمر کا لباس تیرے جسم پر چاک ہو جانے والا ہے - تو کردہ اور ناکردہ - گفتہ و ناگفتہ اور بودہ و نابودہ برابر ہے -

اندیشۂ عمر بیش از شصت مکن زاں پیش کہ کلۂ سرت کوزہ کنند	۶۰	ہر جا کہ قدم نہی بجز مست مکن رو کوزہ فروش و کاسہ از دست مکن

ساٹھ سال سے زیادہ عمر کی توقع نہ رکھ - جس جگہ تو قدم رکھے مست ہو کر رکھ - پیشتر اس کے کہ تیرے کلۂ سر کو کوزہ بنائیں - جا کوزہ فروشی کر اور پیالہ ہاتھ سے نہ چھوڑ -

از درس علوم جملہ بگریزی بہ زاں پیش کہ روزگار خونت ریزد	۶۱	واندر سر زلف دلبر آویزی بہ تو خون قرابہ در قدح ریزی بہ

علوم کے درس و تدریس سے تو جتنا دور رہے - اچھا ہے - کسی معشوق کی زلف کا وابستہ ہو جائے تو اچھا ہے - پیشتر اس کے کہ زمانہ تیرا خون گرائے - بہتر ہے کہ تو صراحی کے خون (شراب) کو پیالہ میں گرائے -
قرابہ - صراحی - خون قرابہ سے مراد شراب -

بنگر ز صبا دامن گل چاک شدہ ہیں بادہ خور بیار کاو بسا گل کز باد	۶۲	بلبل ز جمال گل طربناک شدہ بر خاک فرو ریزد و در خاک شدہ

دیکھ کہ پھول کا دامن باد بہاری سے چاک ہو گیا ہے (یعنی پھول شگفتہ ہو گیا ہے) اور بلبل پھول کے جمال سے خوش ہو گئی ہے - ضرور شراب پیو - کیونکہ بہت پھول باد خزاں سے زمین پر گر کر مٹی میں مل جائیں گے -
ہیں - کلمہ کہ برائے تنبیہ و آگاہی و اطلاع و خبرداری استعمال شود -

چاہیئے کہ باہم مل کر رقص کریں - خوشی سے غم کے سر پر لات ماریں - اُٹھیں اور صبح سے پہلے سانس لیں - کیونکہ صبح بہت ہوتی رہے گی - اور ہم سانس نہ لے سکیں گے -

دست افشاندن - طرب و سرود میں مشغول ہونا - رقص کرنا - خوشحال ہونا -

چون آتش اگر بر آسمان برگذریم در خاک شویم از آنکہ خاکی بودیم	۵۰	از آب روان اگرچہ پاکیزہ تریم باد است جہان بادہ بدہ تا بخوریم

آگ کی طرح اگرچہ ہم آسمان پر بھی پہونچ جائیں - اور اگرچہ ہم آب رواں سے بھی زیادہ پاکیزہ ہوں - تاہم ہم کو مٹی میں جانا ہے - کیونکہ ہم خاکی ہیں - جہان ہوا کی طرح (گزر جانے والا) ہے - شراب دے تاکہ پئیں -

زان پیش کہ از زمانہ تابے بخوریم کیں پیک اجل بگاہ رفتن مارا	۵۱	با یکدگر امروز شرابے بخوریم چنداں نہ دہد اماں کہ آبے بخوریم

پیشتر اس کے کہ زمانہ ہمیں پیچ و تاب میں ڈالے - چاہیئے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ مل کر شراب پئیں - کیونکہ موت کا قاصد چلنے کے وقت ہم کو اتنی مہلت بھی نہ دے گا - کہ ایک گھونٹ پانی پی سکیں -

تا چند اسیر عقل ہر روزہ شویم در دہ تو بکاسہ می از آن پیش کہ ما	۵۲	در دہر چہ صد سالہ چہ یکروزہ شویم در کارگہ کوزہ گراں کوزہ شویم

کب تک ہم عقل رسمی کے پابند رہیں گے - دنیا میں سو سال رہنا یا ایک روز رہنا برابر ہے - جام شراب دے پیشتر اس کے کہ ہم کوزہ گروں کے کارخانہ میں کوزہ بنائیں -

۵۳

ترسم کہ چو بعد ازیں بعالم نرسیم
با ہم نفساں نیز تراہم نرسیم
ایندم کہ درونیم غنیمت شمریم
شاید کہ بعمر خود دریں دم نرسیم

میں ڈرتا ہوں کہ جب اس کے بعد ہم دنیا میں نہیں آسکتے اور اپنے دوستوں کے ساتھ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے یہی دم جو موجودہ ہے اسی کو غنیمت سمجھیں۔ شاید کہ یہ دم پھر ہماری زندگی میں ہمارے نصیب نہ ہو۔

۵۴

آں لحظہ کہ از اجل گریزاں گردم
چوں برگ ز شاخ عمر ریزاں گردم
عالم زنشاط دل بغربال کنم
زاں پیش کہ خاکِ خاک بیزاں گردم

جس وقت میں موت سے بھاگوں گا (ڈروں گا) پتّے کی طرح عمر کی ٹہنی سے گر پڑوں گا۔ چاہیئے کہ دل کی خوشی سے میں جہان کو چھان ڈالوں پیشتر اس کے کہ میں کمھاروں کی مٹی بنوں۔

خاک بیز ۔ مٹی گوندھنے والا۔ کمھار۔

۵۵

تاکے غم آں خورم کزیں یا کہن
زاحوال زمانہ سر بدیدا نہ بن
زاں پیش کہ رخت ازیں سرا بر بندم
ساقی بدہم مے کہ ہمیں است سخن

میں کب تک اس بات کا غم کروں کہ اس جہان میں حالاتِ زمانہ کا سر پاؤں مجھ پر ظاہر نہیں۔ پیشتر اس کے کہ میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ اے ساقی مجھے شراب دے کہ اصل بات یہی ہے۔

۵۶

اکنوں کہ زند ہزار دستاں دستاں
جز بادۂ لعل از کفِ مستاں مستاں
بشنو و بیا کہ گل بشادی میگفت
روزے دو سہ داد خود ز بستاں بستاں

۶۳

دردہ مئے لعل مشکبو ایساقی
تا باز رہم زگفتگوائے ساقی
یک کوزہ مئے بدہ زاں پیش کہ دہر
خاک من و تو کند سبوائے ساقی

اے ساقی سُرخ خوشبودار شراب دے تاکہ میں قیل وقال سے چھوٹ جاؤں۔ شراب کا ایک کوزہ دے پیشتر اس کے کہ زمانہ میری اور تیری خاک سے سبو بنا لے۔

۶۴

بشگفت شگوفہ مئے بیار ایساقی
دست از عمل زہد بدار ایساقی
زاں پیش کاجل کمیں کند روزی چند
جام مئے لعل وچو بہار ایساقی

اے ساقی شگوفے کھل گئے ہیں۔ زہد کے کاموں سے ہاتھ اُٹھا۔ اور پیشتر اس کے کہ موت ہماری گھات میں بیٹھے۔ لب جو پر بیٹھ کر شراب سُرخ کا پیالہ پی۔

۶۵

درسنگ اگرشوی چو نار ایساقی
ہم آب اجل کند گزار ایساقی
خاکیست جہاں غزل بخواں ایساقی
باد است نفس بادہ بیار ایساقی

اے ساقی اگر تو آگ کی طرح پتھر میں چھپ جائے۔ موت کا پانی تجھ وہاں بھی بجھا دے گا۔ جہان خاک ہے۔ اے ساقی غزل پڑھ۔ سانس ایک ہوا ہے اے ساقی شراب لا۔

اربعہ عناصر کی رعایت ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ موت سے چارہ نہیں
وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ط

۶۶

صبح خوش و خرم است خیز ای ساقی
در شیشہ کن شراب از شب باقی
جامی بمن آر و خوش غنیمت میداں
ایں یکدم عمر را کہ فردا خاکی

اے ساقی! اُٹھ۔ کہ صبح خوش و خرّم ہے۔ رات کی بچی ہوئی شراب شیشہ میں ڈال۔ ایک پیالہ مجھے دے۔ اور اس ایک دم کو غنیمت جان۔ کیونکہ کل خاک ہو جانا ہے۔

زاں کوزۂ مے کہ نیست درو ضررے زاں پیشتر اے صنم کہ در رہ گذرے	۶۷	پُر کن قدحے بخور بمن دہ دگرے خاک من و تو کوزہ کند کوزہ گرے

اے معشوق شراب کے اُس کوزے سے جس میں کچھ ضرر نہیں ایک پیالہ بھر کر خود پی اور ایک مجھے دے۔ پیشتر اس کے کہ کسی رستے میں میری اور تیری خاک سے کوئی کوزہ گر کوزہ بنائے۔

ہنگام صبوح اے صنم فرّخ پے کافگند بخاک صد ہزاراں جم و کے	۶۸	برساز ترانہ و پیش آور مے ایں آمدن تیر مہ و رفتن دے

اے مبارک قدم معشوق۔ صبح کا وقت ہے۔ کوئی ترانہ چھیڑ۔ اور شراب سامنے لا۔ کیونکہ ماہ تیر کے آنے اور ماہِ دے کے جانے نے ہزاروں جمشید اور ہزاروں کیخسرو خاک میں ملا دئیے۔

تیر۔ اور **دے**۔ فارسی مہینوں کے نام ہیں۔

گر ہست ترا و رہ جہاں دسترسے پیش از من و تو بیازمودند بسے	۶۹	ہاں تا نزنی بے مے و ساقی نفسے دنیا نہ کند وفا برادر بہ کسے

اگر دنیا میں تجھ سے ہو سکے تو شراب اور ساقی کے بغیر ایک سانس بھی نہ لے۔ کیونکہ ہم سے پہلے لوگوں نے بہت آزمایا ہے۔ اے بھائی دنیا نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی۔

پیری دیدم بخانہ خمارے	۷۰	گفتم نہ کنی ز رفتگاں اخبارے

گفتا می خور کہ ہمچو من بسیارے		رفتند و خبر باز نیامد بارے

شراب خانے میں میں نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا - اور اُس سے پوچھا - کہ کیا تجھے رفتگان کی کچھ خبر ہے - اُس نے جواب دیا - کہ شراب پی کیونکہ مجھ جیسے بہت پہلے جا چکے ہیں اور کسی کی کچھ خبر نہیں آئی -

برگیر پیالہ و سبو اے دل جو کین چرخ ز جسم نازنینان مہرو	۷۱	بخرام بسوی سبزہ زار و لب جو صد بار پیالہ کرد و صد بار سبو

اے معشوق اُٹھ اور پیالہ و سبو ہاتھ میں لے کر کسی سبزہ زار اور لب جوئے پر چل - کیونکہ اس آسمان نے مہرو معشوقوں کے جسم سے کئی دفعہ پیالے اور کئی دفعہ سبو بنائے ہیں -

ای آنکہ نتیجہ چہار و ہفتی می خور کہ ہزار بار بیشت گفتم	۷۲	وز ہفت و چہار دائم اندر تفتی باز آمدنت نیست چو رفتی رفتی

اے کہ تو اربعہ عناصر اور ہفت سیارے کا نتیجہ ہے - میں جانتا ہوں کہ تو دنیا کی ششش و پنج سے مصیبت میں گرفتار رہے - شراب پی - میں پہلے بھی تجھے ہزار بار کہہ چکا ہوں - کہ جب تو ایک دفعہ گیا - تو سمجھ کہ ہمیشہ کے لئے گیا - پھر واپس نہیں آسکے گا -

چہار و ہفت - چہار سے مراد - اربعہ عناصر خاک - باد - آتش - آب - جن سے انسانی جسم مرکب ہے - ہفت سے مراد - سات سیارے زحل - مشتری - مریخ - آفتاب - زہرہ - عطارد - قمر - جن سے دنیا کا نظم و نسق متعلق ہے - (ہفت قلزم)

تا کے غم آں خورم کہ دارم یا نے	۷۳	وایں عمر بخوشدلی گذارم یا نے

پُر کن قدح بادہ کہ معلوم نیست		کیں دم کہ فرو برم بر آرم یا نے

میں اس بات کا کب تک غم کروں ۔ کہ دولت دنیا میرے پاس ہے یا نہیں یا یہ کہ میں عمر خوشدلی سے گزاروں یا نہ ۔ شراب سے پیالہ بھر ۔ کیونکہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ یہ سانس جو اندر لے جا رہا ہوں باہر آئیگی یا نہیں ۔

تا کے ز غم زمانہ محزوں باشی می نوش و بہ عیش کوش و خوشدل میباش	۷۴	با چشم پُر آب و دل پُر خوں باشی زاں پیش کز یں دائرہ بیروں باشی

تو کب تک دنیا کے غم سے غمگین رہے گا ۔ کب تک روتا رہے گا ۔ اور دل کو پُر خون رکھے گا ۔ شراب پی ۔ عیش کر اور دل کو خوش رکھو ۔ بیشتر اس کہ کہ تو دنیا سے چلا جائے ۔

دُنیا نفسے و من درو یک نفسے شکرانہ آں کہ زندۂ خوش میباش	۷۵	اندر نفسے چند تواں زد نفسے ایں عالم بے وفا نہ ماندہ بہ کسے

دنیا ایک دم ہے اور میں اس میں ایک دم کے لئے ہوں ۔ ایک دم میں انسان کتنے سانس لے سکتا ہے ۔ اس بات کے شکریہ میں کہ تو ابھی زندہ ہے ۔ وقت کو خوشی سے گزار ۔ کیونکہ یہہ بے وفا دنیا کسی کے ساتھ نہیں رہی ۔

اخفائے راز

محرم رازِ دلِ شیدائے من
کس نمی بینم زخاص و عام را
(حافظ)

محرمانِ راز کی دُنیا میں کمی ہے۔ اس لئے اخفائے راز ضروری ہے ہر کس و ناکس کو راز کی باتیں بتانا اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ حکیم صاحب کی زبان حکمت بیان بھی اس مضمون پر خاموش نہیں رہی۔ فرماتے ہیں۔

ستر از ہمہ ناکسان نہاں باید داشت بنگر کہ بجائے مردماں سے چہ کنی	۱	راز از ہمہ ابلہاں نہاں باید داشت چشم از ہمہ مردماں نہاں باید داشت

بھید تمام نااہلوں سے پوشیدہ رکھنا چاہئے۔ راز کی بات تمام بے وقوفوں سے مخفی رکھنی چاہئے۔ دیکھ کہ تو اپنی مردم چشم کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ اسی طرح آنکھ تمام لوگوں سے پوشیدہ رکھنی چاہئے۔

مردم۔ ۱۔ مردم چشم آنکھ کی پتلی۔ ۲۔ لوگ۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح آنکھ کی پتلی آنکھ کو نہیں دیکھ سکتی۔ اسی طرح تو اپنی آنکھ کو (یعنی اسرار و اشارات کو) لوگوں سے پوشیدہ رکھ۔

تیسرے اور چوتھے مصرعے کے معنی اس طرح بھی بیان ہو سکتے ہیں کہ دیکھ تیرا لوگوں کے ساتھ کیا سلوک ہے۔ اس لئے ان سے اخفائے راز میں امانت و دیانت کی خواہش فضول ہے۔ لہذا اُن کو کوئی راز کی بات ہرگز

سے بتانی ہی نہیں چاہئے۔

اسرار جہاں چنانکہ در دفتر ماست چوں نیست دریں مردم ناداں اہلے	۲	گفتن نتواں زانکہ وبال سر ماست نتواں گفتن ہر آنچہ در خاطر ماست

دنیا کے بھید جیسے کہ ہمارے دفتر میں ہیں۔ وہ کسی کو بتا نہیں سکتے۔ کیونکہ اس میں جان کا خطرہ ہے۔ چونکہ ان نادان لوگوں میں کوئی اہل نہیں ہے۔ اس لئے جو کچھ ہمارے دل میں ہے اُس کو ظاہر نہیں کر سکتے۔

با ہر بد و نیک راز نتوانم گفت حالے دارم کہ شرح نتوانم داد	۳	دارم سخنے دراز نتوانم گفت رازے دارم کہ باز نتوانم گفت

میں ہر ایک نیک اور بد کو راز نہیں بتا سکتا۔ ایک لمبی بات میرے دل میں ہے جو کسی کو نہیں کہہ سکتا۔ میں ایک ایسی حالت رکھتا ہوں۔ کہ اُس کی تشریح نہیں کر سکتا۔ اور ایک ایسا بھید رکھتا ہوں۔ جو کسی پر ظاہر نہیں کر سکتا۔

یاس آور حرماں ہو

باغباں گل نہ گرفتم ز من آزردہ مشو
پارہ ہائے جگر خویش بداماں کردم

محرومی قسمت کی شکایت ہمیشہ سے چلی آئی ہے۔ خصوصاً فضلا روزگار کو تو یہ شکایت عام ہے۔ صبر کرکے بیٹھ رہنا اور بات ہے۔ ورنہ دنیا میں جو آیا ناشاد گیا۔

بوئے گل۔ نالۂ دل۔ دودِ چراغِ محفل		جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

حکیم صاحب اگرچہ متوکل آدمی تھے۔ اور دنیا کے نشیب و فراز کی چنداں پرواہ نہ کرتے تھے۔ تاہم اپنی ناکامیوں کے شکوے سے زبان بند نہ کرسکے۔

چو ابر من بہوائے تو از جہاں رفتم		گلے نہ چیدم وگریاں زگلستاں رفتم

ایام بہ کامے نرساند ما را ایزد ندہد حلال و ابلیس نگر	۱	واز دوست پیامے نرساند ما را کو ہم بحرامے نرساند ما را

زمانہ ہماری مطلب برآری نہیں کرسکتا۔ اور دوست کی طرف سے کوئی پیغام نہیں پہنچاتا۔ ادھر خدا نے مال حلال سے ہمیں محروم کیا ہے۔ ادھر شیطان کو دیکھو کہ مال حرام بھی ہمیں نہیں دیتا۔

عمری بگل و بادہ برفتیم بہ گشت بارے چو نشد ہیچ مرادم حاصل	۲	یک کار من از ہر دو جہاں راست نگشت از ہر چہ گذشتیم گذشتیم گذشت

تمام عمر ہم گل و مل کے پیچھے پھرتے رہے۔ لیکن دونوں جہانوں میں ہمارا ایک کام بھی حسب منشا نہ ہوا۔ جب ہماری کوئی مراد بھی حاصل نہ ہوئی تو جو کچھ ہوچکا ہے یا ہوتا ہے ہونے دو ہمیں کیا۔

بسیار بگردیم بگرد در و دشت ور ناخوشی زمانہ بارے عمرم	۳	یک کار من از گشت ہمی نیک نگشت گر خوش بگذشت یکدمی خوش بگذشت

شہر و صحرا میں ہم بہت پھرے۔ لیکن اس پھرنے سے ہمارا ایک کام

بھی درست نہ ہوا۔ دنیا کی ناخوشی میں اگر ہماری زندگی کا ایک لمحہ بھی خوشی سے گزر گیا۔ تو سمجھو کہ اچھا گزر گیا۔

ایدل چو نصیب تو ہمہ خون شدن است	۴	احوال تو ہر لحظہ دگرگون شدن است
ایجان تو درین تنم چہ کار آمدۂ		چون عاقبت کار تو بیرون شدن است

اے دل جب تیرے نصیب میں خون ہونا ہے۔ اور تیرا حال ہر وقت دگرگون ہوتا ہے۔ اے جان تو میرے جسم میں کس لئے آئی ہے۔ جبکہ آخر کار تجھ کو جسم سے نکل جانا ہے۔

نہ لائق مسجدم نہ درخور کنشت	۵	داناست خدا کہ گل ما از چہ سرشت
چون کافر درویشم و چون قحبۂ زشت		نہ دین نہ دنیا و نہ امید بہشت

میں نہ مسجد کے لائق ہوں نہ دیر کے لائق۔ خدا جانے ہمارا جسم کیسی مٹی سے بنایا گیا ہے۔ میں کافر نادار کی مثال ہوں یا قحبہ بدشکل کی مثال۔ نہ دین کی بہبودی نہ دنیا کی بہتری اور نہ بہشت کی امید۔

قحبہ = زن بدکار۔ انسان کی اس سے زیادہ بدقسمتی اور کیا ہوگی۔ کہ کافر بھی ہو اور نادار بھی۔ یا قحبہ بھی ہو اور بدشکل بھی۔

نہ شگوفہ نہ برگے نہ ثمر نہ سایہ دارم		ہمہ حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

از گردش چرخ ہیچ مفہومم نیست	۶	جز رنج زمانہ ہیچ موہومم نیست
ہر چند بکار خویش در می نگرم		عمری بگذشت و ہیچ معلومم نیست

آسمان کی گردش کی مجھے کچھ سمجھ نہ آئی۔ سوائے رنج و غم کے میں نے دنیا میں کچھ نہ دیکھا۔ ہر چند کاروبار میں غور کرتے عمر گزر گئی۔ مگر اب تک کچھ معلوم نہ ہوا۔

رفتم بخرابات بایمان درست شاگرد خرابات ز بدنامی من	۷	زنار مغاں رامیان بستم چست رختم بدر افگند و خرابات بشست

میں خرابات مغاں میں درست ایمان لے کر گیا - اور زنار اچھی طرح سے کمر میں باندھی - لیکن خرابات کے شاگرد نے میری بدنامی کے باعث میرا اسباب خرابات سے باہر پھینک دیا - اور خرابات کو دھو ڈالا -

بحریم کعبہ رفتم بہ حرم رہم نہ دادند		کہ بردنِ در - چہ کردی کہ درون خانہ آئی

ساقی نظری کہ دل ز اندیشہ تہی ست ہر شب ز حباب کف زدی شیشہ چرخ	۸	شیراں ہمہ رفتند و سر بیشہ تہی ست امروز کہ دور ما بود شیشہ تہی ست

اے ساقی لطف کی نظر کر - کہ دل تمام اندیشوں سے خالی ہو گیا ہے - شیر سب چلے گئے ہیں اور جنگل خالی پڑا ہے - آسمان کی صراحی ہر رات کو جوشش مے سے جھاگ نکالتی تھی - آج جو ہماری باری آئی تو صراحی خالی ہے -

اسی مضمون پر ہے -

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند		تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

دادم بامید روزگارے برباد زاں میترسم کہ روزگارم ندہد	۹	نابودہ ز روزگار خود روزے شاد چندانکہ ز روزگار بستانم داد

میں نے امید میں ساری عمر برباد کر دی - اور ایک دن بھی میں اپنے اوقات سے خوش نہیں رہا - مجھے ڈر ہے کہ زمانہ مجھے اتنی فرصت نہیں دیگا کہ میں زمانے سے اپنا انصاف (یا بدلہ) لے سکوں -

یہ رباعی رباعیات انوری میں بھی موجود ہے - (۱)

(۱) دیکھو کلیات انوری نولکشوری صفحہ (۵۷۱) ۱۲

خوں از دلِ افگار بروں می آید	۱۰	واز دیدۂ خونبار بروں می آید
گر خوں بچکد از مژہ ام نیست عجب		زیرا کہ گل از خار بروں می آید

میرے زخمی دل سے خون بہہ رہا ہے۔ اور خونبار آنکھوں سے خون ٹپک رہا ہے۔ اگر میری پلکوں سے خون ٹپکتا ہے تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ پھول ہمیشہ کانٹوں سے ہی نکلتا ہے۔

مرزا غالب تو اس خون کو خون ہی نہیں کہتے۔ جو آنکھوں سے نہ ٹپکے۔

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

ہم دستِ من تشنہ بجامے نرسید	۱۱	ہم پائے تمنا بمقامے نرسید
وآں دل کہ بماندہ بود در ناکامی		ہم عاقبت الامر بکامے نرسید

مجھ تشنہ کام کے ہاتھ پیالے تک نہ پہنچے۔ اور تمنا کے پاؤں منزلِ مقصود تک نہ پہنچے۔ وہ دل جو تمام عمر ناکامی میں رہا۔ آخرکار بھی مطلب پر نہ پہنچا۔

اسی مضمون پر انوری کی رباعی ہے۔

شد عمر زمانہ راجو ادے نرسید		واز نالہ آرزو سوادے نرسید
دستے کہ بدامنِ قناعت بزدیم		دردا کہ بدامنِ مرادے نرسید

تا چند ازیں حیلہ و زراقیِ عمر	۱۲	تا چند دہد دُرد دہر ساقیِ عمر
تہی کردن از ستیزہ دو قدح لاش		چوں جرعہ بخاک ریزم ایں باقیِ عمر

عمر کے یہ حیلے اور مکر و فریب تا بکے۔ کب تک عمر کا ساقی مجھ تلچھٹ

پلائے گا۔ نوبت یہاں تک پہونچے گی کہ میں اس کی ستیزہ کاری اور کاوشوں سے باقی عمر کو جرعۂ شراب کی طرح زمین پر گرا دوں گا۔

ای چرخ مکش مرا بہ بدمستی خویش من خود ز غم خویش و تہیدستی خویش	۱۳	بشناس بلندی من و پستی خویش پیوستہ ملول باشم از ہستی خویش

اے آسمان! اپنی بدمستی سے مجھے نہ مار۔ اپنی پستی کو اور میری بلندی کو پہچان۔ میں خود ہی اپنی ناداری اور غمگینی کی وجہ سے ہمیشہ اپنی زندگی سے بیزار رہتا ہوں۔

رکھ تگکذر نہ بس ای چرخ تو اتنا ہم کو
ہم نے مانا کہ کیا خاک سے پیدا ہم کو
(ذوق)

اسی مضمون پر ہے۔

کسی بیکس کو ای بیداد گر مارا تو کیا مارا		جو خود ہی مر رہا ہو اُس کو گر مارا تو کیا مارا

ای چرخ فلک نہ نان شناسی نہ نمک از چرخ زنی دو شخص پوشیدہ شوند	۱۴	پیوستہ مرا برہنہ سازی چو سمک پس چرخ زنے بہ ز تو ای چرخ فلک

اے چرخ فلک! تو نہ روٹی پہچانتا ہے نہ نمک۔ ہمیشہ مجھے مچھلی کی طرح ننگا کرتا ہے۔ چرخہ کاتنے سے آدمیوں کی پردہ پوشی ہوتی ہے۔ پس اے چرخ فلک! چرخہ کاتنے والی تجھ سے اچھی ہے۔

پہلے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ تجھے نان و نمک دینا نہیں آتا۔ صرف ذلیل کرنا آتا ہے۔

تا کے ز جفاہای تو ای چرخ فلک	۱۵	از بہر خدا جور مکن آہستہ ترک

من سوختہ ام تمام و ہر لحظہ تو نیز
بر سوختہ می پراگنی سودہ نمک

اے چرخ فلک تیرے ظلم کب تک رہیں گے۔ خدا کے لئے تھوڑا ظلم کر۔ میں تمام تر جل گیا ہوں۔ اور تو ہر وقت جلے ہوئے پر پسا ہوا نمک ڈالتا ہے۔

۱۶

در راہ تو تا اسپ طرب تاختہ ایم
قصہ چہ کنم کہ باب نشناختہ ایم
با عیش و طرب دمی نہ پرداختہ ایم
در منزل دزد آشیاں ساختہ ایم

تیری راہ میں جب سے ہم نے خوشی کا گھوڑا دوڑایا ہے۔ اُس وقت سے کبھی ایک دم بھی خوشی سے نہیں گزارا۔ باتیں کیا بنائیں کہ ہم نے حقیقت کو ہی نہیں سمجھا۔ اور چور دل کی منزل میں اپنا گھر بنایا ہے۔

۱۷

زینگونہ کہ من کار جہاں می بینم
سبحان اللہ ہر چہ در می نگرم
عالم ہمہ رائگاں بر آں می بینم
ناکامی خویشتن دراں می بینم

جس طرح میں دنیا کے کاروبار کو دیکھ رہا ہوں۔ تمام جہان کو دیکھتا ہوں کہ فضول اس کام پر لگا ہوا ہے۔ سبحان اللہ میں جدھر نظر اُٹھا کر دیکھتا ہوں۔ اپنی ناکامیابی ہی نظر آتی ہے۔

۱۸

در دائرہ وجود دیر آمدہ ایم
چون عمر نہ بر مراد ما می گزرد
واز پایہ مردمی بزیر آمدہ ایم
ایکاش سر آمدی کہ سیر آمدہ ایم

ہم دائرۂ وجود میں دیر کر کے آئے ہیں۔ اور مردمی کے پایہ سے نیچے اُترے ہوئے ہیں۔ جب عمر ہماری منشا کے مطابق نہیں گزرتی تو کاش عمر جلدی ختم ہو جاتی کہ ہم اس سے بیزار ہو چکے ہیں۔

یک روز زبند عالم آزاد نیم شاگردی روزگار کردم بسیار	۱۹	یک دم زدن از وجود خود شاد نیم در دور جہاں ہنوز استاد نیم

میں ایک دن بھی دُنیا کی قید سے آزاد نہیں ہوتا - ایک دم کے لئے بھی اپنی ہستی سے خوش نہیں رہتا میں نے مدتوں زمانے کی شاگردی کی شاگردی کی لیکن دورِ جہاں میں اب تک میں اُستاد نہیں ہوا -

تیود شام و سحر میں بسر تو کی لیکن
نظامِ کہنۂ عالم سے آشنا نہ ہوا
(اقبالؔ)

از آمدن و رفتنِ ما سودے کو در چنبرِ چرخ جانِ چندیں پاکاں	۲۰	وز تارِ امیدِ عمرِ ما پودے کو می سوزد و خاک می شود دودے کو

دُنیا میں ہمارے آنے اور جانے سے کیا فائدہ ہے - ہماری عمر کا جامۂ امّید بے تار و پود ہے - آسمان کے دائرہ میں کتنے ہی پاک آدمیوں کی جانیں جل کر خاکستر ہو رہی ہیں - اور دھواں بھی نہیں اُٹھتا۔

سوختیم و سوزشِ ما بر کسے ظاہر نہ شد
چوں چراغانِ شبِ ماہتاب بیجا سوختیم

دل دست بطرّہ طرب ناوردہ افسوس بشب رسید روز عمرم	۲۱	جام مئے خوشدلی بلب ناوردہ روزی بمراد دل بشب ناوردہ

ہمارے دل کا ہاتھ کبھی خوشی کے طُرّہ پر نہیں پہونچا - اور کبھی خوشدلی کی شراب کا پیالہ ہمارے لبوں تک نہیں پہونچا - افسوس ہے کہ ہماری عُمر کا زمانہ ختم ہو چکا - اور ایک دن بھی ہم نے دل کی مرا

حاصل نہ کی۔
روز بہ شب آوردن۔ دن گزارنا۔

خوں نابہ کشی مُدام کی ہے ہم نے		ہر صبح غموں میں شام کی ہے ہم نے
یہ مہلت کم کہ جسکو کہتے ہیں عمر		مر مر کے غرض تمام کی ہے ہم نے

(میر محمد تقی)

ساقی دل من ز مردہ فرسودہ تراست	۲۲	کو زیر زمین ز من آسودہ تراست
ہر چند بخون دیدہ دامن شویم		دامان ترم ز دیدہ آلودہ تراست

اے ساقی میرا دل مُردوں سے بھی زیادہ افسردہ ہے۔ مردے زمین کے نیچے مجھ سے زیادہ آرام میں ہیں۔ گو (ندامت کی وجہ سے) میں خون کے آنسو بہا بہا کر اپنے ناپاک دامن کو دھوتا رہتا ہوں۔ تاہم میرے دامن کی ناپاکی میرے اشک ندامت سے بہت زیادہ ہے۔
دامان تر ۔ تردامنی۔ گناہگاری کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ میں اتنا گناہگار ہوں کہ اشک ندامت سے صاف نہیں ہو سکتا۔



خدا کی رحمت اور مغفرت اور طاعت خلق سے بے نیازی

مُرغ طبع اندر ہوائے معصیت نکشودہ بال
عفو تو شاہین رحمت را بران انداختہ

(عرفی)

خداوند تعالےٰ کو رحمٰن۔ رحیم۔ غفّار۔ حلیم۔ غفور۔ کریم۔ برّ۔ عفوّ۔ رؤف کہتے ہیں۔ اوران ناموں کا وِرد کرتے ہیں۔ آدمی کتنا ہی پارسا اور پرہیزگار ہو۔ اپنی طاعت اور عبادت پر ہرگز بھروسہ نہیں کرسکتا۔ اس لئے تمام لوگ خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے ہی طالب ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ اوس کے عفو وکرم کے ہی امیدوار ہوتے ہیں۔ خدا سے عدل وانصاف کا کبھی کسی نے تقاضا نہیں کیا اور نہ ایسا تقاضا کوئی کرسکتا ہے۔ اس کے غضب سے تمام دنیا ڈرتی ہے۔ اور سوائے اوس کی آغوش رحمت کے کسی کا کوئی ملجاؔ و ماوا نہیں۔ انسان کی رستگاری صرف اُس کی مغفرت پر منحصر ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اگر اُس کا دامن عاطفت وسیع نہ ہو تو اوس کے قہر وغضب سے کسی کو نجات نہیں ہوسکتی۔ انسان خطا اور نسیان کا پتلا ہے اگر اوس کا حساب نرمی سے

نہ لیا جائے تو اُس کی عبادت اور پرہیز گاری اوس کو رہائی نہیں دلا سکتی۔
اسی واسطے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ

"سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ"

یعنی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔

گرفتِ تو درحشر دانم شگفت		کہ لطفِ تو بر قہر سبقت گرفت

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہو کہ فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَھَبَ اللّٰہُ بِکُمْ وَ لَجَاءَ بِقَوْمٍ یُذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰہَ فَیَغْفِرُ لَھُمْ) یعنی قسم ہے اوس ذات کی کہ میری جان اُس کے ہاتھ میں ہے۔ کہ اگر تم بالکل گناہ نہ کرو تو البتہ اُٹھالے گا تم کو اللہ تعالےٰ۔ اور لے آئیگا ایک قوم کو جو گناہ کریں گے۔ اور پھر بخشش مانگیں گے اللہ تعالیٰ سے اور وہ اون کو بخشے گا۔

حقیقت میں اگر انسان کی سزا اور جزا اوس کے نامۂ اعمال کے موازنہ پر ہی منحصر ہو تو نتیجہ معلوم ہے۔ کسی حساب کی چنداں ضرورت نہیں۔ اسی لئے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ۔

اگر خشم گیری بہ قدرِ گناہ		بدوزخ فرست و ترازو مخواہ

"پس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ آدمی ہر وقت خدا کی مغفرت کا طالب رہے۔ اور اوس کے لطف و کرم پر بھروسہ رکھے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان خدا کی رحمت پر مغرور ہو کر گناہوں سے نہ ڈرے۔ اس معاملے میں صرف شاعروں نے ہی نہیں بلکہ اور لوگوں نے بھی حد اعتدال سے تجاوز کیا ہے۔ یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ اگر خداوند تعالےٰ صرف عبادت اور پرہیز گاری کے بدلے ہی

آدمی کو جنت میں بھیجے تو یہ بیچ و شرے ہوئی مغفرت کیسی - یہ افراط و تفریط کسی صورت میں جائز نہیں ہو سکتی - اس کا فیصلہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب کیا ہے - فرماتے ہیں -

اے عزّہ برحمتِ خداوند		در رحمتِ او کسے چہ گوید
ہرچند موثر است باراں		تا دانہ نیفگنی نہ روید

حکیم صاحب کی بعض رباعیاں بھی سخت ہیں - لیکن شاعر کیا کچھ نہیں کہتے - شاعروں کا حدود شرعی میں محدود رکھنا امکان سے باہر ہے - شاعر کو اگر کوئی لطیفہ سوجھ جائے - تو وہ اوس کو نظم کئے بغیر رہ نہیں سکتا -

با ایں ہمہ معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب نے اس باب میں اگرچہ گستاخی کی ہے - تاہم بعض رُباعیوں میں اس کی تلافی بھی کردی ہے - اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمزبان ہو کر یہ بھی کہہ دیا ہے کہ -

بر عفو مکن تکیہ کہ ہرگز نہ بود ناکردہ چو کردہ کردہ چون ناکردہ

نیز دیکھو رُباعی نمبر (۱۸) (۲۱) (۲۲) بابِ ہٰذا -

ساقی قدحی کہ کارساز است خدا می خور بہار و بار طاعت مفروش	۱	در رحمت خود بندہ نواز است خدا کز طاعت خلق بی نیاز است خدا

اے ساقی شراب کا پیالہ دے کہ خدا کارساز ہے - اور اپنی رحمت میں وہ بندہ نواز ہے - بہار کے دنوں میں شراب پی اور اپنی طاعت و عبادت پر مغرور نہ ہو - کیونکہ خدا خلقت کی طاعت سے بے نیاز ہے -

طاعت فروشی - اپنی عبادت اور پرہیزگاری پر غرور کرنا - عبادت اور پرہیزگاری کا اظہار کرنا -

خیام ز بہر گنہ این ماتم چیست	۲	در خوردن غم فائدہ بیش و کم چیست
آنرا کہ گنہ نکرد غفران نبود		غفران ز برای گنہ آمد غم چیست

اے خیام! گناہ کے لئے کیوں ماتم کرتا ہے۔ اس غم کھانے سے کیا فائدہ ہے۔ کچھ گھٹ بڑھ نہیں سکتا۔ جس شخص نے گناہ ہی نہ کیا ہو۔ اُس کے لئے مغفرت کیسی۔ مغفرت تو گناہ ہی کے لئے آئی ہے کیا غم ہے۔

پارسا ڈوں پر چلا زاہد جب اُسکو ڈھونڈ کر		مغفرت بولی ادھر آئیں گنہگار دل میں ہوں

امیر خسرو اسی مضمون پر فرماتے ہیں۔

خسروا چند از گنہ ترسی		رد کہ عفو خدا اسے معتبر است

آباد خرابات ز می خوردن ماست	۳	خون دو ہزار توبہ در گردن ماست
گر من نہ کنم گناہ رحمت چہ کند		آرایش رحمت ز گنہ کردن ماست

میخانہ ہماری شراب خوری سے آباد ہے۔ ہزار ہا توبہ کا خون ہماری گردن پر ہے۔ اگر میں گناہ نہ کروں تو رحمت کس کام آئے گی۔ رحمت کی آرایش ہماری گناہگاری پر ہے۔

دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے شراب خوری سے ہزار بار توبہ کی اور ہزار بار توبہ توڑی۔

یارب تو کریمی و کریمی کرم است	۴	عاصی ز چہ رو برون ز باغ ارم است
با طاعتم ار ببخشی آن نیست کرم		با معصیتم اگر ببخشی کرم است

اے پروردگار! تو کریم ہے اور کریم ہونا یہ ہے کہ تو کرم کرے۔ پھر کیا سبب ہے کہ گناہگار باغ بہشت سے محروم ہے۔ اگر تو مجھے عبادت کی وجہ سے بخشے تو یہ کرم نہیں کہلا سکتا۔ کرم اس بات کا نام ہے کہ باوجود گناہوں کے

تو مجھے بخشے۔

من بندۂ عاصیم رضائے تو کجاست مارا تو بہشت اگر بطاعت بخشی	۵	تاریک دلم نور و صفائے تو کجاست این بیع بود لطف و عطائے تو کجاست

میں گناہگار بندہ ہوں تیری رضا کہاں ہے۔ میں سیاہ دل ہوں تیرا نور صفا کہاں ہے۔ اگر تو ہم کو بہشت عبادت کے بدلے دیتا ہے تو یہ گویا بیع ہوئی تیرا لطف و کرم کہاں ہے۔

بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رباعی شیخ ابو اسمٰعیل کی ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ یہاں "نور صفائے" ہے وہاں "نور ضیائے" (۱)

در ملک تو از طاعت من ہیچ فزود بگذار و مگیر زانکہ معلومم شد	۶	وز معصیتے کہ رفت نقصانے بود گیرندہ دیری و گزارندہ زود

کیا میری عبادت سے تیری خدائی بڑھ گئی۔ یا میرے گناہوں سے اس میں کچھ کمی آ گئی۔ مجھے چھوڑ دے اور گرفت نہ کر۔ کیونکہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تو بہت دیر کے بعد پکڑتا ہے اور بہت جلدی چھوڑ دیتا ہے۔ مشہور ہے۔ کہ ع

دیر گیر و سخت گیرد مر ترا

لیکن حکیم صاحب کو دیر گیری کا تو اقرار ہے اور سخت گیری سے انکار۔

صحیح مسلم میں ابی ذر رضہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (یا عبادی لو ان اولکم و آخرکم و انسکم و جنکم کانوا علی اتقی قلب

(۱) دیکھو آتشکدہ آذر اور تذکرہ حسینی ترجمہ ابو اسمٰعیل۔ ۱۲۔

رجل واحد منکم ما زاد ذالک فی ملکی شیئا۔ یا عبادی لوان اوّلکم وآخرکم وانسکم وجنکم کانوا علیٰ افجر قلب رجل واحد منکم ما نقص ذالک من ملکی شیئا۔)

یعنی اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے اور تمہارے انسان اور تمہارے جن تمام کے تمام سب سے زیادہ پرہیزگار آدمی کے برابر پرہیزگار ہوجائیں تو اوس سے میری بادشاہی نہیں بڑھ جائیگی۔ اور اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے اور تمہارے انسان اور تمہارے جن تمام کے تمام سب سے زیادہ فاجر آدمی کے برابر فاجر ہوجائیں تو اُس سے میری بادشاہی میں کچھ نقصان واقع نہیں ہوگا۔"

حکیم صاحب نے یہاں غالباً اسی حدیث قدسی کے مضمون کو مدنظر رکھ کر یہ رُباعی لکھی ہے۔

بیا کہ رونقِ ایں کارخانہ کم نہ شود		ز زہد ہمچو توئی وز فسق ہم چو منے

(حافظ)

اندیشۂ جرمم چو بخاطر گذرد لیکن شرطیست بندہ چوں توبہ کند	۷	از آتش سینہ آبم از سر گذرد مخدوم بلطف از سر آں در گذرد

جب اپنے گناہوں کا خیال دل میں آتا ہے۔ تو سینہ کی آگ سے پانی میرے سر سے گزرجاتا ہے۔ لیکن یہ شرط ہے کہ بندہ توبہ کرتا ہے تو خداوند تعالےٰ مہربانی سے مُعاف فرمادیتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللّٰہ علیہ) یعنی بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور نادم ہو کر توبہ کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ توبہ قبول

فرماتا ہے ۔

گویند بحشر گفتگو خواہد بود از حشر مگر بجز نکوئی ناید	۸	واں یار عزیز تندخو خواہد بود خوش باش کہ عاقبت نکو خواہد بود

کہتے ہیں کہ قیامت کے دن حساب کتاب ہوگا ۔ اور وہ یارِ عزیز (اللہ تعالےٰ) قہر میں ہوگا ۔ لیکن حشر میں صرف نیکی ہی نیکی ہوگی ۔ خوش رہ کہ عاقبت اچھی ہوگی ۔

فردا کہ نصیب نیکبختاں بخشند گر نیک آئم مرا ازایشاں شمرند	۹	قسمے بمن رند پریشاں بخشند ور بد باشم مرا بدایشاں بخشند

کل (یعنی قیامت کے دن) جب نیک بختوں کو اجر ملے گا ۔ تو مجھ رند پریشان کو بھی کچھ نہ کچھ مل جائے گا ۔ اگر میں نیک ہوں گا تو نیکوں میں شمار ہوگا ۔ اور اگر بد ہوں گا تو نیکوں کے وسیلے سے مجھے بخشدینگے ۔

یہاں حکیم صاحب نے اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کی شفاعت پر بھروسہ کیا ہے ۔ ابن ماجہ میں حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (یشفع یوم القیامۃ ثلاثۃ ۔ الانبیاء ثم العلماء ثم الشھداء) یعنی قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے ۔ انبیاء ۔ علماء اور شہداء ۔

از گردش روزگار بہرہ برگیر از طاعت و معصیت خدا مستغنی ست	۱۰	بر تخت طرب نشین و ساغر برگیر باری تو مراد خود ز عالم برگیر

زمانے کی گردش سے اپنا حصہ وصول کرلے ۔ خوشی کے

تخت پر بیٹھ کر پیالہ ہاتھ میں لے۔ خداوند تعالیٰ طاعت اور معصیت سے بے نیاز ہے۔ تو اپنی مراد جہاں سے حاصل کرے۔

گو گوہر طاعتت نہ سفتم ہرگز نومید نیم ز بارگاہ کرمت	۱۱	ور گرد گناہ ز رخ نرفتم ہرگز زیرا کہ یکے را دو نگفتم ہرگز

اگرچہ میں نے تیری عبادت کے موتی نہیں پروئے (یعنی عبادت نہیں کی) اور اگرچہ میں نے اپنے چہرہ سے گناہوں کی گرد دور نہیں کی۔ تاہم میں تیرے دربار کرم سے نا امید نہیں ہوں۔ کیونکہ میں نے ہرگز ایک کو دو نہیں کہا۔

ایک کو دو نہیں کہا۔ یعنی میں مشرک نہیں ہوں۔ موحد ہوں اس لئے خدا کی بخشش کا امیدوار ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (ان اللہ لا یغفر ان یشرک به و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء) یعنی بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشے گا اور شرک کے سوا جو گناہ ہیں جس کو چاہے بخشدے۔

ای واقف اسرار ضمیر ہمہ کس یارب تو مرا توبہ دہ و عذر پذیر	۱۲	در حالت عجز دستگیر ہمہ کس ای توبہ دہ و عذر پذیر ہمہ کس

اے سب کے دلوں کے بھید کو جاننے والے۔ اے عاجزی کی حالت میں سب کی دستگیری کرنے والے۔ اے خدا! میری توبہ قبول کر اور عذر منظور کر۔ اے تمام لوگوں کی توبہ قبول کرنے والے اور عذر منظور کرنے والے۔

سرمست ز میخانہ گذر کردم دوش گفتم ز خدا شرم نداری ای پیر	۱۳	پیری دیدم مست و سبوئی بر دوش گفتا کرم از خداست می نوش خموش

کل جب کہ میں بدمست ہو کر شراب خانہ کے پاس سے گزر رہا تھا۔ میں نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو مست تھا اور سبوئے شراب کندھوں پر رکھ کر لئے جاتا تھا۔ میں نے کہا اے بوڑھے تو خدا سے شرم نہیں کرتا اوس نے جواب دیا کہ کرم خدا کا ہے شراب پی اور چپ رہ۔

کرم ۔ بفتح اول و سکون ثانی۔ درخت انگور۔ بفتحتین۔ مروت سخاوت۔ مہربانی۔ بخشش۔ یہاں ان دونوں معنوں کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی بوڑھے نے جواب دیا کہ درخت انگور جس سے شراب بنتی ہے خدا ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ یا یہ کہ خداوند تعالے کریم و رحیم ہے کرم کرے گا۔ شراب پی اور کچھ پرواہ نہ کر۔

یک یک ہنرم ببین و دہ دہ بخش از بادِ ہوا آتش کین را مفروز	۱۴	ہر جرم کہ رفت حسبتہً للہ بخش ما را بسر خاک رسول اللہ بخش

میری ایک ایک نیکی دیکھ۔ اور گناہ دس دس کرکے بخشدے جو جرم میں نے کیا اوسے اللہ کے لئے بخش۔ غصہ کی ہوا سے کینہ کی آگ کو تیز نہ کر۔ ہم کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاک کے صدقے بخش دے۔

پہلے مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ نیکیوں میں سے ہر ایک نیکی کا اجر دے اور گناہوں کو یک مشت معاف کر دے۔

اس رُباعی میں اربعہ عناصر میں سے تین کا ذکر ظاہر طور سے کیا گیا ہے۔ باد۔ آتش۔ اور خاک۔ پانی کا ذکر ظاہر نہیں۔ مگر چونکہ

مصرعے کے لفظ مآ کو دیکھئے کہ پانی کی یاد دلاتا ہے۔ (عربی میں ماء پانی کو کہتے ہیں۔

می خور کہ نہ علم دستگیرد نہ عمل آں طائفہ کہ از خری می نخورند	۱۵	الا کرم و رحمت حق عز و جل از جملۂ انعام شمار اے احول

شراب پی کیونکہ نہ علم دست گیری کرے گا نہ عمل۔ صرف اللہ تعالےٰ کا لطف و کرم دستگیر بنے گا۔ وہ لوگ جو اپنی بیوقوفی کی وجہ سے شراب نہیں پیتے۔ اے احول! اون کو حیوان سمجھ۔ **انعام**۔ بفتح اوّل جمع نعم۔ بمعنی چار پایہ۔ **احول**۔ کج بین۔ وہ شخص جو ایک کو دو دیکھتا ہو۔

از خالق کردگار و ز رب کریم گر سست و خراب بودہ باشی امروز	۱۶	نومید مشو بجرم و عصیان عظیم فردا بخشد بر استخوانہائے رمیم

خالق کردگار اور ربّ رحیم کی مہربانیوں سے اپنے جرم اور گناہوں کی وجہ سے ناامید نہ ہو۔ اگر آج تو سست اور خراب ہے تو کل (یعنی قیامت کے دن) اللہ تعالےٰ ان بوسیدہ ہڈّیوں پر رحم کرے گا۔

گر من گنہ روئے زمیں کردستم گفتی کہ بروز عجز دستت گیرم	۱۷	عفو تو امید است کہ گیرد دستم عاجز تر ازیں مخواہ کہ اکنوں ہستم

اگرچہ میں تمام روئے زمین کے گناہوں کا مرتکب ہوا ہوں لیکن امید ہے کہ تیری مہربانی میری دستگیری کرے گی۔ تو نے کہا ہے کہ میں عاجزی کے وقت میں تیری دست گیری کروں گا۔ اب اس سے زیادہ عاجزی کا کونسا درجہ ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہہ رباعی شیخ سیف الدین کی ہے - (۱)
نفحات الانس میں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ
"روزے شیخ سیف الدین باخرزی بجنازۂ درویشے حاضر شد
گفتند - شیخا تلقین فرمائند - شیخ پیش روئے میت آمد - و این
رباعی فرمود" (۲)

با نفس ہمیشہ در نبردم چہ کنم گیرم کہ ز من درگذرانی بہ کرم	۱۸	واز کردۂ خویشتن بدردم چہ کنم زین شرم کہ دیدی کہ چہ کردم چہ کنم

میں ہمیشہ اپنے نفس کے ساتھ لڑائی کرتا ہوں - کیا کروں -
اپنے اعمال سے سخت نادم ہوں کیا کروں - میں نے مانا کہ تو اپنے
لطف و کرم سے میرے گناہ بخش دے گا - لیکن اس شرم کو کیا
کروں کہ تو دیکھتا رہا ہے کہ میں کیا کرتا رہا ہوں -

حکیم صاحب نے اس رباعی میں نہایت خوبصورت طریقے
سے اظہار ندامت کیا ہے - یہ رباعی اگر صدق دل سے کہی گئی ہے
تو امید ہے کہ تمام گناہوں کا کفارہ ہو چکی ہوگی - حقیقت میں جب آدمی
سوچتا ہے کہ خدا حاضر و ناظر ہے اور میں اوس کے روبرو کیا کچھہ
کر رہا ہوں - تو عرق انفعال میں غرق ہو جاتا ہے -

یارب من اگر گناہ بیحد کردم چوں بر کرمت وثوق کلی دارم	۱۹	برجان جوانی و تن خود کردم برگشتم و توبہ کردم و بد کردم

اے خدا ! میں نے اگرچہ بے حد گناہ کئے ہیں - لیکن اس

(۱) دیکھو تذکرہ حسینی ترجمہ شیخ سیف الدین - (۲) دیکھو نفحات
الانس نول کشوری صفحہ ۳۸۶ - ۱۲ -

سب کا بڑا اثر میری جان جوانی اور جسم پر ہوا ہے - چونکہ تیری مہربانی پر مجھے کامل اعتماد ہے - اس لئے میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں - توبہ کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں -

با رحمت تو من از گناہ نندیشم گر لطف تو ام سفید رو انگیزد	۲۰	با توشۂ تو ز رنج راہ نندیشم یک ذرہ ز نامۂ سیاہ نندیشم

تیری رحمت کے ہوتے میں گناہوں سے نہیں ڈرتا - تیری مہربانی کے زادِ راہ کے ہوتے میں رستہ کی تکلیفوں سے نہیں گھبراتا اگر تیرا لطف مجھے سرخ رو اٹھائے تو میں اپنے نامۂ سیاہ سے ذرہ بھر بھی نہیں ڈرتا -

یا رب بدرت نامہ سیہ آمدہ ایم ہر چند کہ ما غرقِ گنہ آمدہ ایم		واز آتشِ دوزخ بہ پناہ آمدہ ایم با قافلۂ عذر براہ آمدہ ایم

(ضمیری)

تا ظن نبری کہ از جہاں می ترسم مردن چو حقیقت است از آں باکم نیست	۲۱	وز مردن و ز رفتنِ جاں می ترسم چوں نیک نہ زیستم از آں می ترسم

یہ خیال نہ کر کہ میں جہان سے ڈرتا ہوں - یا مرنے سے اور جان کے چلے جانے سے ڈرتا ہوں - مرنا کون سی بڑی بات ہے - مجھے اس کا کچھ ڈر نہیں ہے - ڈر تو اس بات سے ہوں کہ میں نے زندگی نیکی سے نہیں گزاری -

بر سینۂ غم پذیر من رحمت کن بر پائے خرابات روِ من بخشائے	۲۲	بر جان و دل اسیر من رحمت کن بر دست پیالہ گیر من رحمت کن

میرے غمگین سینہ پر رحم کر۔ میرے اسیر دل اور میری اسیر جان پر رحم کر۔ میرے شرابخانہ کی طرف جانے والے پاؤں پر رحم کر۔ اور میرے پیالہ پکڑنے والے ہاتھوں پر رحم کر۔

حکیم صاحب نے اس رُباعی میں نہایت دردناک طریقے سے اللہ تعالیٰ کے عفو و کرم کی درخواست کی ہے۔

احوال جہاں بر دلم آسان میکن امروز خوشم بدار و فردا با من	۲۳	وافعال بدم ز خلق پنہان میکن آنچہ از کرم تو می سزد آں میکن

دُنیا کے حالات کو میرے دل پر آسان کر۔ میرے بُرے فعلوں کو لوگوں سے پنہان کر۔ دُنیا میں مجھے خوش رکھ۔ اور قیامت کے دن جو سلوک تیرے لطف و کرم کے شایان شان ہے وہ سلوک مجھ سے کر۔

ای آنکہ پدید گشتم از قدرت تو صد سال بامتحان گناہ خواہم کرد	۲۴	پروردہ شدم بناز و از نعمت تو تا جرم من است بیش یا رحمت تو

اے کہ میں تیری قدرت سے پیدا ہوا۔ اور تیری ناز و نعمت سے پرورش پائی۔ میں سو سال آزمائش کے طور پر گناہ کروں گا تاکہ دیکھوں کہ میرے گناہ زیادہ ہیں یا تیری رحمت۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ امتحان و آزمائش خدا کا کام ہے بندے کا کام نہیں۔

ناکردہ گناہ درجہاں کیست بگو من بد کنم و تو بد مکافات دہی	۲۵	آنکس کہ گنہ نکرد چوں زیست بگو پس فرق میان من و تو چیست بگو

بتاؤ دنیا میں کون ایسا شخص ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ بتا کہ جس شخص نے گناہ نہیں کیا وہ زندہ کیسے رہا۔ میں برے کام کروں اور تو مجھے برا بدلہ دے تو پھر بتا کہ مجھ میں اور تجھ میں فرق کیا ہے

حکیم صاحب کا عقیدہ ہے کہ گناہوں کے بغیر زندہ رہنا ناممکن ہے۔ اور دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو گنہگار نہ ہو۔ ترمذی کی ایک حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کہ (کُلُّ بَنِیْ آدَمَ خَطَّاءٌ) یعنی تمام بنی آدم (سوائے انبیاء علیہم السلام کے) گناہ گار ہیں۔

اے عجب آن عہد و آں سوگند کو	...	وعدہ ہائے آں لب چوں قند کو
گر فراق بندہ از بد بندگی است		چوں تو باید بد کنی پس فرق چیست

فریاد کہ عمر رفت بر بیہودہ	۲۶	ہم لقمۂ حرام و ہم نفس آلودہ
فرمودہ ناکردہ سیاہ رویم کرد		فریاد ز کردہ ہائے نافرمودہ

افسوس ہے کہ عمر بیہودہ صرف ہو گئی لقمۂ حرام کھاتے رہے۔ اور نفس کو آلودہ رکھا۔ اوامر الٰہی کی تعمیل نہ کرنے سے ہم روسیاہ ہوئے۔ اور افسوس ہے کہ نواہی کا ارتکاب کرتے رہے۔

پیرے دیدم بخواب مستی خفتہ	۲۷	وز گرد شعور خانۂ تن رفتہ
مے خوردہ و مست خفتہ و آشفتہ		اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ گفتہ

میں نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ مستی کی نیند میں سویا تھا۔ اور جسم کے مکان کو شعور کی گرد سے صاف کیا تھا۔ شراب پی تھی۔ مست سویا تھا۔ آشفتہ حال تھا۔ اور "اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ" کا ورد کر رہا تھا۔

اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ ۔ یعنی اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر نرمی کرنے والا ہے۔

مائیم بلطفِ تو تولّا کردہ آنجا کہ عنایتِ تو باشد ۔ باشد	۲۸	و از طاعت و معصیت تبرّا کردہ ناکردہ چو کردہ کردہ چوں ناکردہ

ہم تیرے لطف کے امیدوار ہیں ۔ طاعت اور معصیت پر ہم انحصار نہیں کرتے ۔ جہاں تیری عنایت ہوگی وہاں ناکردہ کردہ کے برابر اور کردہ ناکردہ کے برابر ہوگا۔

تولّا ۔ بمعنی محبت ۔ بمعنی امید۔

ای نیک نہ کردہ و بدیہا کردہ بر عفو مکن تکیہ کہ ہرگز نبود	۲۹	انگاہ بلطفِ حق تولّا کردہ ناکردہ چو کردہ کردہ چون ناکردہ

اے کہ تو نے کبھی نیکی نہیں کی اور گناہ کرتا رہا ۔ باوجود اسکے تو خدا کی رحمت کی امید رکھتا ہے ۔ خدا کے عفو پر بھروسہ نہ کر کیونکہ کبھی ناکردہ کردہ کے برابر اور کردہ ناکردہ کے برابر نہیں ہوسکتا ۔

یہ رُباعی پچھلی رُباعی کا جواب ہے ۔ اور رُباعیات ابوسعید ابوالخیر میں بھی درج ہے ۔ (۱)

ای در رہ بندگیت یکساں کہ ومہ نکبت تو ستانی و سعادت تو دہی	۳۰	در ہر دو جہاں خدمت درگاہ تو بہ یارب تو بفضل خویش نستان بدہ

اے کہ تیری بندگی کے رستہ میں کہ و مہ برابر ہیں ۔ دونوں جہانوں میں تیری بارگاہ کی خدمت ہی اچھی ہے تو بدبختی دور کرتا اور

(۱) دیکھو رُباعیات ابوسعید ابوالخیر مطبوعہ لاہور ۔ ۱۲ ۔

نیک بختی دیتا ہے - اے پروردگار تو اپنے فضل سے بدبختی دور کر اور نیک بختی دے -

فردا کہ بنامۂ سیاہ خود در نگری بفروختہ دیں بدنیا از بیخبر دی	۳۱	بس دست تحسّر کہ بدنداں ببری یوسف کہ بدہ درم فروشی چہ خری

قیامت کے دن جب تو اپنے نامۂ سیاہ کو دیکھیگا - دست حسرت کو دانتوں سے کاٹے گا - دین کو دنیا کے عوض فروخت کر رہا ہے گویا یوسف کو دس درموں پر بیچ رہا ہے - تو کیسا بے وقوف ہے -

گر زاں کہ بدست او فتد از می دو منی کانکس کہ جہاں کرد فراغت دارد	۳۲	می خور تو بہر محفل و ہر انجمنے از سبلت چوں تو ئی و ریش چو منے

اگر تجھ کو کچھ شراب مل جائے - تو ہر محفل اور ہر مجلس میں بیٹھ کر پی - کیونکہ وہ خدا جس نے دُنیا کو پیدا کیا ہے تجھ جیسے کی مونچھوں سے اور مجھ جیسوں کی داڑھی سے بے نیاز ہے -

متن - وزن سعین کہ دو رطل باشد -

بیا کہ رونق ایں کارخانہ کم نہ شود		ز زہد ہمچو توئے و ز فسق ہمچو منے

ای از حرم ذات تو عقل آگہ نی مستم ز گناہ و از رجا ہشیارم	۳۳	و از معصیت و طاعت ما مستغنی امید ز رحمت تو دارم یعنی

اے کہ تیری ذات کے حریم راز سے عقل نا آشنا ہے - اے کہ تو ہماری طاعت اور معصیت سے بے نیاز ہے - میں گناہوں سے مست ہوں - اور امید سے ہشیار ہوں - یعنی تیری رحمت کا امیدوار ہوں -

بکشائے دری کہ درکشائندہ توئی من دست بہ ہیچ دستگیرے ندہم	۳۴	بنمائے رہی کہ رہ نمایندہ توئی کا یشاں ہمہ فانی اند و پایندہ توئی

کوئی دروازہ کھول کہ دروازہ کھولنے والا تو ہی ہے۔ رستہ دکھا کہ رستہ دکھانے والا تو ہی ہے۔ میں کسی دستگیر کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیتا۔ کیونکہ وہ سب فانی ہیں اور تو باقی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (اِذَا سَئَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ) یعنی جب تو کچھ مانگے تو اللہ تعالےٰ ہی سے مانگ اور جب مدد طلب کرے تو اللہ تعالےٰ ہی سے مدد طلب کر۔

ای سوختہ سوختنی تاکے گوئی کہ بر عمر رحمت کن	۳۵	وی آتش دوزخ از تو افروختنی حق را تو کجا برحمت آموختنی

اے جلے ہوئے اے جلے ہوئے اے جلنے کے لائق اور اے کہ دوزخ کی آگ تجھ سے افروختہ کی جائے گی تو کب تک کہتا رہے گا کہ اے خدا عمر (خیام) پر رحمت کر۔ تو خدا کو رحمت سکھانے والا کہاں سے آگیا۔

ساقی قدحے کہ نور بخشد ہمہ را خوش باش کہ ہم بخشند آلایش ما	۳۶	پر کن کہ دمی حضور بخشد ہمہ را آں کس کہ مئے طہور بخشد ہمہ را

اے ساقی شراب کا پیالہ جو سب کو نور دیتا ہے بھردے تاکہ سب کو تھوڑی دیر کے لئے حضوری حاصل ہو۔ خوش رہ۔ کیونکہ وہ خدا جو سب کو شراب طہور دے گا۔ ہماری گناہوں

سے بھی در گزر کرے گا۔

نقد و نسیہ

در عیش نقد کوش کہ چوں آب خور نماند
آدم بہشت روضۂ دارالسلام را
(حافظ)

"نو نقد نہ تیرہ ادھار" مشہور مقولہ ہے۔ عیش امروز کو اندیشۂ فردا پر کون قربان کرے۔ کل کی اُمید پر آج کے لطف کو کون نثار کرے۔ حکیم صاحب بھی قیامت کے خوف سے دُنیا کے مزے چھوڑنا نہیں چاہتے۔ فرماتے ہیں۔

جامے و بتے و ساقی بر لب کشت مشنو سخن بہشت و دوزخ از کس	۱	ایں جملہ مرا و ترا گشتہ بہشت کہ رفت بدوزخ و کہ آمد ز بہشت

لب کشت ہو۔ شراب ہو اور ساقی ہو۔ یہ تمام چیزیں مجھے نصیب ہوں۔ بہشت تیرے حصے میں ہی سہی۔ بہشت اور دوزخ کی باتیں کسی سے نہ سُن۔ کون دوزخ میں گیا ہے۔ اور کون بہشت سے ہو آیا ہے۔

چوں نیست حقیقت و یقیں اندر دست	۲	نتواں بامید شک ہمہ عمر نشست

ہاں تا نہ نہم جام مے از کف دستا		در بیخودی چہ ہوشیار و چہ مست

جب حقیقت یقین کسی کو حاصل نہیں تو پھر مشکوک امید پر کوئی کہاں تک بیٹھے۔ چاہئے کہ ہم جام شراب کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں جب بے خودی ہے تو ہوشیاری اور مستی برابر ہے۔

امروز ترا دسترس فردا نیست ضائع مکن این دم ار دلت شیدا نیست	۳	و اندیشۂ فردات بجز سودا نیست کین باقی عمر را بہا پیدا نیست

آج تجھے کل پر دسترس حاصل نہیں۔ کل کی فکر محض سودا ہے۔ اگر تو احمق نہیں ہے تو موجودہ وقت کو ضائع نہ کر۔ کیونکہ یہ تھوڑی سی عمر جو باقی ہے ایک بیش بہا نعمت ہے۔

من ہیچ ندانم کہ مرا آنکہ سرشت جامے و بتے و بربطے بر لب کشت	۴	از اہل بہشت کرد یا دوزخ زشت این چار مرا نقد و ترا نسیہ بہشت

میں بالکل نہیں جانتا کہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے اُس نے مجھے بہشتیوں کے زمرہ میں لکھا ہے یا دوزخیوں میں۔ جام شراب ہو۔ معشوق ہو۔ بربط ہو اور لب کشت ہو۔ یہ چار چیزیں نقد میرے لئے چھوڑ۔ اور بہشت کا اُدھار بیشک تو لے لے۔

نسیہ۔ بالکسر۔ ضد نقد۔ وہ چیز جس کا مدت بعید کے بعد ادا کرنے کا وعدہ ہو۔

گویند مرا سور کہ با حور خوش است این نقد بگیر دست ازان نسیہ بشو	۵	من میگویم کہ آب انگور خوش است کآواز دہل شنیدن از دور خوش است

لوگ مجھے کہتے ہیں کہ حوروں کے ساتھ جنت اور شادی بڑی نعمت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آب انگور (یعنی شراب) بڑی نعمت ہے یہ نقد لے لے اور اس اُدھار سے ہاتھ دھو ڈال۔ کیونکہ ڈھول کی آواز دور سے ہی اچھی معلوم ہوتی ہے۔

شور۔ بہشت۔ جنّت۔ شادی عروسی۔ ممکن ہے پہلا مصرعہ اس طرح ہو۔

گویند مرا قصور با حور خوش است

حور و قصور معروف۔

در فصل بہار اگر بتی حور سرشت گرچہ بہ بر کسی این سخن باشد زشت	۶	پُر مے قدحی دہد مرا بر لب کشت سگ بہ ز من ار دگر برم نام بہشت

موسم بہار میں اگر وہ بُتِ حوری نژاد لبِ کشت پر مجھے شراب سے بھر کر پیالہ دے تو سچ کہتا ہوں کہ اگر پھر میں بہشت کا نام بھی لوں تو کتے سے بدتر ہوں۔ اگرچہ یہ بات لوگوں کو بُری معلوم ہوگی۔

ساقی بہ بہشت این ہمہ مشتاقی چیست اینجاست مے و ساقی و آنجاست ہمیں	۷	جنت مے و ساقی بود و باقی چیست پس ہر دو جہان بہ ز مے و ساقی چیست

اے ساقی! بہشت کا اتنا اشتیاق کیوں رکھتا ہے بہشت میں بھی تو یہی شراب اور ساقی ہوگا۔ اور کیا ہوگا۔ یہاں بھی جب شراب اور ساقی موجود ہے اور وہاں بھی یہی کچھ ہے۔ تو پھر بتا کہ دونوں جہانوں میں شراب اور ساقی سے بہتر اور کیا چیز ہے۔

حکیم صاحب نے شراب طہور اور شراب انگور کو تو برابر کر ہی دیا تھا۔ اگر ساقی کوثر کی جناب میں گستاخی نہ کرتے تو بہتر تھا۔

ساقی قدحی کہ آنکہ این خاک سرشت معشوق و دلِ شاد و بادہ جہاں	۸	خط بر سر ما مستی و عشق تو نوشت موعود بود بکوثر و حور بہشت

اے ساقی! شراب کا پیالہ دے کیونکہ وہ خدا جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اُس نے ہماری قسمت میں مستی اور تیرا عشق لکھ دیا ہے۔ دنیا معشوق اور شراب سے فی الحال آباد ہے۔ اور بہشت میں حور و کوثر کا وعدہ ہی وعدہ ہے۔

با مطرب و می حور سرشتی گر ہست بہ زین مطلب دوزخ فرسودہ متاب	۹	با آب روان و لب کشتی گر ہست حقا کہ جز این نیست بہشتی گر ہست

اگر مطرب ہو، مے ہو اور معشوق حور سرشت ہو یا آب رواں ہو اور لبِ کشت ہو تو پھر اس سے زیادہ کچھ نہ مانگ۔ اور ٹھنڈے دوزخ کو گرم نہ کر۔ سچ کہتا ہوں کہ اگر بہشت کوئی چیز ہے تو یہی ہے۔ اور کچھ نہیں۔

دوسرے مصرعے میں لفظ با کی بجائے لفظ یا بھی ہوسکتا ہے۔

فرسودہ - یعنے سرد شدہ۔ مثلاً آتش افسردہ۔ تنور افسردہ۔ و شعلۂ افسردہ (بہارِ عجم) دوزخ فرسودہ متاب۔ یعنی خواہ مخواہ غمگین نہ ہو اور فکر نہ کر۔

چہرۂ گل ز شبنم نوروز خوش است از دی کہ گذشت ہر چہ گوئی خوش نیست	۱۰	در صحن چمن روئے دل افروز خوش است خوش باش و ز دی مگو کہ امروز خوش است

پھول کے چہرے پر نوروز کی شبنم اچھی معلوم ہوتی ہے۔ صحن چمن میں معشوق کا دل افروز چہرہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ کل جو گزر گیا ہے

اوس کے متعلق جو کچھ کہو اچھا ہے۔ گزشتہ کل کی باتیں چھوڑدو۔ خوش رہو۔ کیونکہ آج کا دن خوشی سے گزر رہا ہے۔

با بادہ نشیں کہ ملکِ محمود این است از آمدہ و رفتہ دگر یاد مکن ؎	۱۱	وز چنگ شنو کہ لحنِ داؤد این است حالی خوش باش زانکہ مقصود این است

شراب لے کر بیٹھ کہ یہی محمود کی بادشاہی ہے۔ نغمۂ چنگ سُن۔ کہ یہی لحنِ داؤدی ہے۔ آئی گئی باتوں کو یاد نہ کر۔ زمانۂ حال کو خوشی سے گزار کیونکہ مقصود یہی ہے۔

لحنِ داؤد ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی مشہور ہے۔

گذشتہ خواب و آیندہ خیال است		غنیمت داں ہمیں دم را کہ حال است

تا چند زنم بروئے دریا خشت امشب من و سیمبر جوانان کنشت	۱۲	نومید نیم چو بت پرستان ز کنشت میخواہم و معشوق چہ دوزخ چہ بہشت

میں دریا میں کب تک پتھر پھینکتا رہوں (یعنی کب تک بے سروپا باتوں میں مشغول رہوں) بُت پرستوں کی طرح بُت کدہ سے ناامید نہیں ہوں۔ آج رات میں ہوں اور کنشت کے سیم تن جوان۔ شراب مانگتا ہوں اور معشوق۔ دوزخ کیا چیز ہے اور بہشت کیا شئے ہے۔

کُنِشت ۔ بضم اول وکسرِ نون۔ بُت خانہ۔ آتشکدہ۔ معبد یہود۔ عبادت خانۂ کفار۔

این قافلہ عمر عجب می گذرد ساقی غمِ فردائے حریفاں چہ خوری	۱۳	دریاب دمے کہ با طرب می گذرد پیش آر پیالہ کہ شب می گذرد

عمر کا قافلہ جلدی گزر رہا ہے۔ اس ایک دم کو جو خوشی سے گزرتا ہے

غنیمت جان۔ اے ساقی حریفوں کے مستقبل کا کیا فکر ہے۔ شراب کا پیالہ سامنے لا کیونکہ رات گزر رہی ہے۔

حریف۔ ہم پیشہ و ہم کار۔ مجازاً بمعنی دوست و دشمن۔ کیونکہ ہم پیشہ لوگ دوست بھی ہوتے ہیں اور دشمن بھی۔

در دہر چو آوازۂ گل تازہ دہند از دوزخ و از بہشت و از حور و قصور	۱۴	فرمائے پیالۂ مے بہ اندازہ دہند فارغ بنشیں کہ آں خود آوازہ دہند

دنیا میں جب تازے پھول نکلیں (یعنی موسم بہار ہو) اس وقت حکم دے کہ شراب کا پیالہ اندازے سے بھر دیں۔ دوزخ۔ بہشت اور حور و قصور سے بے فکر ہو کر بیٹھ کیونکہ یہ چیزیں خود تجھے بلائیں گی۔

گویند بہشت و حور عین خواہد بود گر ما مے و معشوق پرستیم رواست	۱۵	و آنجا مے ناب و انگبیں خواہد بود چوں عاقبت کار ہمیں خواہد بود

کہتے ہیں کہ بہشت ہوگا اور حور عین ہوگی۔ اور اس جگہ خالص شراب ہوگی۔ اور شہد ہوگا۔ پس اگر ہم مے پرستی یا معشوق پرستی کریں۔ تو جائز ہے۔ کیونکہ عاقبت میں بھی تو یہی کچھ ہونا ہے۔

عین۔ بالکسر۔ زنان خوش چشم۔ جمع عیناء۔ زن خوش چشم۔

گویم از باغ جناں فرق کدام است اینجا		مے حلال است در آنجا و حرام است اینجا

(نعمت خان عالی)

یہ رباعی تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ دیوان حافظ میں بھی موجود ہے۔ (۱)

(۱) دیکھو دیوان حافظ نول کشوری۔ ۱۲۔

گویند بہشت و حوض کوثر باشد پر کن قدح بادہ و بر دستم نہ	۱۶	وانجا مئی ناب و شہد و شکر باشد نقدی ز ہزار نسیہ خوشتر باشد

کہتے ہیں کہ بہشت ہو گا اور حوض کوثر ہو گا ۔ اُس جگہ شراب خالص ہو گی شہد ہو گا اور شکر ہو گی ۔ شراب کا پیالہ بھر کر میرے ہاتھ پر رکھ کیونکہ ایک نقد ہزار ادھار سے بہتر ہے ۔

می خواہم خورد تا کہ جانم باشد اینجا بجہاں ورین جہاں خوش بزیم	۱۷	گر سود جہاں جملہ زیانم باشد من کے دانم کہ آنجا نغم باشد

جب تک جان میں جان ہے شراب پیوں گا ۔ اگرچہ تمام جہان کا سود میرے لئے زیان ہو جائے ۔ اے جان جہان ! اس جہان میں خوش رہوں گا ۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ میرے لئے اگلا جہان ہے یا نہیں ۔

یعنی اگلے جہان کا سود و زیان یقینی نہیں ۔

ای دوست غم جہاں بیہودہ مخور چوں بود گذشت نیست نابود پدید	۱۸	بیہودہ غم جہان فرسودہ مخور خوش باش غم جہاں نابودہ مخور

اے دوست ! بے ہودہ دنیا کا غم نہ کر ۔ بے فائدہ اس فرسودہ جہان کا غم نہ کر ۔ جب کہ گزشتہ گزر گیا ہے اور آیندہ ظاہر نہیں خوش رہ اور نابودہ (مستقبل) جہان کا غم نہ کر ۔

از حادثۂ زمانۂ آیندہ مترس این یکدم نقد را غنیمت میداں	۱۹	واز ہرچہ رسد چو نیست پایندہ مترس از رفتہ میندیش و ز آیندہ مترس

آیندہ زمانے کے حادثات سے نہ ڈر- جو کچھ آتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے نہیں رہتا- اس سے نہ ڈر- اس ایک دم کو جو نقد ہے- غنیمت جان- گزشتہ کی فکر نہ کر اور آئندہ سے نہ ڈر-

یہ رُباعی دیوان مولانا رومؒ میں بھی درج ہے- (۱)-

چند از غم و غصۂ جہاں قالا قال در سبزہ چو شد روی زمیں میلا میل	۲۰	برخیز و بشادی گذراں حالا حال درکش مئ لعل از قدح مالا مال

دُنیا کے غم و غصے کے متعلق کب تک قیل و قال رہے گی- اُٹھ اور زمانۂ حال کو خوشی سے گزار- زمین میلوں تک سبزہ زار بنگئی ہے- لبریز پیالے سے شرابِ سرخ پی-
میلا میل- میل تا میل و میل اندر میل- پے در پے- متواتر- تمام تر ممزوج- (ہفت قلزم)

کس خلد و جحیم را ندیدست ای دل امید و ہراس ما بچیزیست کز آں	۲۱	گو کس کہ ازاں جہاں رسیدست ای دل جز نام و نشانی نہ پدیدست ای دل

اے دل کسی نے بہشت اور دوزخ کو نہیں دیکھا- اے دل وہ کون شخص ہے جو اس جہان سے ہو کر آیا ہو- ہماری امیدیں اور ہمارے خوف ایسی چیزوں کے متعلق ہیں جن کا سوائے نام کے اور کچھ پتہ نشان نہیں-

آں بہ کہ ز جام و بادہ دل شاد کنیم ایں عاریتی رواں زندانی را	۲۲	و از نامدہ و گزشتہ کم یاد کنیم یک لحظہ ز بند عقل آزاد کنیم

(۱) دیکھو دیوان مولانا رومؒ نولکشوری صفحہ ۲۵۸-

بہتر ہے کہ ہم شراب اور پیالہ سے دل کو خوش کریں۔ گزشتہ اور اور آیندہ کو یاد نہ کریں۔ اس زندان خانۂ عاریت (یعنی اپنے آپ) کو تھوڑی دیر کے لئے عقل کی قید سے آزاد کریں۔

یعنی مستی اور بے ہوشی میں وقت گزاریں۔

یہ رُباعی دیوان حافظ میں بھی درج ہے (۱)

نتوان دل شاد را بغم فرسودن در دهر کہ داند کہ چہ خواهد بودن	۲۳	وقت خوش خود بسنگ محنت سودن می باید و معشوق و بکام آسودن

ہم اپنے خوش دل کو غم سے فرسودہ نہیں کر سکتے۔ اور اپنے اچھے اوقات کو غم سے تباہ نہیں کر سکتے۔ دنیا میں کون جانتا ہے کہ کیا ہونے والا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ شراب اور معشوق کے ساتھ اپنا مقصد حاصل کریں۔

روزے کز تو گزشتہ شد یاد مکن بر نامدہ و گذشتہ بنیاد منہ	۲۴	فردا کہ نیامدہ است فریاد مکن حالے خوش باش و عمر بر باد مکن

وہ دن جو گزر چکا ہے اُسے یاد نہ کر۔ کل جو ابھی نہیں آیا اوس کی فریاد نہ کر۔ آیندہ اور گزشتہ پر بنیاد نہ رکھ۔ اس وقت موجودہ کو خوشی سے گزار اور عمر کو ضایع نہ کر۔

زیں گنبد گردندہ بد افعالی بیں تا بتوانی تو یک نفس خود را باش	۲۵	واز جملہ دوستاں جہاں خالی بیں فردا مطلب۔ گذار دی حالی بیں

چرخ فلک کی بد افعالی دیکھ۔ دیکھ کہ جہان دوستوں سے

(۱) دیکھو دیوان حافظ نولکشوری ۱۲۰۔

خالی ہو گیا ہے۔ جہاں تک ہو سکے تو اس ایک دم کو جو موجود ہے خوشی سے گزار۔ آیندہ کل کی طلب چھوڑ کر۔ گذشتہ کل کو چھوڑ اور زمانہ حال کو دیکھ۔

چندانکہ نگاہ می کنم ہر سوئے صحرا چو بہشت است و زدوزخ کم گو	۲۶	از سبزہ بہشت است و زکوثر جوئے بنشین بہ بہشت با بہشتی روئے

چاروں طرف جہاں تک نظر کام کرتی ہے۔ سبزہ زار بہشت بنا ہوا ہے اور نہریں کوثر کا کام دے رہی ہیں۔ صحرا بہشت کا نمونہ ہے۔ دوزخ کا نام نہ لے۔ کسی بہشتی رو (معشوق) کے ساتھ بہشت میں بیٹھ۔

ایدل تو بہ سر این معمانہ رسی اینجا زمی و جام بہشتے می ساز	۲۷	واز نکتۂ زیرکان دانا نہ رسی کانجا کہ بہشت است رسی یا نرسی

اے دل تو چیستان دنیا کے بھید کو نہیں سمجھے گا۔ داناؤں اور عقلمندوں کے نکات سے اس راز کو معلوم نہ کر سکے گا۔ اسی جگہ شراب اور پیالہ سے بہشت بنا لے۔ کیونکہ جہاں بہشت ہے خدا جانے تو وہاں پہونچ سکتا ہے یا نہیں۔

گویند مخور می کہ بلاکش باشی این ہست ولی زہر دو عالم خوشتر	۲۸	در روز مکافات در آتش باشی این یکدمی کز شراب سرخوش باشی

لوگ کہتے ہیں کہ شراب نہ پی کہ تکلیف اٹھائے گا۔ اور قیامت کے دن دوزخ میں جائے گا۔ یہہ سب کچھ درست ہے لیکن یہ ایک دم جو شراب پی کر مستی میں گزر جائے دونوں جہانوں سے بہتر ہے۔

آں بہ کہ ز جام بادہ دل شاد کنی	۲۹	وز آمدہ و گذشتہ کم یاد کنی
ویں عاریتی لباس زندانی را		یک لحظہ ز بند عقل آزاد کنی

بعینہٖ وہی رُباعی ہے جو نمبر (۲۲) پر درج ہے۔ رُباعیوں کی تعداد بڑھانے کے شوق نے کشتیم کو کٹی کر دیا۔ اور ایک کی دو رُباعیاں بنا دیں۔

تسلیم و رضا

غم جہاں مخور و پندِ من مبر از یاد — کہ ایں لطیفۂ نغزم ز رہروے یاد است
رضا بدادہ بدہ و ز جبیں گرہ بگشا — کہ بر من و تو درِ اختیار نہ کشادست

(حافظؒ)

صحیح مسلم میں صہیبؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ) یعنی عجیب ہے شان مومن کی کہ اُس کے تمام امر اچھے ہیں اگر اُسے خوشی ہو تو وہ شکر کرتا ہے یہ بھی اُس کے لئے اچھا ہے اور اگر اُسے تکلیف پہونچے تو وہ صبر کرتا ہے یہ بھی اُس کے لئے اچھا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ (مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهُ .... وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ سَخَطُهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهُ -) یعنی خوش قسمت ہے وہ انسان جو راضی بہ قضا ہو اور بد قسمت ہے وہ آدمی جو اپنے مقدر پر ناراض ہو

حقیقت بھی یہی ہے کہ دُنیا میں وُہی آدمی آرام سے رہ سکتا ہے جو راضی برضا اور قسمت پر شاکر ہو - بغیر اس کے اطمینان قلب نصیب نہیں ہو سکتا ہوتا وہی کچھ ہے جو خدا کی مرضی میں ہو - انسان کی مرضی کے مطابق دُنیا کے کام نہیں چلتے - آدمی جتنی بے صبری کرے اتنا ہی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے - خواجہ حافظ فرماتے ہیں -

دوش با من گفت پنہاں کاردانِ تیز ہوش	کز شما پنہاں نباید داشت رازِ می فروش
گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع	سخت می گیرد جہاں بر مردمانِ سخت کوش

دُنیا کے دار المحن میں وقت کو خوشی سے گزارنا ایک حد تک انسان کے اپنے اختیار میں ہے - اگر آدمی اپنی قسمت پر شاکر ہو کر بیٹھ جائے تو دنیا کی کوئی تکلیف اُس کو مضطرب نہیں کر سکتی - اور حوادث روزگار اس کو مرکز استقلال سے نہیں ہٹا سکتے -

اگر وطن بمقامِ رضا توانی کرد	غبارِ حادثہ را توتیا توانی کرد

(صائبؒ)

اور سچ پوچھو تو ضعیف البنیان انسان کے لئے سوائے تسلیم و رضا کے اور چارہ ہی کیا ہے - چار و ناچار ماننا ہی پڑتا ہے - جو کام انسان کو طوعاً یا کرہاً کرنا ہی پڑے بہتر یہی ہے کہ اُس کو خوشی سے ہی کرے -

چو نتواں برافلاک دست آختن	بیابیست با گردشش ساختن

(سعدیؒ)

آدمی کی طاقت سے یہ تو باہر ہے کہ وہ دنیا کو اپنی مرضی پر چلائے - اور جب یہ صورت ہو تو بہتر ہے کہ تسلیم و رضا اختیار کرے - تاکہ دل شاد

اس عذاب میں مبتلا نہ رہے۔

نسخۂ مغلوطِ عالم قابلِ اصلاح نیست		وقت خود ضائع مکن برطاق نسیانش گذار

حکیم صاحب متوکل آدمی تھے فرماتے ہیں۔

خواہی ز فراق در فغاں دار مرا من با تو نگویم کہ چناں دار مرا	(۱)	خواہی ز وصال شادماں دار مرا زاں ساں کہ دلِ تست چناں دار مرا

اگر تو چاہتا ہے تو فراق سے مجھے نالہ و فریاد میں رکھ۔ اور اگر چاہتا ہے تو وصال سے مجھے خوش کر۔ میں تجھے یہ نہیں کہتا کہ مجھ اس طرح رکھ۔ جس طرح تیری مرضی ہے اوس طرح رکھ۔

نے از تو حیاتِ جاوداں میخواہم نے کامِ دل و راحتِ جاں میخواہم	ہلالی	نے عیش و تنعم جہاں می خواہم آنی کہ رضائے تست آں می خواہم

گر کار تو نیک است بتدبیر تو نیست تسلیم و رضا پیشہ کن و شاد بزی	۲	ور زشت بود نیز بتقصیر تو نیست چوں نیک و بدِ جہاں بتدبیر تو نیست

اگر تیرا کام اچھا ہے تو یہ تیری تدبیر کا نتیجہ نہیں۔ اور اگر تیری جان جاتی ہے تو اس میں تیرا کچھ قصور نہیں۔ تسلیم و رضا اختیار کر اور خوشی کے ساتھ زندگی بسر کر۔ کیونکہ دنیا کا نیک و بد تیری اختیار میں نہیں ہے۔

بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رباعی ابن یمین کی ہے(۱)۔ وہاں دوسرا مصرعہ اس طرح لکھا ہے۔ ؏ ور نیز بد است ہم بہ تقصیر تو نیست۔ اور یہ مصرعہ مروجہ مصرعہ سے بہتر ہے۔

(۱) دیکھو گلستان مستر مطبوعۂ لاہور صفحہ (۴۶۹) ۱۲۔

یہی رُباعی رُباعیات ابوسعید ابوالخیر میں بھی درج ہے (۱)۔

از ہرزہ بہر درے نمی باید تاخت از طاسک چرخ و کعبتین تقدیر	۳	با نیک و بد زمانہ می باید ساخت ہر نقش کہ پیدا شود آں باید باخت

بیہودہ طور سے دربدر نہیں پھرنا چاہئیے - زمانے کے نیک و بد کے ساتھ موافقت پیدا کرنی چاہئیے - طاس فلک اور کعبتین تقدیر سے جو نقش پیدا ہو اوسی کے مطابق بازی چلانی چاہئیے -

طاسک - مصغر طاس - یہاں مراد تختۂ نرد یا شطرنج - **کعبتین** تثنیہ دو پاسے باشند کوچک از استخوان شش پہلو کہ بداں نرد بازند (غیاث اللغات)

مطلب یہ کہ دُنیا شطرنج یا نرد کی کھیل ہے - یہہ کھیل جس طرح چلے چلاتے جاؤ -

تدبیر چو کعبتیں و تقدیر چو نقش		در دست تو ہست لیک در دست تو نیست

(سالم)

چوں دی و پری پایۂ بیکار گذشت امروز باہرچہ میرسد خوش می باش	۴	شادی و غم و محنت و تیمار گذشت کیں نیز چنانچہ آمد از کار گذشت

جب کل اور پرسوں مایۂ بےکار کی طرح گزر گئے - شادی، غم اور محنت و تکلیف کے دن بھی گزر گئے - آج جو کچھ بھی پیش آئے اُس کے ساتھ خوش رہ - کیونکہ یہہ بھی جس طرح آیا ہے گزر جائیگا -

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند		چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند

ساقی قدحے کہ کار عالم نفسے است	۵	از شادی و از دیک نفس آں نیز بس است

(۱) دیکھو رُباعیات ابوسعید ابوالخیر مطبوعۂ لاہور - ۱۲ -

خوش باش که هرچه پیش آید بجهان		هرگز نشود چنانچه دلخواه کسی است

اے ساقی شراب کا ایک پیالہ دے کیونکہ جہان ایک دم ہے۔ دنیا میں خوشی ایک دم ہے اور وہ بھی غنیمت ہے دنیا میں جو کچھ پیش آئے اوس پر خوش رہ۔ کیونکہ دنیا کے کام آدمی کی اپنی خواہش کے مطابق ہرگز نہیں ہو سکتے۔

خواہی شود جدید کہن پیرہن ترا		یک عمر عمر چو رشتہ لبصد پیچ وتاب دہ

آں مرد نیم کز عدمم بیم آید جان نیست مرا بعاریت داد خدا	۶	آں نیم مرا خوشتر از نیم آید تسلیم کنم چو وقت تسلیم آید

میں وہ مرد نہیں ہوں کہ موت سے ڈروں۔ وہ ڈر مجھو اس ڈر (یعنی زندگی کے ڈر) سے اچھا ہے۔ جان مجھے خدا نے عاریتہً دی ہے۔ جب جان سپاری کا وقت آئے گا۔ جان اوس کے حوالے کردوں گا۔

جان دی دی ہوئی اوسی کی تھی		حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(غالب)

در دائرہ سپہر ناپیدا غور نوبت چو بدور تو رسد آہ مکن	۷	می نوش بخوشدلی کہ دور است بجور جامیست کہ جملہ را چشانند بدور

دنیا کے دائرہ میں جس کی گہرائی کسی کو معلوم نہیں۔ خوش دلی کے ساتھ شراب پی۔ کیونکہ زمانہ جور و ستم پر تلا ہوا ہے جب دورِ (موت) کی نوبت تجھ تک پہونچے تو آہ نہ کر۔ کیونکہ جام موت ایک ایسا جام ہے جو اپنی اپنی باری پر سب کو پلایا جاتا ہے۔

غور۔ عمق۔ گہرائی۔

کس نیست دریں گفت و شنو ہمدم من جز گریہ چو نیست دیدۂ پرنم من	۸	شد نالۂ من ہم نفس و ہمدم من من سر بنہم تا بسر آید غم من

اس گفت و شنید میں کوئی میرا ہمراز نہیں۔ میرے نالے ہی میرے ہمدم اور مونس ہیں۔ جب میری نمناک آنکھ رونے ہی کے لئے ہے تو پھر میں سر تسلیم خم کر دوں گا۔ تاکہ میرے غموں کا خاتمہ ہو جائے۔

چوں واقفی ای پسر ز ہر اسرارے چوں نیست نزود باختیارت کارے	۹	چندیں چہ بری بیہدہ ہر تیمارے خوش باش دریں نفس کہ ہستی بارے

اے لڑکے جب تو اصل بھید کو جانتا ہے۔ تو پھر کیوں بے فائدہ اتنا غم کرتا ہے۔ جب کوئی کام تیرے اختیار میں نہیں ہے تو پھر یہ ایک دم جو تو زندہ ہے خوشی سے گزار۔

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش		کہ ہر چہ ساقی ما ریخت عین الطاف است

با درد بساز تا دوائے یابی بیباش بوقت بینوائی شاکر	۱۰	از درد منال تا شفائے یابی تا عاقبت الامر نوائے یابی

درد کے ساتھ موافقت پیدا کر۔ تاکہ تجھے دوا ملے۔ درد کی حالت میں گریہ و زاری نہ کر تاکہ تجھے شفا ملے۔ بے سر و سامانی کے وقت شاکر رہ۔ تاکہ تو آخر کار با سر و سامان ہو جائے۔

گر شوی قانع در رزق تو وا خواہد شدن		بر شکم سنگے کہ بندی آسیا خواہد شدن

(مخلص کاشی)

شراب

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

(غالبؔ)

مشرقی شاعری کا بہت سا حصہ شراب کی تعریف کیلئے وقف رہا ہے۔ کوئی ایسا شاعر نظر نہیں آتا۔ جس نے اپنے کلام کو بادۂ لعل سے رنگین نہ کیا ہو۔ ادبیاتِ مشرق اخلاق کے متعلق ہوں یا حُسن و عشق کے متعلق۔ حقیقت و معرفت کی گفتگو ہو۔ یا شریعت و طریقت کی۔ رزمیہ نظم ہو یا بزمیہ۔ طبعیات ہوں یا الٰہیات۔ کوئی ایسا مضمون نہیں جس میں شراب کا ذکر نہ ہو۔ آپ اسے شرابِ محبت سمجھیں یا بادۂ معرفت۔ شرابِ طہور سمجھیں یا مئے انگور۔ اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ کوئی کتنا ہی متقی اور پرہیز گار کیوں نہ ہو۔ اگر سخن سنج ہے تو بادہ پرست بھی ضرور ہوگا۔

حکیم صاحب کی رُباعیات کی ایک کثیر تعداد بھی ایسی ہے جن میں سوائے بادہ پرستی کے اور کچھ نہیں۔ فرماتے ہیں۔

مے قوتِ جسم و قوتِ جان است مرا دیگر طلبِ دنیا و عقبیٰ نہ کنم	۱	مے کاشفِ اسرارِ نہان است مرا یکجرعہ بہ از ہر دو جہان است مرا

شراب میرے جسم کی قوت اور میری جان کی غذا ہے۔

شراب میرے لئے تمام پوشیدہ بھیدوں کو کھولنے والی ہے شراب کے ہوتے ہیں دنیا اور عاقبت کی طلب نہیں کرتا۔ شراب کا ایک گھونٹ میرے لئے دونوں جہانوں سے اچھا ہے

چوں فوت شوم بباده شوئید مرا خواہید کہ روز حشر یابید مرا	۲	تلقین ز شراب و جام گوئید مرا از خاک در میکده جوئید مرا

جب میں مرجاؤں تو شراب سے مجھے غسل دو۔ میری تلقین شراب اور پیالے سے کرو۔ اگر قیامت کے دن مجھے ڈھونڈھنا چاہو۔ تو شراب خانے کے دروازے کی مٹی میں مجھے ڈھونڈو۔

قرآں کہ مہیں کلام خوانند او را در خط پیالہ آیتے روشن است	۳	گہ گاہ نہ بر دوام خوانند او را کاندر ہمہ جا مدام خوانند او را

قرآن جسے تمام کلاموں سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اسے کبھی کبھی پڑھتے ہیں نہ کہ ہر وقت۔ پیالے کے خط میں ایسی روشن آیت (نشانی) ہے کہ اُسے ہر مقام پر ہر وقت پڑھتے رہتے ہیں۔
مدام ۱؎ شراب ۲؎ ہمیشہ۔ یہاں دونوں معنوں سے مراد ہے۔ ۱؎ اسے ہر وقت پڑھتے ہیں یا ۲؎ اسے ہر جگہ مدام کہتے ہیں۔

روزیکہ بدست برنہم جام شراب صد معجزه پیدا کنم اندر ہر باب	۴	از غایت خرمی شوم مست خراب این طبع چو آتش است و نظم ہمہ آب

جس دن میں جام شراب ہاتھ میں لیتا ہوں۔ نہایت خوشی کی وجہ سے بدمست ہو جاتا ہوں۔ اور ہر مضمون میں اعجاز پیدا کرنا

ہوں - میری طبیعت آگ کی مانند ہے اور میرا کلام پانی کی طرح -
سخن ہائے چو آب - روانی کلام سے مراد ہے -

ما ئیم و مئے و مطرب و ایں کنج خراب سر در سرِ می گردد و می بر سرِ ما	۵	جان و دل و دین و عقل مرہون شراب بنیادِ نہاد خانہ مانند حباب

ہم ہیں اور شراب و مطرب ہے اور کنج خرابات - جان - دل - دین اور عقل کو رہن شراب کر دیا ہے - ہمارا سر شراب کے خیال میں ہوتا ہے اور شراب ہمارے سر پہ سوار ہوتی ہے - دنیا کی بنیاد حباب کی مانند (ناپائدار) ہے -

می گرچہ بشرع زشت نام است خوش است تلخ است و حرام است خوشم می آید	۶	چوں از کفِ شاہدی غلام است خوش است دیری ست کہ تا ہرچہ حرام است خوش است

شراب اگرچہ شریعت کی رو سے بُری ہے - مگر مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے اور اگر کسی معشوق کے ہاتھ سے ملے تو اور بھی اچھی معلوم ہوتی ہے - شراب تلخ بھی ہے اور حرام بھی لیکن مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے - مدت ہوئی کہ حرام چیزیں مجھے اچھی معلوم ہوتی ہیں -

آں تلخ وش کہ صوفی ام الخبائثش خواند

اشہی لنا و احلیٰ من قبلۃ العذارا

معشوق کے ہاتھ سے لے کر شراب پینے کا اور ہی مزا ہے - سید اکبر حسین فرماتے ہیں -

اپنے ہاتھوں سے جو دو بھر کے انھیں جام شراب اور سوا اس کے وہ اک شخص ہیں معقول پسند	شیخ صاحب کو ذرا عذر بھی واللہ نہ ہو غالباً جاڑوں میں یوں بھی انھیں اکراہ نہ ہو

می نوش کہ عمر جاودانی این است ہنگام گل است و مل و یاران سرمست	۷	خود خاصیت دور جوانی این است خوش باش دمی کہ زندگانی این است

شراب پی کہ حیاتِ جاوداں یہی ہے۔ دورِ جوانی کی خاصیت بس یہی ہے۔ بہار کا موسم ہے۔ شراب کے دن ہیں۔ اور دوست بدمست ہیں۔ یہ تھوڑا سا وقت خوشی سے گزار لے۔ کہ زندگانی یہی ہے۔

اعجاز بادہ بیں کہ مسیحا بصد نیاز		تعلیم قم قم از لب مینا گرفتہ است

یہ رباعی دیوان حافظ میں بھی موجود ہے۔ (۱)

از بزم خرد عقل دلیل سرہ گفت گر نا اہلی گفت کہ می ناسرہ است	۸	از روم و عرب یمنہ و یسرہ گفت من چون شنوم چونکہ خدایش سرہ گفت

بزمِ خرد میں عقل نے عجیب عجیب دلیلیں بیان کیں۔ روم و عرب اور یمین و یسار کے متعلق باتیں کیں۔ اگر کوئی نا اہل یہ کہے کہ شراب ناسرہ ہے تو میں کیونکر مانوں کہ خدا نے خود شراب کو سرہ کہا ہے۔

ناسرہ۔ ناخالص و سخن بد۔ **سرہ**۔ خالص۔

قرآن کریم میں ہے (انما الخمر والمیسر و الانصاب رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون) یعنی شراب، جوا، اور بتوں کے تھان اور پانسے پلید ہیں اور شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچو تاکہ تم مراد کو پہنچو۔ حکیم صاحب نے لفظ میسر کو یسرہ بنا کر سرہ کر دیا۔ (مے۔ شراب)

(۱) دیکھو دیوان حافظ نولکشوری۔

اور سرہ ۔ خالص ۔) یا (فیھما اثم کبیر و منافع للناس)
سے نتیجہ نکالا ہوگا ۔

۹

امروز کہ نوبت جوانی من است
می نوشم از آنکہ کامرانی من است
عیبش مکنید اگرچہ تلخست خوش است
تلخست از آنکہ زندگانی من است

آج کہ میری جوانی کا وقت ہے ۔ شراب پیتا ہوں ۔ کہ یہی میری کامیابی ہے ۔ شراب کو بُرا نہ کہو ۔ اگرچہ شراب تلخ ہے لیکن مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے ۔ شراب اس لئے تلخ ہے کہ وہ میری زندگانی ہے ۔

حکیم صاحب کہتے ہیں کہ شراب اس لئے تلخ ہے ۔ کہ میری زندگانی ہے ۔ کیونکہ میری زندگانی ہمیشہ تلخ رہی ہے ۔

۱۰

سیر دو جہاں از قدح مستان است
خورشید ازل جام مئے تابان است
این نکتہ کہ در جان جہاں پنہان است
در شیشۂ مے اگر بدانی آن است

مستوں کے جام شراب میں دونوں جہانوں کی سیر ہے ۔ خورشید ازل شراب رنگین کے پیالے کا نام ہے ۔ یہ نکتہ کہ جان میں جہاں پوشیدہ ہے ۔ صراحی شراب کے دیکھنے سے حل ہوتا ہے ۔

۱۱

ساقی بحیات چون کسی رہبر نیست
وار پیر بود بہ زمئے و ساغر نیست
مے ہمدم ماست زانکہ چون گرمی مے
در آب حیات و چشمۂ کوثر نیست

اے ساقی! جب کوئی شخص بھی زندگی کی طرف رہنمائی نہیں کرسکتا ۔ تو پھر اگر کوئی پیر ہے تو وہ شراب اور جام شراب ہے

بہتر نہیں ہے - شراب ہماری ہمدم ہے کیونکہ شراب کی گرمی آبِ حیات اور جو من کوثر میں نہیں ہے -

ایساقی ازاں مے کہ دل و دین من است گر ہست شراب خوردن آئین کسے	۱۲	پر کن قدحے کہ جان شیرین من است معشوقہ بجام خوردن آئین من است

اے ساقی اوس شراب سے جو بمنزلۂ میرے دل و دین کے ہے ایک پیالہ بھر دے کیونکہ شراب بمنزلۂ میری جانِ شیریں کے ہے - اگر لوگ شراب پیتے ہیں - تو میں جام شراب سے معشوق پیتا ہوں -

یعنی جام شراب کے ذریعے معشوق کی محبت دل میں پیدا کرتا ہوں -

قرآن کریم میں ہے (واشربوا فی قلوبھم العجل بکفرھم) یعنی پلائی گئی بیچ اون کے دلوں کے محبت بچھڑے کی بسبب اون کے کفر کے - مطلب یہ کہ اون کے دلوں میں بچھڑے کی محبت رچ گئی -

کہتے ہیں کہ ایک روز قوال نے یہ رباعی گا کر سنائی تو شیخ عبدالعزیز دہلوی قدس اللہ سرہٗ کو اس کے سننے سے ایسا وجد و ذوق ہوا - کہ متصل تین روز نہ کچھ کھایا اور نہ پیا اور وجد میں رہے - تیسرے روز اسی غلبۂ شوق میں جان دیدی - (۱)

ساقی مئے کہنہ یار دیرین من است گویند کہ بادہ خوار را دینے نیست	۱۳	با دختر رز عیش نہ آئین من است من بادہ خورم کہ بادہ خود دین من است

اے ساقی پرانی شراب میری قدیمی دوست ہے - بغیر

(۱) دیکھو ماثر الکرام آزاد بلگرامی صفحہ (۷۰) در -

شراب سے کے زندگی بسر کرنا میرا طریقہ نہیں ۔ لوگ کہتے ہیں کہ شراب پینے والے کا کوئی مذہب نہیں ۔ میں شراب پیتا ہوں کہ شراب ہی میرا مذہب ہے ۔

دختر رز ۔ دختر انگور ۔ یعنی شراب ۔ مولانا اکبر الہ آبادی فرماتے ہیں۔

اس کی بیٹی نے اٹھا رکھی ہے دنیا سر پر	خیر گزری ہے کہ انگور کے بیٹا نہ ہوا

عیش ۔ زندگی بسر کرنا ۔

می بخورم و مخالفان از چپ و راست	۱۴	گویند مخور باده که دین را اعداست
چوں دانستم که می عدوی دین است		والله بخورم خون عدو را که رواست

میں شراب پیتا ہوں اور مخالف ادھر ادھر سے کہتے ہیں کہ شراب نہ پیو ۔ کہ یہ دین کی دشمنی ہے ۔ پس جب مجھے معلوم ہو گیا کہ شراب دین کی دشمن ہے ۔ تو پھر میں ضرور شراب پیوں گا۔ کیونکہ دشمن کا خون پینا روا ہے ۔

اعدا ۔ جمع عدو ۔ سے دشمنی کردن ۔

ای وای بر آں دل که در و سوز نیست	۱۵	سودا زدۂ مهر دل افروزی نیست
روزی که تو بی باده بسر خواهی برد		ضائع تر از آں روز ترا روزی نیست

افسوس ہے اوس دل پر جس میں سوز و گداز نہیں ۔ اور جو کسی معشوق کی محبت میں مجنون نہیں ۔ وہ دن جو تو شراب کے بغیر گزارے اوس دن سے زیادہ بیکار اور کوئی دن نہیں۔

کو مطرب و می تا بدهم داد صبوح	۱۶	خوش وقت کسے که او کند یاد صبوح
ما را بجهان سے چنیں میباید خوش		سرتی دعا شقی و فریاد صبوح

شراب اور مطرب کہاں ہیں کہ میں شراب صبح کی داد دوں - وہ آدمی بڑا خوش نصیب ہے جو شراب صبح کی یاد تازہ رکھے - ہم کو دنیا میں یہ تین چیزیں چاہئیں - بدمستی اور عاشقی اور شراب صبح کا شور و غوغا -

خورشید کمند صبح بر بام افگند	۱۷	کیخسرو روز بادہ در جام افگند
می خور کہ منادیِ سحر گہ خیزاں		آوازہ زِ شتر تو در ایام افگند

آفتاب نے صبح کی کمند بام پر پھینکی ہے - دن کے کیخسرو نے شراب پیالے میں ڈالی ہے - شراب پی چونکہ سحر خیزوں کی منادی نے تیرے راز کو دنیا میں فاش کر دیا ہے -

یعنی سحر خیزوں نے تیری صبوحی کا راز فاش کر دیا ہے - اب شراب ایہو د سے کیا فائدہ - علانیہ شراب پیو -

امشب مے جام یکمنی خواہم کرد	۱۸	خود را بدو جام مے غنی خواہم کرد
اوّل سہ طلاق عقل و دیں خواہم گفت		پس دختر رز را بزنی خواہم کرد

آج رات کو جام یک منی سے شراب پیوں گا - ایک دو پیالے پی کر اپنے آپ کو غنی کر دوں گا - پہلے عقل اور دین کو طلاق دوں گا - اور پھر دختر رز سے شادی کروں گا -

دختر رز - شراب -

چوں مردہ شوم خاک مرا گم سازند	۱۹	و احوال مرا عبرتِ مردم سازند
پس خاک گلم بہ بادہ آغشتہ کنند		و از کالبدم خشت سرِ خم سازند

جب میں مر جاؤں تو چاہئے کہ لوگ میری مٹی کو گم کر دیں -

تا کہ لوگوں کو میرے حال سے عبرت ہو۔ بعد ازاں میری خاک کو شراب سے گوندھ کر میرے جسم سے خم مئے کا سرپوش بنائیں۔

بعدِ مُردن اگر از قالبِ من خشت زنند		آیم و باز شوم خشت و برِ مے خانہ

(ہلالی)

وقتیکہ طلوع صبح ازرق باشد گویند کہ حق تلخ بود در ہمہ حال	۲۰	باید بکفت جام مروّق باشد باید بہمہ حال کہ مے حق باشد

جب وقت صبح نیلگوں کا طلوع ہو۔ چاہئے کہ تیرے ہاتھ میں صاف کی ہوئی شراب کا پیالہ ہو۔ لوگ کہتے ہیں کہ حق ہر حالت میں تلخ ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب (جو کہ تلخ ہے) بہرحال حق ہے۔

ازرق۔ نیلگون۔ کبود۔ آب صاف۔ صبح کے وقت مطلع نیلگوں ہوتا ہے اس لئے صبح ازرق کہا ہے۔ مروّق۔ صاف کردہ شدہ و مصفّا۔ و شراب پالودہ کہ اصلا در آن غش نہ باشد (غیاث اللغات)

یاراں چو باتفاق میعاد کنید ساقی چو مئے مغانہ درکف گیرد	۲۱	خود را بجمال یکدگر شاد کنید بیچارہ فلاں را بدعا یاد کنید

اے دوستو! جب حسب وعدہ ایک جگہہ اکٹھے ہو۔ اور اپنے آپ کو ایک دوسرے کے دیدار سے خوش کرو۔ اُسوقت جب ساقی شراب مغانہ کا پیالہ ہاتھ میں لے تو فلاں بیچارہ (یعنی مجھ) کو دعا سے یاد کرو۔

میعاد۔ بہ یک دیگر وعدہ کردن۔ جائے وعدہ کردن۔ وقت وعدہ کردن۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی		بیاد آر حریفان بادہ پیما را
ایزد بہ بہشت وعدہ با ما می کرد خمرہ بعرب اشتر شخصے پے کرد	۲۲	پس در دو جہاں حرام می راکی کرد پیغمبر ما حرام می بر وے کرد

خدا نے ہمیں بہشت میں شراب دینے کا وعدہ کیا ہے۔
پس یہ کیونکہ ممکن ہوسکتا ہے کہ شراب اس دنیا میں یا اوس دنیا میں حرام ہو بات یہ ہے کہ خمرہ نے عرب میں ایک شخص کے اونٹ کے پاؤں کاٹ ڈالے۔ سزا کے طور پر ہمارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس پر شراب حرام کر دی۔

پے کردن۔ پاؤں کی رگوں کو کاٹ ڈالنا۔

بازی بازی باریش بابا ہم بازی۔

ای ہمنفساں مرا بمی قوت کنند چوں فوت شوم بمی بشوئید مرا	۲۳	وین چہرہ کہربا چو یاقوت کنند واز چوب رزم تختہ تابوت کنند

میرے دوستوں کو چاہئے کہ مجھے شراب کی غذا دیں۔
اور کہربا جیسے (زرد) چہرے کو یاقوت کی طرح (سرخ) کر دیں۔
جب میں مر جاؤں تو مجھے شراب سے غسل دیں اور انگور کی لکڑی سے میرا تابوت بنائیں۔

بہ ایوان غفراں کسے بردہ پے دیانت نگذرد یا نیست پاک ازیں چوب با خود کلیدے ببر		گر خشت لحد ساخت از لائے مے اگر نیست مسواک از چوب تاک کہ در گور بکشاید از خلد در

(ظہوری)

۲۴

یک جام ہزار مرد با دین ارزد
در روئے زمین چیست ز بادہ خوشتر
یک جرعۂ مے مملکت چین ارزد
تلخے کہ ہزار جان شیریں ارزد

شراب کا ایک پیالہ قیمت میں ہزار دیندار آدمیوں کے برابر ہے۔ شراب کا ایک گھونٹ چین کی سلطنت کے برابر ہے۔ روئے زمین پر شراب سے بہتر اور کونسی چیز ہے۔ شراب تلخ ایسی چیز ہے کہ ہزار جان شیریں سے زیادہ شیریں ہے۔

۲۵

در میکدہ جز بمے وضو نتواں کرد
خوش باش کہ ایں پردۂ مستوری ما
واں نام کہ زشت شد نکو نتواں کرد
بدرید چناں شد کہ رفو نتواں کرد

شراب خانہ میں صرف شراب سے وضو کرنا چاہئے۔ جب ایک دفعہ بدنام ہو گئے تو پھر نیک نام ہونا مشکل ہے۔ خوش رہ کیونکہ ہماری مستوری کا پردہ ایسا نہیں پھٹا کہ پھر رفو ہو سکے۔

۲۶

در وقت اجل چو کارم آمادہ کنند
در خاک لحد چو خشت خواہند نہاد
در بستر خاکم ز رنخ سادہ کنند
زنہار کہ آب و گلش از بادہ کنند

موت کے وقت جب میری تجہیز و تکفین کریں گے اور بستر خاک پر مجھے لایعنی بنا کر رکھ دیں گے۔ لحد میں جو اینٹ رکھیں گے چاہئے کہ اوس کو شراب سے گوندھ کر بنائیں۔

زنخ سادہ۔ بیکار۔ لایعنی۔

۲۷

از مے طرب نشاط و مردی خیزد
رو بادہ بخور کہ سرخرو خواہی ماند
در جمع کتب خشکی و سردی خیزد
از خوردن سبزہ روئے زردی خیزد

شراب سے خوشی نشاط اور مردی پیدا ہوتی ہے۔ کتابیں جمع کرنے سے خشکی اور سردی پیدا ہوتی ہے۔ شراب پی تاکہ تیرا چہرہ سرخ ہو۔ بنگ پینے سے چہرہ زرد ہوتا ہے۔
سبزہ۔ بنگ۔

بیمارم و تپ در استخوانم دارد دیں طرفہ نگر کہ ہرچہ در بیماری	۲۸	ناخوردن می قصد بجانم دارد جز بادہ خورم ہمہ زیانم دارد

میں بیمار ہوں اور تپ ہڈیوں میں سرایت کر گیا ہے۔ شراب نہ پینے سے جان کا خطرہ ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ بیماری کی حالت میں سوائے شراب کے باقی تمام چیزیں مجھے نقصان دیتی ہیں۔

برروئے نکو و لب جو و مل و درد تا بودہ ام و باشم و خواہم بودن	۲۹	تا بتوانم عیش و طرب خواہم کرد می خوردہ ام و می خورم و خواہم خورد

معشوق ہو۔ لب جوئے ہو۔ شراب ہو اور پھول۔ جہاں تک ہو سکے گا ان چیزوں کے ساتھ عیش و عشرت کروں گا جب سے ہوں۔ اب بھی۔ اور جب تک ہوں گا۔ شراب پیتا رہا ہوں۔ پیتا ہوں اور رہوں گا۔

در سر ہوس بتان چو حورم باد گویند کساں مرا خدا توبہ دہاد	۳۰	بر دست ہمیشہ آب انگورم باد او خود ندہد من نکنم دورم باد

خدا کرے کہ میرے دل میں بتان حوری نژاد کی محبت قائم رہے۔ اور ہمیشہ میرے ہاتھ میں شراب کا پیالہ رہے۔ لوگ

کہتے ہیں کہ خدا تجھے توبہ کی توفیق دے ۔ خدا توبہ کی توفیق نہیں دیتا میں خود توبہ کرتا نہیں ۔ خدا کرے توبہ مجھ سے دور ہی رہے ۔

توبہ مکن از مے اگرت می باشد گل جامہ دران و بلبلان نعرہ زناں	۳۱	صد تائب با دغا در پے باشد در وقت چنین توبہ روا کے باشد

اگر تیرے پاس شراب ہے تو پھر شراب سے توبہ نہ کر کیونکہ پھر کئی ریاکار زاہد تیرے ساتھ ہو جائیں گے ۔ پھول کھلے ہیں اور بلبلیں چہچہا رہی ہیں ۔ ایسے وقت میں توبہ کب جائز ہے ۔

حاشا کہ من بموسم گل ترک مے کنم		من لاف عقل میزنم ایں کار کے کنم

تا یار شراب جانفزایم ندہد گویند کہ توبہ کن اگر وقت آید	۳۲	صد بوسہ فلک بر سر و پایم ندہد چوں توبہ کنم اگر خدایم ندہد

جب تک دوست مجھے شراب جاں فزا نہ دے ۔ آسمان کب میرے سر و پا کو بوسہ دے گا ۔ لوگ کہتے ہیں کہ جب وقت آئے تو توبہ کر لو ۔ میں توبہ کس طرح کروں جب خدا توبہ کی توفیق ہی نہیں دیتا

تا زہرہ و مہ بر آسمان اند پدید من در عجبم ز می فروشاں کایشاں	۳۳	بہتر ز مے لعل کسی ہیچ ندید بہ زانکہ فروشند چہ خواہند خرید

جب سے اور جب تک زہرہ اور چاند آسمان پر ظاہر ہیں شراب سرخ سے بہتر چیز کسی نے کچھ نہیں دیکھی ۔ پھر میں حیران ہوں کہ شراب فروش شراب بیچ کر شراب سے بہتر کون سی چیز لیں گے ۔

گل نغمتیست ہدیہ فرستادہ از بہشت		مردم کریم تر شود اندر نعیم گل

اے گل فروش گل چہ فروشی برائے سیم		وازگل عزیز تر چہ ستانی بہ سیم گل

(کسائی)

ممکن ہے اس جگہہ بھی گل کے بجائے گُل ہو - واللہ اعلم -

حیی کہ بقدرت سر و رو می سازد گویند قرابہ گر مسلماں نبود	۳۴	پیوستہ ہمہ کار عدو می سازد آں را تو ثنا گو کہ کدو می سازد

وہ حیّ و قیوم جو اپنی قدرت سے انسان کو پیدا کرتا ہے ہمیشہ دشمنوں کی کارسازی کرتا ہے - لوگ کہتے ہیں کہ جام شراب بنانے والا مسلمان نہیں ہوتا - تو اوس خدا کی تعریف کر جو کدو بناتا ہے -

کدو - صراحی سے مئے کا کام دیتا ہے - مطلب یہ کہ جب خدا خود کدو بناتا ہے جو صراحی سے مئے کے کام آتا ہے تو پھر شراب کے پیالے بنانے والے کس طرح مسلمان نہ ہوئے -

گر یار من اند ترک طامات کنند چوں در گذرم خاک مرا خشت کنند	۳۵	غمہای مرا بے مکافات کنند در رخنۂ دیوار خرابات کنند

اگر لوگ میرے خیر خواہ ہیں تو چاہیئے کہ فضول باتوں کو چھوڑ دیں - میرے غم کا شراب سے تدارک کریں - اور جب میں مرجاؤں تو میری مٹی سے اینٹ بنا کر شراب خانے کی دیوار کے رخنہ میں لگائیں -

طامات - صوفیوں کی لاف و گزاف در بارۂ کشف و کرامات ہرزہ گوئی -

گر بادہ بکوہ بر زنی رقص کند از بادہ مرا توبہ چہ می فرمائی	۳۶	ناقص بود آنکہ بادہ را نقص کند روحیست کہ او تربیت شخص کند

اگر شراب پہاڑ پر ڈالو تو پہاڑ ناچنے لگے گا۔ جو شخص شراب میں نقص بیان کرے وہ خود ناقص ہے۔ مجھے کیوں کہتے ہو کہ شراب سے توبہ کرلے۔ شراب ایک روح ہے جو جسم کی تربیت کرتی ہے۔

آنگہ کہ نہال عمر برکندہ شود ورزانکہ صراحی بکنند از گل ما	۳۷	و اجرام ز یکدگر پراگندہ شود حالے کہ پر از بادہ کنی زندہ شود

جب عمر کا درخت گر جائے گا۔ اور جسم کے عناصر پراگندہ ہو جائیں گے۔ اوس وقت اگر لوگ میری مٹی سے صراحی بنا کر اوس میں شراب ڈالیں تو وہ زندہ ہو جائے گی۔

گویا شراب آب حیات ہے کہ مٹی پر ڈالو تو زندہ ہو جائے۔

اسرار ازل بادہ پرستان دانند گر چشم تو حال من نداند چہ عجب	۳۸	قدر مے و جام تنگدستان دانند شک نیست کہ حال مست مستان دانند

اسرار ازل کو صرف بادہ پرست جانتے ہیں۔ شراب اور جام شراب کی قدر کو صرف تنگدست لوگ جانتے ہیں۔ اگر تیری آنکھیں میری حالت کو نہ دیکھ سکیں تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کیوں کہ مستوں کا حال صرف مست لوگ جانتے ہیں۔

سچ ہے ولی را ولی می شناسد۔

جاناں می صاف وقت گل خوش میخور می خون رزاست رز ترا می گوید	۳۹	بر یاد بتاں نغز و دلکش می خور خوں بر تو حلال کردہ ام خوش میخور

اے جاناں! موسم بہار میں شراب صاف پی۔ بتانِ ماہ لقا اور شاہدان دل ربا کی یاد میں شراب پی۔ شراب انگور کا خون ہے۔ اور انگور زبان حال سے تجھے کہہ رہی ہے۔ کہ میں نے اپنا خون تجھے معاف کیا۔ خوب پی۔

کردیم دگر شیوۂ رندی آغاز ہر جا کہ پیالہ است مارا بینی	۴۰	تکبیر ہمی زدیم بر پنج نماز گردن چو صراحی سوئے او کردہ دراز

ہم نے پھر رندی کا شیوہ اختیار کر لیا ہے۔ نماز پر نماز جنازہ پڑھ دی ہے (یعنی ترک کر دی ہے۔) جس جگہ پیالہ ہوگا۔ تو دیکھے گا کہ ہم نے صراحی کی طرح اوس کی طرف گردن جھکائی ہوئی ہے

تکبیر زدن۔ نماز جنازہ پڑھنا۔ ترک کر دینا۔

با روئے نکو شراب روشن درکش با سادہ رخی نشین و بگذر از خویش	۴۱	با دوست دلا ز جفائے دشمن درکش پیراہن کبر و ہستی از تن درکش

کسی معشوق کے ساتھ شراب صاف پی۔ دوست کے ساتھ ہو کر دشمن کے ظلم سے بے پرواہ ہو جا۔ کسی خوب رو کے ساتھ بیٹھ اور خودی کو دور کر دے۔ کبر اور ہستی کے جامے کو اُتار ڈال۔

تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ یہ رُباعی دیوان حافظ میں بھی موجود ہے (۱)۔

(۱) دیکھو دیوان حافظ نول کشوری۔ ۱۲۔

می خوردن من نہ از برائے طرب است خواہم کہ بہ بیخودی برآرم نفسے	۴۲	نے بہر فساد و ترک دین و ادب است می خوردن و مست بودنم زین سبب است

میں شراب عیش و طرب کے لئے نہیں پیتا - اور نہ فساد یا ترک دین و ادب کے لئے پیتا ہوں - میں چاہتا ہوں کہ کچھ وقت بیخودی سے گزار لوں - میرا شراب پینا اور مست رہنا اس سبب سے ہے -

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو		یک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہئے

(غالب)

زین کاسہ کہ من بے تو بلب می آرم چشم سیہ تو روز من کرد سیاہ		نے از پئے شادی و طرب می آرم روز سیہ خویش بہ شب می آرم

(جامی)

بگذار دلا وسوسۂ عقل معاش در بزم قلندران معنی بنشین	۴۳	از ہستیٔ خویشتن ببر چون اوباش آزادہ شو و شراب نوش و خوش باش

اے دل، دنیاوی عقل کے وسوسے چھوڑ دے - اپنی ہستی سے رندوں کی طرح قطع تعلق کرلے - قلندران معنی کی مجلس میں بیٹھ آزاد ہوجا - شراب پی اور خوش رہ -

آن می کہ خضر خجستہ دارد پاسش من قوت دل و قوت روحش خوانم	۴۴	او آب حیات است و منم الیاسش چون گفت خدا منافع للناسش

وہ شراب جس کی عزت خضر خجستہ قدم بھی کرتا ہے - وہ آب حیات ہے اور میں اس کا الیاس - میں شراب کو دل کی

قوت اور روح کی غذا کہتا ہوں ۔ کیونکہ خدا نے خود اس کے حق میں "مَنَافِعُ لِلنَّاسِ" کہا ہے ۔

الیاس ۔ ایک پیغمبر کا نام ہے جو حضرت خضر علیہ السّلام کے بھائی تھے ۔ دونوں بھائیوں نے آب حیات پی کر حیات جاودانی حاصل کی ۔ خدمت برّی حضرت خضر علیہ السّلام اور خدمت بحری حضرت الیاس علیہ السّلام کے سپرد ہے ۔

منافع للناس ۔ قرآن کریم میں شراب اور جوئے کے متعلق ہے (فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ) حکیم نے "اِثْمٌ کَبِیر" سے چشم پوشی کرکے "مَنَافِعُ لِلنَّاسِ" سے استدلال کیا ہے ۔

تا دیگ بقای من بود اندر جوش ای کوزہ گر اگر از گلم کوزہ کنی	۴۵	در کاسۂ خوشدلی کنم دُرد نوش آں کوزہ بجز بمی فروشاں مفروش

جب تک میری زندگی کی دیگ جوش میں ہے ۔ اُس وقت تک میں خوش دلی کے پیالہ میں دُرد نوشی کرتا رہوں گا ۔ اے کوزہ بنانے والے ! اگر میری مٹی سے تو کوزہ بنائے تو اس کو صرف شراب فروشوں کے ہاتھ بیچنا ۔

گر صلح نمایم ز فلک جنگ اینک جام مئے لعل ارغوان رنگ اینک	۴۶	ور نام نکو نباشدم ننگ اینک آنکس کہ نمی خورد بمعروسنگ اینک

اگر آسمان مجھ سے صلح نہیں کرتا تو میں جنگ کے لئے بھی تیار بیٹھا ہوں ۔ اگر نام نیک نہیں ہے تو چلو بدنامی ہی سہی ۔ شراب ارغوانی کا پیالہ موجود ہے ۔ جو شخص نہیں پیتا ۔ اس کے

سر کے لئے پتھر حاضر ہے۔

می بر کفِ من نہ و برآور غلغل بے نغمہ اگر روا بدی می خوردن	۴۷	با نعرۂ عندلیب و صوتِ بلبل چہ بر سرِ شیشہ ہا نہ کردے قلقل

شراب کا پیالہ میرے ہاتھ میں دے۔ اور نغمہ و سرود شروع کر۔ نعرۂ بلبل اور صوت عندلیب کا ہم آواز ہوجا۔ اگر بغیر نغمہ کے شراب پینا جائز ہوتا۔ تو صراحی کے منہ میں شراب قلقل کیوں کہتی۔

قلقل۔ وہ آواز جو صراحی سے شراب نکلتے وقت پیدا ہوتی ہے۔ قل قل بمعنے بگو۔ بگو۔ یہاں دونوں معنی سے مُراد ہے۔

ایدل مشنو نصیحت اہلِ حیل گر راحتِ جان و قوتِ روحت باید	۴۸	کز بادۂ ناب عقل و دین راست خلل می نوش ببوستان بہ گلبانگ غزل

اے دل حیلہ گر لوگوں کی نصیحت نہ سُن۔ جو یہ کہتے ہیں کہ شراب خالص عقل و دین میں خلل اندازی کرتی ہے۔ اگر تجھے جان کی خوشی اور روح کی غذا چاہئے۔ تو باغ میں جاکر شراب پی اور غزلیں سُن۔

گلبانگ۔ آواز قلندراں و شاطراں۔ شور مردم بوقت شادی آواز بلبل۔ آواز خوش۔ (غیاث اللغات)

گفتم کہ دگر بادۂ گلگوں نخورم پیرِ خردم گفت بجد مست گوئی؟	۴۹	می خونِ رز است و من دگر خوں نخورم گفتم کہ مزاح میکنم چوں نخورم

میں نے کہا کہ میں اب شراب سرخ نہیں پیوں گا۔ شراب انگور کا خون ہے۔ میں اب خون نہیں پیوں گا۔ عقل کے پیر نے مجھ سے

سوال کیا کہ کیا تو سچ مچ یہ بات کہتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ مزاح کرتا ہوں۔ میں شراب کس طرح چھوڑ سکتا ہوں۔

میلم بشراب ناب باشد دائم گر خاک مرا کوزہ گراں کوزہ کنند	۵۰	گوشم بہ نے و رباب باشد دائم آں کوزہ پر از شراب باشد دائم

میری رغبت ہمیشہ شراب خالص کی طرف رہتی ہے۔ میرے کان ہمیشہ نے اور رباب کی آواز پر لگے رہتے ہیں۔ اگر میری مٹی سے کوزہ گر کوزہ بنائیں گے۔ تو وہ کوزہ ہمیشہ شراب سے بھرا رہے گا۔

دنیا چو فناست من بجز فن نہ کنم گویند خدا ترا زمے توبہ دہد	۵۱	جز یاد نشاط و مئے روشن نہ کنم او خود ندہد وگر دہد من نہ کنم

دنیا چونکہ فانی ہے۔ اس لئے میں بھی داؤں پیچ سے گزارہ کروں گا۔ سوائے عیش و عشرت اور شراب صاف کے اور کسی چیز کو یاد نہیں کرونگا۔ لوگ کہتے ہیں کہ خدا تجھے توبہ کی توفیق دے۔ خدا خود ہی ایسی توفیق نہیں دیتا۔ اور اگر دے بھی تو میں توبہ نہیں کرونگا۔ شاباش!

دیگر غم ایں گردش گردوں نخورم مے خون جہانست و جہان خونی ما	۵۲	جز بادۂ صاف و مئے گلگوں نخورم من خون دل خونی خود چوں نخورم

اب میں گردش گردوں کا غم نہیں کروں گا۔ صرف شراب صاف اور مئے گل رنگ ہی پیوں گا۔ شراب جہان کا خون ہے اور جہاں ہمارا خونی (دشمن) ہے۔ میں اپنے دشمن کے

دل کا خون کیوں نہ پیوں۔

در پائے اجل چوں سر افگندہ شوم	۵۳	واز بیخ امید عمر پرکندہ شوم
زنہار گلم بجز صراحی نہ کنند		باشد کہ ز بادہ پُر شود زندہ شوم

موت کے پاؤں میں جب میں سرنگوں ہو کر پڑوں گا اور اُمید عمر کی بیخ کنی ہو جائے گی۔ میری مٹی سے سوائے صراحی کے اور کچھ نہ بنانا۔ شاید کہ اس میں کوئی شراب ڈالے تو میں زندہ ہو جاؤں۔

از بادہ شود تکبر از سر ہا کم	۵۴	واز بادہ شود کشادہ بند محکم
ابلیس اگر ز بادہ خوردی یکدم		کردی دو ہزار سجدہ پیش آدم

شراب سر سے تکبر کو نکال دیتی ہے۔ اور شراب سے مضبوط بند کھل جاتے ہیں۔ اگر شیطان ایک گھونٹ شراب پی لیتا۔ تو حضرت آدم (علیہ السّلام) کے آگے ایک چھوڑ ہزار سجدے کر دیتا۔

شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ تکبر کی وجہ سے نہیں کیا تھا۔ (اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ)

برخیز و بیا کہ چنگ بر چنگ زنیم	۵۵	می بار خوریم و نام بر ننگ زنیم
چوں بادہ خوریم در خرابات خوریم		واین شیشۂ نام و ننگ بر سنگ زنیم

اُٹھ اور آ کہ چنگ بجائیں۔ شراب پئیں۔ اور نیک نامی کو بدنامی پر قربان کر دیں۔ جب شراب پئیں شرابخانہ

میں ہی پئیں ۔ نام و ناموس کے شیشے کو پتھر پر پھینک کر توڑ ڈالیں ۔
چنگ ۔ ۱ پنجہ ۔ ۲ ساز معروف ۔

در دامن یار بیوفا چنگ زنیم سجادہ بیک پیالۂ می بفروشیم	۵۶	می نوش کنیم و نام بر ننگ زنیم ناموس بہم دہیم و بر سنگ زنیم

یار بے وفا کے دامن کو مضبوط پکڑ لیں ۔ شراب پئیں ۔ اور ننگ نامی کو بدنامی پر نثار کر دیں ۔ سجادہ کو ایک پیالۂ شراب کے بدلے بیچ ڈالیں ۔ نام و ناموس کو شراب پر قربان کر دیں اور پتھر پر پھینک دیں ۔

صبح است دمی بر می گلرنگ زنیم دست از امل دراز خود باز کشیم	۵۷	وین شیشۂ نام و ننگ بر سنگ زنیم در زلف دراز و دامن چنگ زنیم

صبح کا وقت ہے آؤ کہ پے در پے شراب سرخ پئیں شیشۂ نام و ناموس پتھر پر پھینک دیں ۔ لمبی لمبی امیدوں سے ہاتھ اُٹھا لیں ۔ اور زلف دراز اور دامن چنگ کو ہاتھ میں لیں ۔

معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی رُباعی کو لوگوں نے ہیر پھیر کر تین رُباعیاں بنا لی ہیں ۔

ایں جسم پیالہ ہیں بجاں آبستن نے نے غلطم کہ بادہ از غایت لطف	۵۸	ہمچوں سمنی بہ ارغواں آبستن آبیست بہ آتش رواں آبستن

پیالے کے جسم کو دیکھ کہ جان سے حاملہ ہے ۔ سمن کی مانند ہے جو ارغواں سے حاملہ ہو ۔ نہیں نہیں میں نے غلط کہا ہے ۔ شراب غائت لطافت کی وجہ سے اُس پانی کی مانند ہے جو

آتش رواں سے حاملہ ہو -
سمن - ایک سفید پھول کا نام ہے -
ارغواں - ایک سرخ پھول کا نام ہے -
یہہ رُباعی غالباً عسجدی کی ہے (۱)

دوشینہ پئے صدق وصفائے دل من جامی بمن آورد کہ بستان و بنوش	۵۹	در میکدہ آں روح فزائے دل من گفتم نخورم گفت برائے دل من

کل رات میرے دل میں صدق و صفا پیدا کرنے کے لئے اوس روح افزائے اور دلربا معشوق نے شراب خانہ میں ایک پیالہ مجھے دیا - اور کہا کہ پی لے - میں نے کہا کہ میں نہیں پیتا - اوس نے کہا کہ میری خاطر پی لے (پھر میں نے پی لیا -)

بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رُباعی قتالی کی ہے (۲) -
کہتے ہیں کہ مولانا لطف اللہ نیشاپوری وفات کے وقت اکیلے تھے بعد میں جب لوگوں نے دیکھا تو یہہ رُباعی ایک کاغذ پہ لکھی ہوئی اُن کے ہاتھ میں تھی - (۳) -

می خوردن و گرد گلرخاں گردیدن گر مردم میخوارہ بدوزخ باشند	۶۰	بہتر ز ہزار زاہدی ورزیدن پس روئے بہشت را کہ خواہد دیدن

شراب نوشی کرنا اور معشوقوں کے گرد پھرنا ہزار پرہیزگاریوں سے بہتر ہے - اگر شراب پینے والے دوزخ میں ہوں گے - تو

(۱) آتشکدہ آذر صفحہ (۱۳۶) -
(۲) دیکھو آتشکدہ آذر صفحہ (۳۲۶) -
(۳) خزانہ عامرہ صفحہ (۳۹۷) -

پھر بہشت کا منہ بھی کوئی نہ دیکھے گا۔

دانی کہ چراست توبہ ناکردن من بر اہل مجاز است بتحقیق حرام	۶۱	زیرا کہ حرام نیست می خوردن من می خوردن اہل راز بر گردن من

تو جانتا ہے کہ میں شراب سے توبہ کیوں نہیں کرتا۔ وجہ یہہ ہے کہ میرے لئے شراب نوشی حرام نہیں ہے۔ اہل مجاز پر تو شراب فی الحقیقت حرام ہے۔ لیکن اہل راز کے شراب پینے میں اگر گناہ ہو تو میں ذمّہ دار ہوں۔

ما ہم خریدار مئے کہنہ و نو گفتی ز پس مرگ کجا خواہی رفت	۶۲	وانگاہ فروشندۂ جنّت بدو جو می پیش من آر و ہر کجا خواہی رو

ہم شراب کے خریدار ہیں خواہ وہ پُرانی ہو یا نئی۔ ہم جنت کو دو دانہ جو کے بدلے بیچ ڈالتے ہیں۔ تو پوچھتا ہے کہ مرنے کے بعد میں کہاں جاؤں گا۔ مجھے شراب دے۔ اور جہاں چاہتا ہے جا۔

یعنی مجھے اس بات کی فکر نہیں ہے کہ میں مرنے کے بعد کہاں جاؤں گا۔ مجھے شراب چاہئے۔ آیندہ کا غم تو کر۔ اور جہاں چاہتا ہے وہاں جانے کی کوشش کر۔

در مجلس عشاق نشستیم ہمہ از بادۂ شوق قدحے نوشیدیم	۶۳	از محنت ایّام برستیم ہمہ آزادہ و آسودہ و مستیم ہمہ

ہم سب مجلس عشاق میں بیٹھے ہیں۔ اور غم دنیا سے مخلصی پائی ہے۔ شراب شوق کا ایک پیالہ پیا ہے۔ اور سب

کے سب آزاد اور آسودہ اور مست ہو گئے ہیں -
یہاں حکیم صاحب نے صاف طور سے شراب شوق کا ذکر کیا ہے - یعنی شراب عشق و محبت - اہل راز جہاں شراب انگور کا ذکر ہوتا ہے وہاں بھی شراب محبت ہی مُراد لیتے ہیں -

یکجرعۂ مئی کہنہ ز ملک نو بہ جامست بہ از ملک فریدوں صد بار	۶۴	در ہر چہ ز ہر طریق بیروں شو بہ خشت سر خم ز تاج کیخسرو بہ

پرانی شراب کا ایک پیالہ نئی سلطنت سے اچھا ہے دنیا کے تمام تر تعلقات سے جس طرح بھی ممکن ہو سکے آزاد رہنا ہی اچھا ہے - شراب کا ایک پیالہ مملکت فریدوں سے سو گُنا زیادہ قیمتی ہے - خم شراب کا سرپوش کیخسرو کے تاج سے بہتر ہے -

ہر توبہ کہ کردیم شکستیم ہمہ عیبم نکنند گر کنم بے خردی	۶۵	بر خود در نام و ننگ بستیم ہمہ کز بادۂ عشق مست ہستیم ہمہ

جتنی دفعہ بھی ہم نے توبہ کی توڑ ڈالی - ننگ و ناموس کا دروازہ اپنے لئے بند کر دیا - اگر میں بے عقلی کروں تو مجھے بُرا نہ کہو - کیونکہ ہم شراب عشق سے بدمست ہیں -

ہر روز بر آنم کہ کنم شب توبہ اکنوں کہ رسید وقت گل ترکم دہ	۶۶	از جام و پیالۂ لبالب توبہ در موسم گل ز توبہ یارب توبہ

میں ہر روز اس بات کا ارادہ کرتا ہوں کہ رات کو توبہ کروں گا جام مے اور پیالۂ لبریز سے توبہ کروں گا - اب کہ موسم بہار آ گیا ہے - مجھے اپنے حال پر چھوڑ - توبہ توبہ ! موسم بہار میں کون توبہ کر سکتا

چاہئے - شراب بھی معشوقان لشکری کے ہاتھ سے - لے تو اچھی ہے - مستی - قلندری اور گمراہی اچھی ہے - شراب کا ایک گھونٹ ماہ تا بہ ماہی (ساری دنیا) سے بہتر ہے -

ماہ تا ماہی - یا از سما تا سمک - ساری دُنیا - ماہی زمیں سے لیکر آسمان تک -

ما و می و معشوق و صبوح الساقی تا کے خوانی قصۂ نوح الساقی	۷۱	از ما نشود توبہ نصوح الساقی پیش آر سبک راحت روح الساقی

ہم ہوں - معشوق ہو اور شراب صبح - ایسی صورت میں ہم سے سچی توبہ نہیں ہو سکتی - اے ساقی کب تک قصۂ نوح (یعنی پرانے قصے) بیان کرتا رہے گا - جلدی شراب لا کہ وہ راحتِ روح ہے -

شمع است و شراب و مہتاب الساقی از خاک برآر این دل پر آتش را	۷۲	شاہد ز شراب ہم خراب الساقی بر باد مدہ بیار آب الساقی

شمع بھی ہے - شراب بھی اور چاندنی رات بھی ہے معشوق بھی شراب پی کر مست پڑا ہے - اے ساقی ہمارے جلے ہوئے دل کو خاک مذلت سے اُٹھا - اسے برباد نہ کر اور شراب پلا -

اس رُباعی میں حکیم صاحب نے اربعہ عناصر خاک - آتش باد اور آب کو اکٹھا کر دیا ہے -

در دہ قدحی ز لعل ناب الساقی تا عقل گریبان دلم خواہد داشت	۷۳	بر گیر ز آتشم بہ آب الساقی دست من و دامن شراب الساقی

اے ساقی شراب سرخ کا پیالہ دے - میری آتش دل کو شراب سے بجھا - جب تک عقل میرے دل کے گریبان کو

نہیں چھوڑتی - میرا ہاتھ ہوگا اور دامن شراب ہوگا۔
یعنی جب تک میں بالکل بے ہوش اور بے خود نہیں ہوتا ۔ شراب پیتا جاؤں گا۔

ہنگام صبوحست وخروش الیساقی چہ جای صلاحست خموش الیساقی	۷۴	بادہ ہو و کوئے میفروش الیساقی بگذر ز حدیث زہد و نوش الیساقی

اے ساقی شراب صبح اور شور وخروش کا وقت ہے۔
اے ساقی ہم ہوں شراب ہو اور کوئے مے فروش ہو - زہد و صلاح کا یہہ کون سا وقت ہے - اے ساقی چپ رہ - زہد اور بہشت کی باتوں کو چھوڑ۔
نوش - شہد - چشمۂ شہد جو بہشت میں ہوگا۔

ہان تا بخراباتِ مجازی نآئی این رہ مردانِ سرافرازانست	۷۵	تا کار قلندری لنازی نآئی زنہار درین کوچہ ببازی نآئی

خبردار! خراباتِ مجازی کے نزدیک نہ آ - جب تک تو رندی کا طریقہ پورے طور سے نہ سیکھ لے ادھر نہ آ - یہہ رستہ مردانِ سرافراز کا رستہ ہے - خبردار یہہ کھیل نہیں ہے۔

عشق حقیقی است مجازی مگیر		این دم شیر است یہ بازی مگیر
برگیر ز خود حساب اگر با خبری گوئی نخورم بادہ کہ می باید مرد	۷۶	کاول تو چہ آوردی و آخر چہ بری میباید مرد اگر خوری ور نخوری

اگر تو عقلمند ہے تو اپنا محاسبہ کر کہ تو ساتھ کیا لایا - اور ساتھ کیا لے جائے گا - تو نے مجھے کہا ہے کہ شراب نہ پیو

کر سکتا ہے۔

شراب در دلم و توبہ ہم۔ کجاست قدح		کہ دل بشویم از آں لاابہ شراب آلود

(امیر خسرو)

آن بادۂ خوشگوار بر دستم نہ آں مے کہ چو زنجیر بپیچد بر خود	۶۷	وآں ساغرِ چوں نگار بر دستم نہ دیوانہ شدم بیار بر دستم نہ

شراب خوشگوار میرے ہاتھ پر رکھ۔ وہ دل رُبا جام شراب میرے ہاتھ پر رکھ۔ وہ شراب جو زنجیر کی طرح پیچ کھاتی ہے۔ میں دیوانہ ہو گیا ہوں میرے ہاتھ پر رکھ۔

دیوانے کے لئے زنجیر ضروری ہے۔ زنجیر بر دست نہادن ہتھکڑی لگانا۔ مطلب یہ کہ میں دیوانہ عشق ہوں۔ مجھے بند کرنے کے لئے شراب ضروری ہے۔

یہہ رُباعی دیوان حافظ میں بھی درج ہے (۱) وہاں تیسرا مصرع اس طرح ہے۔ ع

آن زلف چو زنجیر کہ بپیچد بر خود

اور یہی نسخہ صحیح ہے۔ کیونکہ شراب نہیں بلکہ زلف زنجیر کا کام دیتی ہے۔

ساقی بصبوحی مئے ناب اندر دہ مستیم و خرابِ درخراباتِ فنا	۶۸	مستان شراب را شراب اندر دہ آوازہ بعالم خراب اندر دہ

اے ساقی شراب صبح کا وقت ہے خالص شراب دے۔ مستان شراب کو شراب دے۔ ہم خرابات فنا (یعنی دنیا) میں مست اور خراب ہیں۔ جہان خراب میں صلائے عام دے۔

(۱) دیکھو دیوان حافظ نول کشوری۔ ۱۲

گویند حشیش بہر دل تنگی بہ در مذہب کاملاں چنیں ماندراست	۶۹	وازجام شراب نغمۂ چنگی بہ یکقطرۂ می زخون صد بنگی بہ

لوگ کہتے ہیں کہ بنگ (بھنگ) تنگی دل کے لئے مفید ہے اور جام شراب سے نغمۂ چنگ و رباب بہتر ہے۔ لیکن کاملوں کے مذہب میں صحیح بات یہ ہے کہ شراب کا ایک قطرہ سو بنگ نوشوں کے خون سے بہتر ہے۔

گر آدمی بادۂ گلرنگ بخور گر بنگ خوری چو سنگ تنیلی برجا	با نالۂ نائے و نغمۂ چنگ بخور یکبارہ چو بنگ می خوری سنگ بخور

(سعدی)

لیکن بنگ کے مدح خواں بھی کئی آدمی ہیں۔ جو بنگ کو شراب سے بہتر جانتے ہیں۔

مے خوارہ اگر غنی بود عور شود در حقۂ لعل زاں زمرد ریزم	وازعربدہ اش جہاں پراز شور شود تا دیدۂ افعی غم کور شود

(ملک شمس الدین)

ایک اور صاحب فرماتے ہیں۔

بنگے زدیم وسر انا الحق شد آشکار	مارا ازیں گیاہ ضعیف ایں گماں نبود

کسی اور استاد کا شعر ہے۔

مرا با بنگ ازاں رو اتفاق است	کہ برگش از رہ بیخ نفاق است

از ہر چہ بجز مے است کوتاہی بہ مستی و قلندری و گمراہی بہ	۷۰	می ہم زکف بتانِ خرگاہی بہ یکجرعۂ می زماہ تا ماہی بہ

شراب کے بغیر باقی سب چیزوں سے ہاتھ اٹھا لینا

ز اسرار وحدت قدح آگہ است
زمے گردن شیشہ آرد پدید
نہ میخانہ اوجِ کمالِ ظہور
نہ میخانہ صبح سعادت نقاب

بیک چشم حیران وجہ اللہ است
خط نسخۂ قرب حبل الورید
نہ میخانہ فیضِ بہشتِ حضور
نہ میخانہ سرچشمۂ آفتاب

شراب اور رمضان اور روز آدینہ وغیرہ

ہر گناہے کہ کنی در شبِ آدینہ بکن
تاکہ از صدر نشینان جہنم باشی

جب شراب نوشی کرنی ہے تو کیا شعبان اور کیا رمضان۔ کیا جمعہ اور کیا ہفتہ۔ کیا شبِ قدر اور کیا شب برات سب برابر ہیں۔ شراب خوار تو پھر کچھ لحاظ کرتے ہوں گے شاعر کسی بات کی پرواہ نہیں کرتے۔

سچ پوچھو تو اگر ان لوگوں کی شراب یہی شرابِ انگور ہے تو پھر ماہ اور روز کی قید کیا ہے۔ اور اگر کوئی اور شراب ہے تو پھر اُس کے لئے جتنا دن مبارک ہو اتنا ہی مُبارک ہے۔

گویند کہ می بماہ شعبان نہ رواست شعبان و رجب ماہ خدائند و رسول	۱	نہ نیز رجب کہ آں مہ خاص خداست ما می رمضان خوریم کاں خاصہ ماست

کہتے ہیں کہ ماہِ شعبان میں شراب پینا منع ہے: ماہ رجب میں بھی جائز نہیں - کیونکہ وہ خاص خدا کا مہینہ ہے - پس شعبان اور رجب تو خدا اور رسول کے مہینے ہوئے - ہم شراب رمضان میں پئیں گے کیونکہ وہ خاص ہمارا مہینہ ہے -

یکہفتہ شراب خوردہ باشی پیوست در مذہب ما شنبہ و آدینہ یکیست	۲	ہاں تا نہ نہی تو روز آدینہ ز دست جبار پرست باش نہ روز پرست

چاہیئے کہ ہفت بھر متواتر شراب پیتے رہیں - خبردار! جمعہ کے دن کو ہاتھ سے نہ جانے دینا - ہمارے مذہب میں جمعہ اور شنبہ سب برابر ہیں - خدا پرست ہونا چاہیئے - روز پرستی فضول ہے -

صبح شد ساقی بدہ جام مئے دیرینہ را فصل گل تا از لبِ ساغر بگیرم کام دل		تا برافروزیم زین آتش چراغ سینہ را از میان ہفتہ بیرون کن شب آدینہ را

(جلال اسیر)

امروز کہ آدینہ طراوت نام است ہر روز اگر تو یک قدح می خوردی	۳	می نوش کن از قدح چہ جای جام است امروز دو خور کہ سید الایام است

آج کے دن جسے جمعہ کہتے ہیں شراب سبو سے پی - پیالہ کو چھوڑ - ہر روز اگر تو ایک پیالہ پیتا تھا - آج دو پی کیونکہ جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے -

کیونکہ مرنا ہے - میں کہتا ہوں کہ شراب پیو یا نہ پیو مرنا ضرور ہے ۔

ای بادۂ خوشگوار در جام مہی ہر کس نہ تو خورد امانش ندہی	۷۷	بر پای خرد تمام بند و گرہی تا گوہر او بر کف دستش نہ نہی

اے شراب خوشگوار کہ تو جام بلوریں ہے - تو عقل کے پاؤں کی زنجیر ہے - جو شخص تجھے پیتا ہے - تو اوسے نہیں چھوڑتی جب تک کہ اوس کی اصلیت کو ظاہر نہ کر دے ۔

یا رب بکشائی بر من از رزق درے از بادہ چناں مست نگہدار مرا	۷۸	بی منت مخلوق رساں ماحضرے کز بیخبری نباشدم درد سرے

اے خدا رزق کا دروازہ مجھ پر کھول - ماحضر پہنچا - اور لوگوں کا احسان مند نہ کر - شراب سے مجھے ایسا مست کر - کہ بے خبری کی وجہ سے مجھے دردِ سر نہ ہو ۔

ای بادۂ تو شربت من لالائی گر دور مرا ہر کہ بہ بیند گوید	۷۹	چنداں بکشم ز ناز روشن رائی ایخوردہ شراب از کجا می آئی

اے میری تازہ شراب تو روشن ہے - میں تجھے روشن خیالی سے اتنا پیوں کہ جو کوئی مجھے دور سے دیکھے - کہے کہ اے شرابی کہاں سے آ رہا ہے ۔

جز راہِ قلندر بخرابات مرو بر کف قدح بادہ و بر دوش سبو	۸۰	جز بادہ و جز سماع و جز یار مجوی می نوش کن ای نگار بیہودہ مپوی

رندانہ طریقہ کے سوا خرابات میں نہ جا - سوائے شراب

اور سماع اور معشوق کے اور کسی چیز کی طلب نہ کر ۔ ہاتھ میں پیالہ ہو اور کندھے پر سبوئے شراب ۔ شراب پی اور بیہودہ کاموں کے پیچھے نہ جا ۔

تا در ہوس لعل لب و جام مئی اینہا ہمہ حشو است خدا می داند	۸۱	تا در پئے آواز دف و چنگ و نئی تا ترک تعلق نہ کنی ہیچ نئی

جب تک تو لبِ لعل اور جامِ مئے کی ہوس میں ہے ۔ جب تک تو دف و چنگ اور نے کی آواز کے پیچھے پھر رہا ہے ۔ خدا جانتا ہے کہ یہہ تمام باتیں لغو اور مہمل ہیں ۔ جب تک کہ تو تعلقاتِ دنیا سے آزاد نہ ہو جائے ۔ تو کچھ بھی نہیں ہے ۔

اس رُباعی میں حکیم صاحب نے جام مئے ۔ لبِ لعل ۔ اور سماع سرود کی حقیقت بیان کر دی ہے ۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ان تمام استعاروں کا مطلب یہہ ہے کہ آدمی تعلقاتِ دنیا سے آزاد ہو جائے ۔ ورنہ سب باتیں فضول ہیں ۔

یہہ رُباعی گویا پچھلی تمام رُباعیوں کی شرح ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ حکیم صاحب کی شراب کیا ہے اور شراب خانہ کیا ہے ۔

مرزا عبد القادر بیدل نے بھی مے خانہ کی جو کیفیت بیان کی ہے ۔ پڑھنے کے قابل ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

نہ میخانہ دریائے وحدت کنار فضا لش تمنائے آغوشہا غبارش رسیدن ز دامِ ہوا نہ میخانہ نیرنگ بزمِ قدم لبِ جا مہا جلوہ الحمد خواں		نہ میخانہ صحرائے کثرت غبار غذالش ز خود رفتن ہوشہا سوادش نظر بستن از ماسوا نہ میخانہ آئینہ دار حرم صراحی ہمہ قل ہو اللہ بیاں

آفتابِ جامِ اگر از مشرقِ خم سر زند | صبحِ شنبہ می تواں کردن شبِ آدینہ را

(صائب)

۴

توبہ نہ کند ہر کہ نشاطش باشد | از بادہ کہ چوں آبِ حیاتش باشد
اندر رمضاں اگر کسے توبہ کند | باری ز نماز ہا نجاتش باشد

کوئی ایسا آدمی جو مستقل مزاج ہو شراب سے توبہ نہیں کرتا۔ شراب اوس کے لئے آبِ حیات کے برابر ہے۔ رمضان میں البتہ اگر کوئی شخص نماز سے توبہ کرے تو اُس کی نجات ہوسکتی ہے۔

۵

عید آمد و کارہا نکو خواہد کرد | خیّام شراب در سبو خواہد کرد
افسار نماز و پوز بند روزہ | عید از سرِ ایں خراں فرو خواہد کرد

عید آئی ہے۔ کام اچھا ہو جائے گا۔ عمر خیّام سبو میں شراب ڈالے گا۔ عید ان گدھوں کو نماز کی باگ اور روزے کے پوز بند سے رہائی دلائے گی۔

افسار۔ رسّی جس سے جانوروں کو باندھ کر لے جاتے ہیں۔ پوز بند۔ وہ رسّی جس سے جانوروں کے ناک اور مُنہ کو باندھتے ہیں۔

زاہدانِ ظاہر دار کو گدھے سے تشبیہ دی ہے اور اون کی نماز کو افسار اور روزہ کو پوز بند سے۔

۶

ماہِ رمضاں چنانکہ امسال آمد | بر پائے خرد بندِ گراں حال آمد
ای یار خدا خلق را غافل ساز | چندانکہ گماں کنند شوال آمد

امسال ماہِ رمضان سخت آیا ہے۔ عقل کے پاؤں میں ایک بھاری زنجیر پڑگئی ہے۔ اے خدا خلقت کو ایسا غافل بنا کہ وہ سمجھیں

کہ ماہِ شوّال آیا ہے۔

یعنی لوگ ایسے غافل ہو جائیں کہ ماہ رمضان کو ماہِ شوّال سمجھیں اور روزے ٹل جائیں۔

مُلّا محمّد سعید اشرف فرماتے ہیں۔

قرب یک ماہ بہ میخانہ اقامت کردم		اتفاقاً رمضاں بود نمی دانستم
مے کشے کو زمہ وسال نہ دارد خبرے		نہ ہمیں روزہ کہ ماہ رمضاں راہم خورد

گویند کہ ماہِ رمضاں گشت پدید در آخر شعبان خورم چنداں مے	۷	من بعد بگرد بادہ نتواں گردید کاندر رمضاں مست بیفتم تا عید

کہتے ہیں کہ ماہِ رمضان آگیا ہے اور اس کے بعد شراب نہیں پی سکتے ہیں شعبان کے آخر میں اتنی شراب پیوں گا کہ عید کے روز تک یعنی تمام رمضان کے مہینے میں مست پڑا رہوں گا۔

سودا زدہ را بادہ پر و بال بود ماہِ رمضاں بادہ نخوردیم و گذشت	۸	مے بر رخِ خاتونِ خرد خال بود باری شبِ عید از مہِ شوّال بود

سودائی آدمی کے لئے شراب بمنزلہ پروبال کے ہے۔ شراب خاتونِ عقل کے چہرہ پر بمنزلہ خال کے ہے۔ ماہِ رمضان میں ہم نے شراب نہیں پی۔ خیر عید کی رات تو شوال کے مہینے میں ہے۔

یعنی آج رات کہ شبِ عید ہے شراب پئیں گے۔ کیونکہ یہ رات رمضان میں شامل نہیں ہے۔

طبعم بہ نماز و روزہ چوں مائل شد افسوس کہ آں وضو بہ آبی بشکست	۹	گفتم کہ مرادِ کُلّیم حاصل شد واں روزہ بہ نیم جرعہ باطل شد

میری طبیعت جب نماز اور روزہ کی طرف مائل ہوئی - تو میں نے کہا کہ میری ساری مرادیں پوری ہوگئیں - لیکن افسوس ہے کہ وہ وضو پانی سے (یعنی شراب سے) ٹوٹ گیا - اور وہ روزہ شراب کے آدھے گھونٹ سے باطل ہوگیا -

حکیم صاحب کا وضو شاید وضو نہو گا تیمّم ہوگا کہ آب آمد و تیمّم برخاست -

من دامن زہد و توبہ طے خواہم کرد پیمانۂ عمر من بہ ہفتاد رسید	۱۰	با موئے سفید قصد مے خواہم کرد اینذم نہ کنم نشاط کے خواہم کرد

میں زہد و توبہ کا دامن تہ کرکے رکھدوں گا - بڑھاپے میں شراب کا ارادہ کردوں گا - میری عمر کا پیمانہ ستّر پر پہونچ گیا ہے - اب عیش نہ کرونگا تو کب کروں گا -

عام لوگوں کا خیال تو یہ ہے کہ بڑھاپے میں آدمی پرہیز گار بنجاتا ہے -

لازم عہد جوانیست سیہ کاری ہا		روشن است ایں سخن از تیرگی ابر بہار

لیکن حکیم صاحب اس خیال کے برخلاف ہیں اور شوکت بخارائی کے ہمخیال ہیں جو کہتا ہے -

شوکت از پیری بود ایّام عیش من جوان		عشرتم از قد خمیدن باد و بالا می نمود

ای بر ہمہ سروران عالم فیروز یکشنبہ و دوشنبہ و سہ شنبہ و چار	۱۱	دانی کہ چہ وقت مے بود روح افروز پنجشنبہ و آدینہ و شنبہ شب و روز

اے کہ تو دنیا کے تمام سرداروں کا سردار ہے کیا تجھے معلوم ہے کہ شراب کس وقت روح افروز ہوتی ہے - آ میں تجھے بتاتا ہوں کہ شراب یکشنبہ دوشنبہ سہ شنبہ چہارشنبہ پنجشنبہ جمعہ اور شنبہ دن اور رات روح افروز ہوتی ہے -

مطلب یہہ ہے کہ دن رات کے چوبیس گھنٹے اور ہفتہ کے ساتوں دن شراب نوشی کے لیئے موزوں ہیں ۔

۱۲
تا کے ز جفائے ہر کسے تنگ شویم
واز ناکسی روزگار بیرنگ شویم
خوش باش کہ ایّامِ تراویح گذشت
عیدست بیا تا سوئے گلرنگ شویم

ہم کب تک ہر کسی کے ظلم سے ذلت اُٹھائیں ۔ اور دنیا کے نااہل لوگوں کی شعبدہ بازی اور مکاری سے دھوکا کھائیں ۔ خوش ہو۔کہ تراویحوں کے دن گزر گئے عید آگئی ہے آکہ شراب سُرخ پئیں ۔

۱۳
بے بادہ نبودہ ام دمے تا ہستم
امشب شبِ قدرست و من امشب مستم
لب بر لبِ جام و سینہ بر سینۂ خم
تا روز بگردنِ صراحی دستم

میں جب سے ہوں شراب کے بغیر کبھی نہیں رہا ۔ آج رات شب قدر ہے ۔ اور میں مست ہوں ۔ پیالے کے لب پر لب اور خم کے سینے پر سینہ ہے ۔ صبح تک صراحی کی گردن میں میرا ہاتھ رہے گا ۔

حکیم صاحب نے معشوق کا کام شراب اور ظروف شراب سے لیتے ہیں ۔

۱۴
من بادۂ تلخ تلخ دیرینہ خورم
واندر رمضان در شبِ آدینہ خورم
انگور حلالِ خویش در خم کردہ
گو تلخ مکن ۔ خدائے ۔ تا من نخورم

میں پرانی تلخ شراب پیتا ہوں ۔ رمضان کے مہینے میں شبِ جمعہ کو پیتا ہوں ۔ انگور تو اپنا حلال مال خم میں ڈالتی ہے ۔ خدا کو کہو۔کہ اوسے تلخ نہ کرے میں نہیں پیوں گا ۔

مطلب یہ ہے کہ انگور اور انگور کا پانی حلال چیز ہے ۔ اُسے خُم

میں ڈالا جاتا ہے۔ خدا اُسے تلخ کر دیتا ہے اور پھر وہ حرام بن جاتی ہے۔ خدا کو کہو کہ اُسے تلخ نہ کرے۔ نہ وہ تلخ ہوگی اور نہ ہم حرام چیز پئیں گے۔

عید است بیا تا سبُک رنگ کشیم با یار سبک روح دمی بنشینیم	١٥	با نغمۂ عود و نالۂ چنگ کشیم رطلِ دو سہ بادہ گراں سنگ کشیم

عید کا دن ہے آکر شراب سرخ پئیں۔ نغمۂ عود اور نالۂ چنگ کے ساتھ پئیں۔ خوشدل دوست کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھیں اور دو تین بڑے بڑے پیالے شراب کے پئیں۔

صبر کردیم کہ در روزہ چناں نیکو بود		رطل خوردیم کہ در عید چنیں نیکو تر

(امیر معزی)

شراب اور مفلسی

مُفلسی ہر جا بود عیبے تمام
ماہی بے فلس می باشد حرام

(مولانا رُوم)

حکیم صاحب توکل پیشہ آدمی تھے۔ اس لئے افلاس کی شکایت اگر کی ہے۔ تو اکثر اس وجہ سے کی ہے کہ مفلسی میں شراب نہیں مل سکتی۔

چوں زاب و گل آفرید صانع مارا	١	کردہ بغم زمانہ قانع مارا

پیوستہ مرا زمے ہمے منع کنی
خود دست تہی بس است مانع مارا

جب سے خدا نے ہمیں پانی اور مٹی سے پیدا کیا ہے - دُنیا کے غموں میں مبتلا کر کے ہمیں گوشۂ قناعت میں بٹھایا ہوا ہے - تو ہمیشہ کیوں مجھے شراب سے منع کرتا ہے - میرا افلاس خود مجھے شراب نوشی سے باز رکھنے کے لئے کافی ہے -

۲

در روئے زمیں اگر مرا یک خشت است
آن وجہ مے است گرچہ نامی زشت است
گویند ترا وجہ مے فردا نیست
دراعہ و دستار ز مریم رشت است

روئے زمیں پر اگر ایک اینٹ بھی میرے پاس ہو - تو وہ شراب خریدنے میں صرف ہوتی ہے - اگرچہ یہ بدنامی کی بات ہے - لوگ کہتے ہیں کہ تیرے پاس کل کی شراب کے لئے کچھ نہیں - کیا میرا دراعہ اور دستار مریم کے سوت سے بنے ہیں کہ انھیں بیچ کر شراب نہ خریدوں گا)

دُرّاعہ - بضم و تشدید - نوعے از جامۂ مشائخ - جامۂ صوف -
رشتۂ مریم - مشہور ہے کہ حضرت مریم علیہا السّلام بہت باریک سوت کاتا کرتی تھیں -

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ میرے پاس اگر ایک پیسہ بھی باقی ہے تو وہ شراب میں خرچ ہو گا - اور اگر اور کچھ نہیں تو جبّہ و دستار بھی کچھ ایسی متبرک چیز نہیں کہ رہن شراب نہ کی جائے -

۳

سیم ارچہ نہ مایۂ خردمندان است
بسیماں را باغ جہاں زندان است
از دست تہی بنفشہ سر بر زانو است
در کیسۂ زر دہان گل خندان است

اگرچہ دولت مندی عقلمندی کا سرمایہ نہیں - تاہم مفلسوں کے لیئے دنیا کا باغ قید خانہ ہے - دیکھو کہ بنفشہ کا ہاتھ خالی ہے - اس لیئے وہ ہمیشہ سر بزانو (غمگین) رہتا ہے - اور گلاب کا پھول ہمیشہ ہنستا رہتا ہے کیونکہ اُس کی جیب میں سونا ہے -

پھول کے کھلنے کو خندۂ گل کہا ہے - زرگل اس زرد چیز کا نام ہے جو پھول کے اندر ہوتی ہے -

ہزاراں ہمچو بلبل مدح خوانند		چو گل تا در کفت مشت زری ہست

(شفیعائی اثر)

گویند کہ مرد را ہنر می باید بود	۴	یا نسبت عالی پدر میباید بود
امروز چناں شدہ است در نوبت ما		کیں ہا ہمہ ہیچ است و زر میباید بود

کہتے ہیں کہ مرد کو ہنرمند ہونا چاہیئے - یا نسبت پدری اچھی ہونی چاہیئے - ہمارے زمانے میں تو یہہ حال ہے کہ یہہ سب چیزیں فضول ہیں روپیہ ہونا چاہیئے -

بعض جگہہ یہہ رباعی اس طرح دیکھی گئی ہے -

گویند بآدمی ہنرے باید		یا اصل نجابت از پدرے باید
ایں ہا ہمہ در زمان سابق بودند		بالفعل دریں زمانہ زرے باید

حقیقت یہہ ہے کہ ہر زمانے میں نجابت دولت پر ہی منحصر رہی ہے -

در کیسہ زرے ہر کہ مہیا دارد		چوں نور بچشم ہمہ کس جا دارد
زرگر پسرے دوش چہ نیکو گفتہ		اشراف کسے کہ اشرفی ہا دارد

پُرنوشی

پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دوچار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

(غالب)

از بادہ چو لعل ناب شد گوہر ما از بسکہ ہمی خوریم می بر سر مے	۱	آمد بفغاں ز دست ما ساغر ما ما بر سر می شدیم و مے در سر ما

شراب سے ہمارا گوہر لعل ناب ہو گیا ہے (یا ہماری سرشت شرابِ لعل یعنی شرابِ سُرخ سے ہے) ہمارا پیالہ ہمارے ہاتھوں سے فریاد کر رہا ہے۔ چونکہ ہم پے در پے شراب پیتے ہیں اس لئے ہم شراب کے سر پر سوار ہیں اور شراب ہمارے سر پر۔

یہہ رُباعی دیوان مولانا روم میں بھی موجود ہے۔ خدا جانے کس کی ہے۔

چنداں بخورم شراب کیں بوئے شراب تا بر سر خاک من رسد مخمورے	۲	آید ز تراب چوں شوم زیر تراب از بوئے تراب من شود مست و خراب

میں اتنی شراب پیوں گا کہ جب میں دفن ہو جاؤں تو میری قبر کی مٹّی سے بھی شراب کی بُو آئے۔ تاکہ اگر کوئی مخمور میری قبر پہ پہنچے تو میری قبر کی مٹّی کی بُو سے بدمست ہو جائے۔

مخمور۔ خُمار زدہ۔ خُمار اس حالت کا نام ہے جب کہ شراب کا نشہ کم ہو جاتا

نہ ہے اور درد سر ہونے لگ جاتا ہے۔

می گرچہ حرام است آمدامش می نوش جام مئے لعل گر دہد دست ترا	۳	بانغمۂ چنگ صبح وشامش مے نوش یک قطرہ رہا مکن تمامش می نوش

شراب اگرچہ حرام ہے تاہم ہروقت پیتا رہ۔ نغمۂ چنگ کے ساتھ صبح اور شام پیتا رہ۔ اگر شراب سرخ کا ایک پیالہ مل جائے تو ایک قطرہ باقی نہ چھوڑ تمام پی جا۔

من بے مئے ناب زیستن نتوانم من بندۂ آں دمم کہ ساقی گوید	۴	بے جام کشیدہ بارتن نتوانم یک جام دگر بگیر و من نتوانم

میں شراب صاف کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ بغیر جام مئے کے پینے سے جسم کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ میں اوس وقت پر نثار ہوں جب کہ ساقی کہے کہ ایک پیالہ اور پی اور میں نہ پی سکوں۔

گویند مرا کہ می بخور کمتر ازیں عذرم رُخ یار و بادۂ صبحدم است	۵	آخر بچہ عذر برنداری سر ازیں انصاف بدہ چہ عذر روشن تر ازیں

لوگ مجھے کہتے ہیں کہ شراب تھوڑی پی۔ کیا وجہ ہے کہ تو اس سے باز نہیں آتا۔ میں کہتا ہوں کہ میری شراب نوشی کی وجہ یار کا چہرہ اور صبح کی شراب ہے۔ آپ انصاف کریں کہ اس سے زیادہ معقول وجہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ ع

آفتاب آمد دلیل آفتاب

شرائطِ مے نوشی

مے کہ بدنام کنند اہل خرد را غلط است
بلکہ مے می شود از صحبتِ ناداں بدنام

حکیم صاحب شراب بھی حکیمانہ انداز سے پیتے ہیں۔ انہوں نے مے نوشی کے لئے بعض ضابطے مقرر کئے ہیں۔ ۱۔ شراب کس کے ساتھ پینی چاہیئے۔ ۲۔ کب پینی چاہیئے۔ ۳۔ کتنی پینی چاہیئے۔ ۴۔ کیسے پینی چاہیئے۔ فرماتے ہیں۔

مے گرچہ حرام است ولی با کہ خورد ہرگاہ کہ ایں چہار شرط آید راست	۱	پس کے و چہ مقدار و دگر تا کہ خورد پس مے نخورد مردم دانا کہ خورد

شراب اگرچہ حرام ہے۔ لیکن (دیکھنا چاہیئے کہ) کس کے ساتھ پی جائے۔ کب پی جائے۔ کتنی پی جائے۔ اور کون پیئے۔ جب یہ چار شرطیں پوری ہوں۔ پس اُس وقت دانا آدمی کو شراب پینی چاہیئے۔

رُباعیاتِ ذیل میں حکیم صاحب نے ان چار شرطوں کی توضیح کی ہے۔

از بادۂ شب اگر خمارم نبود	۲	مے خوردنِ روز اختیارم نبود

گفتی بکن اختیار می خوردنِ روز ‖ در خوردن روز بخت یارم نہ بود

اگر مجھے رات کی شراب نوشی خمار نہ دے تو میں دن کو کبھی شراب نہ پیوں - تو مجھے کہتا ہے کہ دن کو شراب پیا کر - دن کے وقت شراب پینے میں بخت یاری نہیں کرتا -

مطلب یہہ کہ میں صرف رات کے وقت شراب پیتا ہوں البتہ رات کی شراب نوشی خمار پیدا کرے تو اس خمار کو دور کرنے کے لئے دن کو بھی پی لیتا ہوں - ورنہ نہیں -

۳

روزیست خوش و ہوا نہ گرم است و نہ سرد ‖ ابر از رخ گلزار ہمی شوید گرد

بلبل بزبانِ حالِ خود با گلِ زرد ‖ فریاد ہمی زند کہ مے باید خورد

دن اچھا ہے - ہوا معتدل ہے یعنی نہ گرم ہے نہ سرد - بارش پھولوں کے چہرہ سے گرد دھو رہی ہے - بلبل زبانِ حال سے گلِ زرد کو پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ شراب پینی چاہئے تھی (تاکہ چہرہ زرد نہ ہوتا)

مے کشو مژدہ کہ گھنگھور گھٹائیں آئیں ‖ تمیہ رحمت ہوئی توبہ پہ بلائیں آئیں

۴

با سفلۂ تندخوئے بے عقل و وقار ‖ زنہار مخور بادہ کہ رنج آرد بار

بدمستی و شور عربدہ اش در شب عیش ‖ درد سر و عذر خواہی اش روز خمار

تندخو بے عقل اور بے وقار کمینے آدمی کے ساتھ خبردار کبھی شراب نہ پی - کیونکہ اس صورت میں شراب نوشی کا نتیجہ رنجدہ ہوتا ہے - رات کے وقت بدمستی اور شور و فساد ہوتا ہے اور دن کے وقت خمار کی وجہ سے دردِ سر ہوتا ہے اور عذر خواہی کرنی پڑتی ہے -

یعنی رات کے وقت شراب پی کر لوگوں سے لڑتے جھگڑتے رہے اور دوسرے دن جب نشہ دور ہوا معافیاں مانگتے پھرے۔

گر بادہ خوری تو با خردمنداں خور	۵	یا با صنم لالہ رخ و خنداں خور
بسیار مخور۔ ورد مکن فاش مساز		اندک خور و گہ گاہ خور و پنہاں خور

اگر تو شراب پیتا ہے تو عقلمند آدمیوں کے ساتھ پی۔ یا کسی لالہ رو اور خندہ پیشانی معشوق کے ساتھ پی۔ بہت نہ پی۔ ہر وقت نہ پی۔ اور علانیہ نہ پی۔ تھوڑی تھوڑی پی۔ کبھی کبھی پی اور چھپ چھپ کے پی۔

ورد مساز۔ یعنی شراب نوشی کو ورد نہ بنالے۔ کہ دن رات اسی میں مشغول رہے۔

حکیم سنائی پنہاں خوری کے متعلق فرماتے ہیں۔

بہ مدارا از مقام مستی پے		سر ہماں جا بنہ کہ خوردی مے

بر روئے گل از ابر نقاب است ہنوز	۶	در طبع دلم میل شراب است ہنوز
در خواب مرو چہ وقت خواب است ہنوز		جامے مے دہ کہ آفتاب است ہنوز

پھول کے چہرہ پر ابھی تک بادل کا نقاب ہے۔ میری طبیعت ابھی تک شراب کی طرف راغب ہے۔ مت سو۔ کہ ابھی سونے کا وقت نہیں۔ شراب کا ایک پیالہ دے کہ دن ابھی باقی ہے۔

چوں بادہ خوری ز عقل بیگانہ مشو	۷	مدہوش مباش و جہل را خانہ مشو
خواہی کہ مئے لعل حلالت باشد		آزار کسے مجو و دیوانہ مشو

شراب پی کر عقل سے بیگانہ نہ ہو۔ بدمست نہ ہو۔ اور جاہل

مطلق نہ بن - اگر تو چاہتا ہے کہ شراب سرخ تیرے لئے حلال ہو جائے -
تو شراب پی کر کسی کو تکلیف نہ پہونچا اور دیوانہ نہ بن -
مطلب یہہ کہ شراب صرف اُسی شخص کو پینی جائز ہے جو پی کر
آپے سے باہر نہو -

عشقیہ

چو کمال صنع بیچوں ز جمال تست پیدا
نتواں حدیث عشقت ز رہ مجاز کردن

(امیر خسرو)

شاعر شاہد پرست ہوتے ہیں یا کم از کم شاہد پرستی کے مُدّعی ہوتے ہیں - زمانۂ حال کے بعض شاعروں کو چھوڑ کر ہماری تمام شاعری اپنی دلفریبی اور قبولیت کے لئے افسانہ ہائے حُسن و عشق کی ہی مرہون منت ہے خدا کی قدرت ہے کہ یہہ مضمون ہی ایسا دلکش ہے کہ ہر ایک شخص خواہ وہ رند جہاں سوز ہو یا حکیم عالم افروز - متقی و پرہیزگار ہو یا فاسق و گنہگار - مُلّا ہو یا صوفی - قصّہ ہائے دوست کو سُن کر مزد وجد میں آجاتا ہے - گل رُخسار پر عندلیب زار کی نغمہ سرائی مُدّت سے جاری ہے مگر اوس کے نالوں کی دلکشی بدستور قائم ہے - شمع فروزاں پر پروانے کا جلنا اب بھی دل میں سوز پیدا کرتا ہے - قمری کی گردن میں وُہی طوق غلامی اب تک پڑا ہے - محمود غازی کے ملکی کارنامے کسی کسی کو یاد ہیں مگر ایاز کے نام کے ساتھ اوس کو جو نسبت ہے - وہ معلوم عوام ہے - قیس عامری کی

قصّوں ہی کو نہیں - بلکہ بعض مؤرخ اس کی شخصیت اور ہستی کو بھی صرف فسانہ سمجھتے ہیں - لیکن لیلےٰ اور مجنون کی حکایتیں بچوں کو بھی یاد ہیں - فرہاد نے کوہ بے ستون سے اگر جوئے شیر نکالی بھی تھی تو یہہ صدیوں کی گئی گزری بات ہے - مگر کوہکن کے تیشے کی ضرب کا صدمہ اب تک عشاق کے دل فگار کو محسوس ہو رہا ہے - یوسف پیغمبر کو بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں - مگر یوسف زلیخا کو ہر کوئی جانتا ہے - یوسف اول کے بعد کئی یوسف ثانی ہوئے مگر ابراہیم ثانی یا یعقوب ثانی ایک بھی نہیں ہوا - حُسن کی دل رُبائی جیسی پہلے تھی ویسی اب بھی ہے - عشق کی جاں نثاری پہلے سے زیادہ ہے کم نہیں ہوئی - اس مضمون کی وسعت پر تعجب ہے کہ حُسن و عشق تو صرف دو لفظ تھے - مگر ان کے متعلق دفتروں کے دفتر لکھے گئے - ایک ہی فسانہ کو سو سو بار مختلف انداز بیان سے دُہرایا گیا لیکن قند مکرر کے مزے کم نہ ہوئے - وجہ یہہ ہوئی - کہ

ما طفل کم سواد و سبق قصّہ ہائے دوست
صد بار خواندہ و دگر از سر گرفتہ ایم

کوئی دل ایسا نہیں جس میں محبت نہو - محبوب مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں - مگر محبت کی کیفیت میں نوعیت نہیں - عشق وہی عشق ہے معشوق کوئی ہو - یہی وجہ تھی کہ اس مضمون کو عالمگیر قبولیت نصیب ہوئی - ہر ایک شخص نے نالہ ہائے بلبل کی تعبیر اپنی حالت کے موافق کرلی - فسانے وُہی رہے - اصطلاحیں وُہی رہیں - لیکن اپنے اپنے حالات کی روشنی میں ہر فرد بشر نے ان فسانوں اور ان اصطلاحوں کو اپنے مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ بنا لیا -

عشق مجازی کے ان تمام قصّوں کو عاشقان حقیقت نے حقیقت کا جامہ پہنا دیا - چنانچہ لب و رخسار - خال و خط - زلف و گیسو -

چشم و ابرو - دُر دندان و پستۂ دہان - دست و بازو وغیرہ وغیرہ کو ان لوگوں نے محبوب حقیقی کی مختلف صفات کا نام سمجھ کر اپنا مطلب پورا کر لیا -

علاوہ ازیں بعض لوگوں نے یہہ خیال بھی ظاہر کیا کہ عشق مجازی بنفسہٖ عشق حقیقی ہے - کسی تاویل یا تعبیر کی ضرورت نہیں - ان لوگوں میں سے بعض تو ہمہ اوست کے قائل تھے - ان بزرگوں کے نزدیک تو مجاز کا وجود ہی نہیں ہے - سب حقیقت ہی حقیقت ہے - اور بعض نے یہہ دلیل پیش کی کہ حُسن پرستی اس لئے خدا پرستی ہے کہ صنعتِ خدا کی ستائش خود خدا کی ستائش ہے -

کاریگری بنانے والا

جی چاہتا ہے صنعتِ صانع پہ ہوں نثار
بُت کو بٹھا کے سامنے یادِ خدا کروں

ان رُباعیات کے پڑھنے والے بھی اپنے اپنے مذاق کے مطابق حکیم صاحب کی حُسن پرستی کی جس رنگ میں چاہیں تعبیر کر لیں -

ای کردہ ز لطف و قہر تو صنع خدا	۱	در عہد ازل بہشت و دوزخ پیدا
بزم تو بہشت است مرا جای نیست		چونست کہ در بہشت رہ نیست مرا

اے معشوق خدا کے دستِ قدرت نے عہدِ ازل میں تیرے لطف سے بہشت اور تیرے قہر سے دوزخ پیدا کیا - تیری مجلس بہشت ہے اور میں گنہگار نہیں ہوں پھر کیا وجہ ہے کہ مجھے بہشت میں جانے کی اجازت نہیں -

بزمِ وصال کو بہشت کہا ہے اور ہجر کو آتشِ دوزخ سے تشبیہ دی ہے - بہشت بھی اسی لئے بہشت ہے کہ وہاں دیدارِ محبوب

حقیقی حاصل ہو گا - اور دوزخی اس لئے تکلیف میں ہوں گے کہ وہ اس دیدار سے محروم ہوں گے -

ز تاب ہجر تو دارد شرار دوزخ تاب	ز باغ وصل تو یابد ریاض جنت آب

(حافظ)

دانم کہ بود اذا النجوم انکدرت	۳	روزیکہ شود اذا السماء انشقت
گویم صنما بای ذنب قتلت		من دامن تو بگیرم اندر عرصات

جس دن آسمان پھٹ جائیں گے - اور ستارے سیاہ ہو جائیں گے - اے معشوق! میں میدانِ حشر میں تیرا دامن پکڑوں گا اور کہوں گا کہ کس گناہ میں قتل ہوا -

اذا السماء انشقت - جب آسمان پھٹ جائے - **اذا النجوم انکدرت** - جس وقت تارے گدلے ہو جائیں - **بای ذنب قتلت** - کس گناہ میں ماری گئی - تمام عبارت اس طرح ہے - (وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ) یعنی قیامت کے دن جیتی گاڑی ہوئی پوچھی جاوے گی کہ کس گناہ میں ماری گئی - (سورۂ تکویر)

عرصات - جمع عرصہ - میدان - میدانِ حشر -

مطلب یہ ہے کہ میں قیامت کے دن اپنے ناحق خون کا تجھ پر دعوے کروں گا -

تا بے جہتے برفتۂ از بر ما	۳	دانی کہ چہ مدتیست اے دلبر ما
تا بے تو چہا می گذرد بر سر ما		خود کس نفرستی و نہ پرسی ہرگز

اے معشوق تو جانتا ہے کہ کتنی مدت ہوئی ہے کہ بغیر کسی سبب کے تو ہمیں چھوڑ کر چلا گیا ہے - تو نے کبھی کوئی قاصد نہیں بھیجا اور نہ کبھی پوچھا ہے

کہ تیرے بغیر ہمارے سر پر کیا گزرتی ہے -

یادم نمی کنی و زیادم نمی روی		عمرت دراز باد فراموش کارِ من

تا باز شناختم من این پای ز دست افسوس کہ در حساب خواہند نہاد	۴	این چرخ فرومایہ مرا دست ببست عمری کہ مرا بے می و معشوق گذشت

جب سے میں ہاتھ اور پاؤں میں تمیز کرنے لگا ہوں (یعنی جب سے میں نے ہوش سنبھالی ہے) اس کمینہ آسمان نے میرے ہاتھ باندھ دئے ہیں - افسوس ہے کہ میری وہ عمر بھی حساب میں شمار ہوگی - جو بغیر شراب اور معشوق کے گزری ہے -

مطلب یہہ کہ وہ زندگی فی الحقیقت زندگی ہی نہیں جو بغیر شراب اور معشوق کے گزرے - یا یہہ کہ جو زمانہ ہجر میں گزرا وہ اتنا لمبا نظر آتا ہے کہ اگر اوسے عمر میں محسوب کیا جائے - تو باقی عمر کچھ نہیں رہتی -

کب سے ہوں کیا بتاؤں جہانِ خراب میں		شبہائے ہجر کو بھی رکھوں گر حساب میں

(غالب)

خرم نبود زیست دلِ پُر غم را من تلخی عالم بتو خوش میکردم	۵	ہجر تو حزین کرد دلِ خرم را با تلخی ہجرت چہ کنم عالم را

دلِ غمگین کے ساتھ زندگی کا کچھ حظ نہیں - تیرے ہجر نے میرے خوشباش دل کو غمزدہ کر دیا ہے - میں دنیا کی تلخی کو تیری صحبت سے خوشگوار بنا لیتا تھا - اب تیرے ہجر کی تلخی میں دنیا میرے کس کام کی ہے -

ای آنکہ گزیدۂ جہانی تو مرا از جاں صنما عزیز تر چیزی نیست	۶	خوشتر ز دل و دیدۂ و جانی تو مرا صد بار عزیز تر ازانی تو مرا

اے کہ تو میرے نزدیک جہان کا انتخاب ہے - میرے نزدیک تو دل و دیدہ اور جان سے زیادہ عزیز ہے - اے معشوق جان سے کوئی چیز زیادہ پیاری نہیں - لیکن تو میرے نزدیک جان سے بدرجہا زیادہ عزیز ہے -

امشب بر ما مست کہ آورد ترا نزدیک کسی کہ بے تو در آتش بود	۷	در پردہ درین دست کہ آورد ترا چون باد ہمی جست کہ آورد ترا

آج ہمارے پاس تجھے مستی کی حالت میں کون لے آیا - اس طریقے سے در پردہ تجھے کون لے آیا - اوس شخص کے پاس جو تیرے ہجر میں جل رہا تھا اور ہوا کی طرح تڑپ رہا تھا - تجھے کون لے آیا -

دست - بمعنی طریقہ - لفظ دست بہت معنوں میں استعمال ہوتا ہے -

عاشق عالم یاس میں بیٹھا ہو اور معشوق اتفاقاً آجائے - تو عاشق حیران ہو ہو کر پوچھتا ہے کہ یہ کیا ہوا -

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے		کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

بر پای تو بوسہ دادن ای شمع طرب دست من و دامن خجالت ہر روز	۸	بہ زان باشد کہ دیگران را بر لب پای من و جستن وصالت ہر شب

اے شمع طرب! تیرے پاؤں کا بوسہ اوروں کے لبوں کے بوسے سے بہتر ہے - تمام دن میرا ہاتھ ہوتا ہے اور دامن خجالت

اور تمام رات میرے پاؤں ہوتے ہیں اور تیری تلاش۔
یعنی رات بھر تجھے ڈھونڈھتا رہتا ہوں۔ اور دن بھر رات کی اس آوارہ گردی پر عرقِ خجلت میں غرق رہتا ہوں۔

آں بت کہ دلم زہجر او زار شدہ است من در طلب علاج خود چوں کوشم	۹	او جای دگر بغم گرفتار شدہ است چوں آنکہ طبیب ماست بیمار شدہ است

وہ معشوق جس پر میرا دل فریفتہ ہے۔ وہ کسی اور جگہہ غم میں گرفتار ہو گیا ہے۔ اب میں اپنا علاج کیسے کروں۔ جب کہ میرا طبیب ہی بیمار ہو گیا ہے۔

معشوق خود کسی اور معشوق پر عاشق ہو گیا ہوگا۔ ع
مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

ای می لب لعل یار رسیدار بدست زاں شد زمی لعل قدح برخوردار	۱۰	زاں رو کہ شگرف داری این کار بدست کاورد بخون دل لب یار بدست

اے شراب! معشوق کے لبِ لعل کو قابو میں رکھ۔ کیونکہ یہہ عجیب کام تجھے ہاتھ لگا ہے۔ پیالہ کو شراب سرخ اس لئے نصیب ہوئی کہ وہ اپنے خون دل کے بدلے معشوق کے لب تک پہونچتا ہے۔

مطلب یہہ کہ پیالے کو معشوق کے لب لعل کا بوسہ اوسی وقت نصیب ہوتا ہے جب کہ وہ اُسے اپنا خون دل (یعنی شراب) پلاتا ہے۔

با ما نگذارند دمی یارانت	۱۱	غمخوار شدم ز دست غمخوارانت

خورشید تو در روزنِ ما چون افتد		کز ذرّہ فزون اند ہوا دارانت

تیرے دوست (یعنی رقیب) تجھے ہمارے پاس ایک دم بھی نہیں چھوڑتے ہیں تیرے دوستوں کے ہاتھ سے غمگین ہو گیا ہوں۔ تیرا خورشید ہمارے روزنِ (دل) پر کس طرح پرتو افگن ہو جب کہ تیرے چاہنے والے ذرّوں سے بھی تعداد میں زیادہ ہیں۔
غمخوار ۔ ۱ غمگیں ۔ ۲ دوست خیرخواہ ۔ خورشید کے لئے ذرّہ کی ہواداری ظاہر ہے۔

مگر مرزا غالب رقیبوں کے ساتھ معشوق کے ربط وضبط سے مایوس نہیں ہوتے اور فرماتے ہیں۔

تمہاری طرز و روش جانتے ہیں ہم کیا ہے		رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے

ساقی دلِ ما کہ دانۂ مہر تو کاشت دامن مفشاں تو ناز بر اہلِ نیاز	۱۲	مہر تو نہفتہ تا ابد خواہد داشت کز دامنِ تو دست نخواہیم گذاشت

اے ساقی! ہمارے دل نے تیری محبت کا بیج بو یا ہے۔ ہمارا دل تیری محبت کو ابد الآباد تک اپنے اندر چھپائے رکھے گا۔ ہم نیازمندوں کو ناز سے دور نہ ہٹا۔ کیونکہ ہم تیرے دامن کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔

دامن افشاندن (از چیزے یا بر چیزے) دور داشتن خویشتن را از چیزے۔ (بہارِ عجم)

عشقت نہ سرسری ست کہ از سر بدر شود عشقِ تو در وجودم و مہرِ تو در دلم		مہرت نہ عارضی ست کہ جائے دگر شود با شیر اندرون شد و با جاں بدر شود

(حافظ)

ساقی زمی کہ لعلت آں راساقیست مشتاقم از اں بدیدنت گستاخم	۱۳	دل برنکنم تا دمی ازمن باقیست گستاخی من ز غایتِ مشتاقیست

اے ساقی جب تک میرے دم میں دم ہے اوس شراب سے جس کا ساقی تیرا لبِ لعل ہے میں اپنے دل کو نہیں ہٹاؤں گا۔ میں تیرے دیدار کا مشتاق ہوں اس لئے اس بارے میں گستاخ ہوں۔ میری گستاخی غایتِ اشتیاق کی وجہ سے ہے۔

مئے کہ لعلت آں را ساقی ست - یعنی بوسۂ لبِ لعل۔

در عشقِ تو ام از ملامت ننگے نیست آں شربتِ عاشقی ہمہ مرداں راست	۱۴	با بیخرداں درین سخن جنگے نیست نامرداں را ازیں قدح رنگے نیست

میں تیرے عشق میں ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔ بے عقل لوگوں کے ساتھ میں اس بارے میں بحث نہیں کرتا۔ عاشقی کا شربت صرف مردوں کے لئے ہے۔ نامرد لوگ اس پیالے کی کیفیت سے ناآشنا ہیں۔

دھمکی میں مرگیا جو نہ بابِ نبرد تھا		عشقِ نبرد پیشہ طلبگارِ مرد تھا

گفتم کہ مگر درست باشد عہدت کے دانستم کہ ہمچو بنیادِ جہاں	۱۵	بر قاعدۂ نخست باشد عہدت ای نورِ دو دیدہ سست باشد عہدت

میں نے سمجھا کہ تیرا وعدہ پکا ہوگا۔ تیرا قول و قرار پہلے کی طرح مضبوط ہوگا۔ اے میری آنکھوں کے نور مجھے کب معلوم تھا کہ تیرا عہد دنیا کی بنیاد کی طرح بے بنیاد ہوگا۔

ببزم بادہ ہر الفت خوانمت روزے		بنائے وعدہ شناسم کہ بودہ است بر آب

گفتم کہ سرِ زلفِ تو بس سرخوردست گفتم روزی زقامتت برنخورم	۱۶	گفتا کہ تو تن بنہ اگر سرخوردست گفتا کہ زسرو کے کسی برخوردست

میں نے کہا کہ تیری زلف نے بہت لوگوں کو قتل کیا ہے۔ (یا تیری زلف میں بہت پیچ وخم ہیں) اُس نے جواب دیا کہ اگر ایسا ہے تو تُو سرِ تسلیم خم کر دے۔ میں نے کہا کہ میں نے تیرے قد سے کبھی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ اُس نے جواب دیا کہ سرو سے کب کسی نے پھل کھایا ہے۔

تن بنہ - راضی برضا ہو جا۔ سرِ تسلیم خم کر دے۔ سرخوردست اور تن بنہ کی لفظی رعایت ظاہر ہے۔ قامتِ معشوق کو سرو سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اس لئے کہا کہ "زسرو کے کسے برخوردست" سرو کا پھل نہیں ہوتا۔

دہ عقل و نہ رواق و از ہشت بہشت از پنج حواس و چار ارکان و سہ روح	۱۷	ہفت اخترم از شش جہت این نامہ نوشت ایزد بدو عالم چو تو یک کس نہ سرشت

عقولِ عشرہ نے نو آسمانوں اور آٹھ بہشتوں سے۔ اور سات ستاروں نے شش جہات سے مجھے پیغام بھیجا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حواسِ خمسہ۔ اربعہ عناصر اور تین روحوں سے دونوں جہانوں میں تجھ جیسا ایک آدمی بھی پیدا نہیں کیا۔

دہ عقل - یا عقولِ عشرہ۔ مراد دس فرشتے۔ اکثر حکیموں کے نزدیک فرشتے صرف دس ہیں۔ کہتے ہیں کہ خداوند تعالے نے پہلے ایک فرشتہ پیدا کیا۔ اس فرشتے نے ایک اور فرشتہ اور ایک آسمان پیدا کیا۔ دوسرے فرشتے نے ایک اور فرشتہ اور ایک آسمان پیدا

کیا۔ علےٰ ہذا القیاس دس فرشتے اور نو آسمان پیدا ہوئے۔

نہ رواق ۔ نہ فلک۔ نہ آسمان۔ ۱ فلک الافلاک یا عرش۔ ۲ فلک ثوابت۔ ۳ فلک زحل۔ ۴ فلک مشتری۔ ۵ فلک مریخ۔ ۶ فلک شمس۔ ۷ فلک زہرہ۔ ۸ فلک عطارد۔ ۹ فلک قمر۔

ہشت بہشت ۔ ۱ بہشت خُلد۔ ۲ دار السلام۔ ۳ دار القرار۔ ۴ جنت عدن۔ ۵ جنت الماوےٰ۔ ۶ جنت النعیم۔ ۷ علیین۔ ۸ فردوس۔

ہفت اختر ۔ ۱ قمر۔ ۲ عطارد۔ ۳ زہرہ۔ ۴ شمس۔ ۵ مریخ۔ ۶ مشتری۔ ۷ زحل۔ ان کے ہندی نام بہ ترتیب مذکور حسب ذیل ہیں۔ سوم۔ بدھ۔ سکر۔ آئت۔ منگل۔ برہسپت۔ سنیچر۔ فارسی نام اُسی ترتیب سے یہہ ہیں۔ ماہ۔ تیر۔ ناہید۔ خورشید۔ بہرام۔ برجیس۔ کیوان۔

شش جہت ۔ شرق۔ مغرب۔ شمال۔ جنوب۔ اوپر نیچے۔

پنج حواس ۔ حواس خمسہ ظاہری یہ ہیں۔ ۱ قوت باصرہ۔ ۲ قوت سامعہ۔ ۳ قوت شامہ۔ (۴) قوت ذائقہ۔ ۵ قوت لامسہ۔ باطنی یہہ ہیں۔ ۱ حس مشترک۔ ۲ خیال۔ ۳ وہم۔ ۴ حافظہ۔ ۵ متصرفہ۔

چار ارکان ۔ اربعہ عناصر۔ ۱ آب۔ ۲ باد۔ ۳ خاک۔ ۴ آتش۔

سہ روح ۔ موالید ثلثہ۔ ۱ روح جمادی۔ ۲ روح نباتی۔ ۳ روح حیوانی۔ (ماخوذ از برہان قاطع۔ غیاث اللغات۔ ہفت قلزم وبہار عجم)

حکیم صاحب نے اس رُباعی میں ایک سے لیکر دس تک متواتر گنتی کی ہے۔ مطلب صرف یہہ ہے کہ میرا معشوق لاثانی ہے۔

بر روئے تو زلف را اقامت ہوس است	۱۸	سر فتنہ روم را قیامت ہوس است
زاہد روئے تو محراب نشین شد چشمت		آن کافر مست را امامت ہوس است

زلف کی خواہش ہے کہ تیرے چہرے پر پڑی رہے۔ اس فتنہ روم کی خواہش ہے کہ قیامت برپا ہو جائے۔ تیری آنکھ محراب ابرو میں جانشین ہے۔ اس کافر مست کی خواہش ہے کہ امام بنے۔

فتنہ روم۔ علاماتِ قیامت سے ہے۔ روم کو چہرے سے اس لئے تشبیہ دی ہے کہ رومی خوشس رنگ ہوتے ہیں۔ زلف کو کافر کہا جاتا ہے۔ اسس لئے زلف کا چہرہ پر پڑنا گویا کفار کا اہل اسلام پر حملہ آور ہونا ہے جو قربِ قیامت کی دلیل ہے۔ یوں بھی معشوق کے چہرے پر زلف کا گرنا عاشقوں کے لئے ایک قیامت خیز منظر ہے۔ ابرو کو محراب سے تشبیہ دیتے ہیں اس لئے آنکھ کو محراب نشین یعنی امام کہا ہے۔

در عالم بے وفا کہ منزل گہ ماست	۱۹	بسیار بجستیم یقینا سے کہ مراست
چوں روئے تو ماہ نیست روشن گفتم		چوں قد تو سرو نیست میگویم راست

بے وفا دنیا میں جو ہماری منزل گاہ ہے میں نے اپنے قیاس کے مطابق بہت تلاشش کی لیکن میں کہتا ہوں کہ چاند تیرے چہرہ کے برابر روشن نہیں ہے (یا میں صاف کہتا ہوں کہ چاند تیرے چہرے کے برابر نہیں ہے) اور میں کہتا ہوں کہ سرو تیرے قد کے برابر سیدھا نہیں ہے (یا میں سچ کہتا ہوں کہ سرو تیرے قد کے برابر نہیں ہے)۔

تیسرا اور چوتھا مصرعہ دو طرح سے پڑھا جا سکتا ہے "چوں

روئے تو ماہ نیست - روشن گفتم" یا "چوں روئے تو ماہ نیست روشن نہ گفتم" اسی طرح "چوں قدِ تو سرو نیست - می گویم راست" یا "چوں قد تو سرو نیست - می گویم - راست"۔

از بادِ صبا دلم چو بوئ تو گرفت	۲۰	مارا بگذاشت جستجوئ تو گرفت
اکنون ز منش ہیچ نمی آید یاد		بوئ تو گرفتہ بود خوئ تو گرفت

بادِ صبا کے ذریعے میرے دل کو تیری خوشبو پہونچی چنانچہ وہ مجھے چھوڑ کر تیری جستجو میں روانہ ہوگیا - اب وہ مجھے کبھی یاد نہیں کرتا - گویا اوس نے تیری خو بو اختیار کرلی ہے (تیری خوشبو اسی کیا پہونچی کہ تیری خو بھی اختیار کرلی -)

معشوق کی عادت ہے کہ عاشق کو کبھی یاد نہیں کرتا اور نہ اس کے پاس آتا جاتا ہے - عاشق کا دل بھی معشوق کے پیچھے ایسا گیا کہ اب عاشق کی خبر نہیں لیتا - گویا معشوق کی عادت اختیار کرلی ہے

یہہ رُباعی رباعیات ابوالخیر میں بھی درج ہے (۱) تذکرۂ آتشکدۂ آذر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رُباعی درویش مقصود تیر گر کی ہے -

ای عارضِ تو نہادہ بر نسرین طرح	۲۱	روئ تو فگندہ بر بتان چین طرح
دی غمزۂ تو دادشہِ مائل را شہ		اسپ و رخ و فیل و بیذق و فرزین طرح

اے کہ تیرے رُخسار نے نسرین کو مات کیا ہے - اور تیرے چہرہ نے بتان چین کو مات کیا ہے - اور اے کہ تیرے

(۱) دیکھو رُباعیات ابوسعید ابوالخیر مطبوعۂ لاہور - (۲) دیکھو آتشکدۂ آذر - ترجمۂ درویش مقصود تیر گر - ۱۲ -

غمزے نے عاشق کے شہ کو اسپ و رخ - فیل و بیذق اور فرزیں کی طرح دی ہے (یعنی مات کیا ہے)

طرح - بمعنی انداختن و افگندن وغیرہ و بمعنے فوج کہ برائے امدادِ جمیع افواج باشد - و در اصطلاح شطرنج بازاں بمعنی آنکہ شاطر یک دو مہرہ را در بازی از حریف برداشتہ - طرح دادن دہادن و افگندن - مات کرنا - شکست دینا - شہ - اسپ - رُخ - فیل - بیذق (پیادہ) فرزیں اسمائے آلات شطرنج -

دل چراغیست کہ نور از رخ دلبر گیرد صفتِ شمع بہ پروانہ دلی باید گفت	۲۲	وا بمیرد ز غمش زندگی از سر گیرد کیں حدیثیست کہ با سوختگاں درگیرد

دل ایک ایسا چراغ ہے جو معشوق کے چہرے سے روشنی حاصل کرتا ہے - اگر اس کے غم میں بجھ جاتا ہے تو پھر از سرِ نو زندہ (روشن) ہو جاتا ہے - شمع کی تعریف کسی پروانہ دل آدمی کے سامنے بیان کرنی چاہئے - کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے جو صرف جلے ہوئے لوگوں پر اثر کر سکتی ہے -

درگیرد - درگرفتن - اثر کرنا - آگ لگنا - لہذا سوختگان اور درگیرد کی معنوی رعایت ظاہر -

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را		ہر زماں از عشق جانے دیگر است
از واقعۂ ترا خبر خواہم کرد با عشق تو در خاک فرو خواہم شد	۲۳	واں را بدو حرف مختصر خواہم کرد با مہر تو سر ز خاک بر خواہم کرد

میں واقعۂ (موت) سے تجھے اطلاع دیتا ہوں - (یعنی تجھے بتاتا ہوں کہ میری موت کس طرح ہوئی) اور اس بات کو صرف

دو لفظوں میں مختصر طور سے بتاتا ہوں - تیرا عشق لے کر میں مٹی میں جاؤں گا - اور تیرا عشق لے کر مٹی سے سر اُٹھاؤں گا -

مطلب یہ ہے کہ تیرا عشق قبر میں میرے ساتھ جائے گا اور روز حشر تک باقی رہے گا -

دیدہ زا ندم کہ بشوق تو نہد سر بہ لحد		تا دم صبح قیامت نگراں خواہد بود
کشتۂ غمزۂ خود را بزیارت دریاب		کہ دریں خاک ہماں دل نگرانست کہ بود

(حافظ)

عشقے کہ مجازی بود آبش نبود عاشق باید کہ سال و ماہ شب و روز	۲۴	چوں آتش نیم مردہ تابش نبود آرام و قرار و خورد و خوابش نبود

جو عشق مجازی ہو اس میں آب نہیں ہوتی - نیم مُردہ آگ کی طرح اس میں روشنی نہیں ہوتی - عاشق کو چاہیئے کہ ہمیشہ کے لئے دن اور رات بے آرام - بے قرار اور بے خور و خواب رہے -

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ عشق مجازی اور عشق حقیقی کے متعلق فرماتے ہیں -

عشق زا وصاف خدائے بے نیاز زانکہ آں مس زر اندود آمد است چوں رود نور و شود پیدا دخاں چوں شود پیدا دخانِ غم فزا وا رود آں حسن سوئے اصل خود قلب را کہ زر زروئے او بہ جست		عاشقی بر غیر او باشد مجاز ظاہرش نور اندروں دود آمدست بفسرد عشق مجازی آن زماں بفسرد نے عشق ماند نے ہوا جسم ماند گندہ و رسوا و بد بازگشت آں زر بکان خود نشست

پس بس رسوا بماند دود وش		زو سیہ رو تر بماند عاشقش
عشق بیٹایاں بود بر کان زر		لاجرم ہر روز باشد بیشتر
مرحبا اے کانِ زر لاشک فہک		زانکہ کاں را در زری نبود شریک
عشق ربانی ست خورشید کمال		امر نور او ست خلقاں چوں ظلال
گویند ہر آں کساں کہ باپرہیز اند	۲۵	زاں ساں کہ بمیرند چناں برخیزند
ما با مے و معشوق ازاں ہم مقیم		بوتا کہ بحشر ما چناں انگیزند

ـــــا وہ لوگ جو پرہیزگار ہیں کہتے ہیں کہ آدمی جس حالت میں مرینگے اُسی حالت میں اُٹھائے جائیں گے۔ ہم اسی لئے ہمیشہ شراب اور معشوق کی صحبت میں رہتے ہیں تاکہ حشر کے دن ہم کو اسی حالت میں اُٹھائیں۔

خطے کہ بروے یار برخاستہ شد	۲۶	تا ظن نبری کہ حُسن او کاستہ شد
در باغ رخش بہر تماشائے دلم		گل بود و بسبزہ نیز آراستہ شد

معشوق کے چہرے پر جو خط آیا ہے۔ یہ گمان نہ کر کہ اُس کا حُسن کم ہوگیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اُس کے چہرے کے باغ میں میرے دل کے تماشا کے لئے پھول تو پہلے موجود تھا اب سبزہ نے اس باغ کو اور بھی آراستہ کردیا ہے۔

رُخسار کو گل اور خط کو سبزہ کہا ہے۔

خط بیں کہ فلک بر رخ دلخواہ نوشت		بر گل رقم بنفشہ ناگاہ نوشت

(شفیعائی آثر)

بعض تذکروں میں لکھا ہے کہ یہ رباعی مولانا عمعق بخاری کی ہے (۱)

(۱) دیکھو آتشکدہ آذر صفحہ (۲۴۳)۔

زلفین تو با مشکِ ختن بازی کرد بالائے ترا بسرو نسبت کردم	۲۷	با لعلِ لبِ تو روح دمسازی کرد زاں روز سہی سرو سرافرازی کرد

تیری زلف عنبر نے مشک ختن کے ساتھ مقابلہ کیا ہے۔ روح نے تیرے لب لعل کے ساتھ دوستی پیدا کی ہے۔ میں نے تیرے قد کو سرو کے ساتھ تشبیہ دی اس لئے سرو سہی (اس تشبیہ پر) فخر کر رہا ہے۔

زلفین ۔ صیغۂ تثنیہ از زلف (از تصرف فارسی زبانان متعربست ۔) دوسرے مصرعے کا مطلب یہہ ہے کہ تیرا لب لعل جان پروری میں روح کے برابر ہے ۔ **سہی** ۔ راست ۔ سیدھا ۔ عموماً لفظ سرو اور لفظ قد کے ساتھ استعمال کرتے ہیں ۔

سودائے ترا بہانۂ بس باشد در کشتنِ ما حاجتِ چشم چو تیغ	۲۸	مستانۂ ترا ترانۂ بس باشد ما را بسرِ تازیانۂ بس باشد

تیری محبت کے سودا کو (تیز ہونے کے لئے) صرف بہانہ ہی چاہئے ۔ تیرے مست کو (بدمست ہونے کے لئے) ایک ترانہ ہی کافی ہے ۔ ہمارے قتل کرنے کے لئے آنکھوں سے تلوار کا کام لینا ضروری نہیں ۔ صرف ایک تازیانہ کافی ہے ۔ سرِ تازیانہ سے مراد اشارۂ ابرو ہے ۔

معشوق کہ عمرش چو غمم باد دراز بر چشمِ من انداخت دمی چشم و برفت	۲۹	امروز تلطفی بنو کرد آغاز یعنی کہ نکوئی کن و در آب انداز

معشوق کہ خدا اُس کی عمر کو میرے غموں کی طرح لمبا کرے ۔

آج نئے انداز سے مجھ پر مہربان ہوا ہے - میری آنکھوں سے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں ملائیں - اور پھر چلا گیا - وہی مثال ہے کہ نیکی کر اور پانی میں ڈال -

چشم بہ چشم انداختن - آنکھ سے آنکھ ملانا - مثلاً

ندارد تو تیائی چشم من جز سرمۂ چشمت		شود روشن اگر چشمے بچشم من بیندازی

(بہار عجم)

نکوئی کن و در آب انداز - مشہور مثل ہے - یعنی بغیر توقع عوض کسی کے ساتھ نیکی کرنا - نیکی کرکے بھلا دینا - یہاں طنزاً حکیم صاحب نے اس مثل کے اُلٹے معنے لئے ہیں - یعنی نیکی کرکے برباد کرنا -

مطلب یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے میرے پاس بیٹھا اور پھر مجھے با چشم گریاں چھوڑ کر چلا گیا - گویا نیکی کرکے اوس کو برباد کر دیا -

ما حاصل عمر را بدمے بفروشیم در یکدم اگر ہزار جاں دست دہد	۳۰	صد خرمن شادی بغمے بفروشیم در حال بخاک قدمے بفروشیم

ہم تمام عمر کے حاصل کو ایک دم میں دیا ایک دم کے بدلے) بیچ ڈالتے ہیں - خوشی کے صدہا خرمن (انبار) ایک غم (یعنی غم عشق) کے بدلے بیچ دیتے ہیں - اگر ایک ہی وقت میں ہمیں ہزار جانیں مل جائیں تو ان تمام کو کسی (معشوق) کے قدم کی خاک پر نثار کر دیں -

یہہ رُباعی کُلیات سعدی میں بھی موجود ہے - (۱)

---

(۱) دیکھو کلیات سعدی صفحہ ۲۵۱ - ۱۲ -

گفتم کہ دگر چشم بدلبر نہ کنم دیدم کہ خلافِ طبعِ موزون من است	۳۱	صوفی شوم و گوش بہ منکر نہ کنم توبہ کردم کہ توبہ دیگر نہ کنم

میں نے کہا کہ اس کے بعد میں دلبر کی طرف نہیں دیکھوں گا صوفی بن جاؤں گا۔ اور منکرات پر کان نہیں دھرونگا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ یہہ (ناموزون) بات میری موزون طبیعت کے خلاف ہے۔ اس لئے میں نے توبہ کی کہ پھر توبہ نہیں کروں گا۔

مطلب یہہ ہے کہ میں نے حسن پرستی اور سماع سرود سے توبہ کی تھی لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ کوئی موزوں طبیعت اس توبہ پر قائم نہیں رہ سکتی۔ اس لئے اب میں نے اسی توبہ ہی توبہ کرلی۔

یہہ رباعی بھی کلیات سعدی میں موجود ہے (۱)

در عشق تو صد گونہ ملامت بکشم گر عمر وفا کند جفا ہائے ترا	۳۲	واربشکنم این عہد غرامت بکشم بارے کم ازانکہ تا قیامت بکشم

میں تیرے عشق میں سو طرح کی ملامتیں اٹھاؤں گا۔ اور اگر میں یہہ وعدہ توڑدوں تو تاوان دوں گا۔ اگر عمر وفا کرے تو میں تیری ظلموں کو کم از کم قیامت تک برداشت کرتا چلا جاؤں گا۔

بارے کم ازانکہ۔ یعنی اس سے کم کیا ہوگا۔

فرزین صفتا کہ مست غمہات شدم ازبازی فیل و شاہ چون در ماندم	۳۳	وازاسپ پیادہ جفاہات شدم رخ بر رخ اونہادم و مات شدم

اے عقل کی صفت والے معشوق میں تیرے عشق کے غموں

(۱) دیکھو کلیات سعدی صفحہ ۲۵۲ – ۱۳

میں مست ہو گیا ہوں - اور تیری اسپ بازی سے تیرے ظلموں کا پیادہ بن گیا ہوں - فیل اور شاہ کی بازی سے جب میں درماندہ ہو گیا تو اوس کے رُخ پر رُخ رکھ کے مات ہو گیا -

فرزین - شطرنج کا وزیر - عقل مند آدمی - فرزانہ - اسپ - پیادہ فیل - شاہ اور رُخ آلات شطرنج کے نام ہیں - یہاں رُخ سے دونوں معنوں کی طرف اشارہ ہے (اوس کے مُنہ پر مُنہ رکھ کے) مات بھی شطرنج کی اصطلاح ہے -

مطلب یہ ہے کہ میں عشق میں بازی ہار بیٹھا ہوں - دُنیاداری کی طرف سے تھک کر معشوق کے ساتھ واصل ہو کر فنا فی المعشوق ہو گیا ہوں -

بازلف تو گر دست درازی کردم در زلف تو دیدم دل دیوانہ خویش	۳۴	از روی حقیقت نہ مجازی کردم من با دل خویش دست بازی کردم

میں نے اگر تیری زلف کے ساتھ دست درازی کی ہے تو یہ دست درازی حقیقی معنوں میں تھی نہ کہ مجازی رنگ میں - میں نے تیری زلف میں اپنے مجنوں دل کو دیکھا - گویا میں نے اپنے دل کے ساتھ دست بازی کی ہے -

دست بازی - انبساط - ملاعبت - شطرنج کی ایک اصطلاح بھی ہے -

گر در گیری چگونہ پرواز کنم یک لحظہ سرشک دیدہ می نگذارد	۳۵	با عشق دوئی چگونہ آغاز کنم تا چشم بروی دگرے باز کنم

اگر تو مجھے اپنا بنا لے تو پھر میں اور کہاں جا سکتا ہوں - عاشق ہو کر دوئی کس طرح کر سکتا ہوں - میرے آنسو مجھے ایک لحظہ بھی اس

بات کی فرصت نہیں دیتے کہ میں کسی اور کی طرف دیکھ سکوں۔

مسکین دل دردمند دیوانۂ من روزی کہ شرابِ عاشقی میدادند	۳۶	ہشیار نشد زعشق جانانۂ من درخون جگر زدند پیمانۂ من

میرا مسکین۔ دردمند اور دیوانہ دل معشوق کی محبت میں ایسا مست ہوا کہ پھر کبھی ہشیار نہ ہوا۔ جس دن (عاملانِ قضا و قدر نے) مجھے عشق کی شراب پلائی۔ میرے پیمانہ کو خون جگر سے پُر کیا۔

روزے کہ مقدسانِ خاکی مسکن چوں لالہ بخونِ مژہ آلودہ کفن	۳۷	گردند سوار باز بر مرکب تن از خاکِ سر کوئے تو برخیزم من

جس دن (یعنی حشر کے دن) مسکنِ خاکی کے مقدس لوگ (یعنی مُردے) دوبارہ جسم کے گھوڑے پر سوار ہوں گے میں لالہ کی طرح خونِ مژگاں سے کفن کو رنگین کئے تیرے کوچے کی خاک سے اٹھونگا۔
عاشق کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ معشوق کے کوچے میں ہی مدفون ہو اور وہاں ہی اوس کا حشر ہو۔

اے آبحیات مضمر اندر لبِ تو گر خونِ صراحی نخورم مردنیم	۳۸	مگذار کہ بوسد لب ساغر لبِ تو او خود کہ بود کہ لب بنہد بر لبِ تو

اے معشوق تیرے لبوں میں آبِ حیات پوشیدہ ہے لب ساغر کو اجازت نہ دے کہ وہ تیرے لبوں کو چومے۔ اگر میں صراحی کا خون (شراب) نہ پیوں تو مردنہیں۔ اُس کی کیا حقیقت ہے کہ وہ تیرے لب پر لب رکھتی ہے۔
شراب نوشی کا اچھا بہانہ ہے۔ معشوق شراب پیتا ہے

اور لبِ ساغر لبِ معشوق کو بوسہ دیتا ہے ۔ اس غیرت سے عاشق کو غصّہ آتا ہے اس لئے وہ خونِ ساغر (یعنی شراب) پیتا ہے ۔

روزے بینی مرا تو مست افتادہ دستار ز سر قدح ز دست افتادہ	۳۹	در حلقۂ زلفِ بت پرست افتادہ در پائے تو سر نہادہ پست افتادہ

ایک دن تو دیکھے گا کہ میں مست پڑا ہوں گا ۔ حلقۂ زلف میں بُت پرست ہو کر پڑا ہوں گا ۔ دستار سر سے گری ہوگی ۔ پیالہ ہاتھ سے گرا ہوگا ۔ تیرے پاؤں پر سر رکھا ہوگا اور زمیں پر پڑا ہوگا۔

اس رُباعی میں حکیم صاحب نے پوری بدمستی کا نقشہ کھینچا ہے ۔ مگر اس حالت میں بھی سر کو معشوق کے پاؤں سے نہیں ہٹاتے ۔

جانانِ کدام دست برخاستۂ خوبانِ جہاں بعید رو آرایند	۴۰	کز طلعتِ خویش ماہ را کاستۂ تو عید بروئے خویش آراستۂ

اے معشوق تو کس انداز سے اُٹھا ہے (یا کس ہاتھ نے تجھ بنایا ہے) کہ تو نے اپنے چہرے کے سامنے چاند کو بے رونق کر دیا ہے ۔ باقی حسین عید کے دن اپنے چہرے کو آراستہ کرتے ہیں تو نے اپنے چہرے سے ہی عید کی آرائش پیدا کر لی ہے ۔

روزے دو سہ شد کہ بندہ نہ نواختۂ زاں می ترسم کہ دشمناں اندیشید	۴۱	واندیشۂ بد کرما نہ پرداختۂ کز چشم عنایتم بینداختۂ

مدت ہوئی کہ تو نے بندہ نوازی نہیں کی ۔ کبھی عالمِ خیال

میں بھی میں یاد نہیں کیا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں دشمن یہ نہ کہیں - کہ تو نے مجھے نظرِ عنایت سے گرا دیا ہے۔

یہ رُباعی کلیات سعدی میں بھی موجود ہے۔ (۱)

کہیں کہیں نہ ستم دیکھ کر مجھے محروم		یہ اُنکے بندے ہیں جنکو کرم کہتے ہیں

امشب کہ حضورِ یار جان افروز است	۴۲	بختم بخلافِ دشمناں فیروز است
گو شمع بمیر و مہ فروشو کہ مرا		آنشب کہ تو در کنار باشی روز است

آج رات معشوق کی موجودگی جان کو روشن کر رہی ہے میرا بخت علی الرغم دشمناں یاور ہے۔ شمع بے شک بجھ جائے اور چاند بے شک غروب ہو جائے۔ جس رات تو میرے پاس ہو وہ رات رات نہیں بلکہ دن ہے۔

کلیاتِ سعدی میں یہ رُباعی اس طرح لکھی ہے (۲)

ہر شب کہ تو در کنارم آئی روز است		واں روز کہ با تو میرود نوروز است
گو شمع بمیر و مہ فروشو کہ مرا		آں شب کہ تو در کنار باشی روز است

مگر مضمون اور قافیہ کے رو سے یہ صورت درست نہیں۔

گر دولت و بخت باشد و روز بہی	۴۳	در پائے تو سر بیازم اے سروسہی
سہل است کہ من در قدمت خاک شوم		ترسم کہ تو پائے بر سرِ من نہ نہی

اگر میرا بخت یاور اور نصیب اچھے ہوئے تو اے سرو قد معشوق میں تیرے پاؤں پر جان قربان کر دوں گا۔ یہ بات تو آسان ہے کہ میں تیرے قدموں پر خاک ہو جاؤں۔ لیکن ڈر اس بات کا ہے

(۱) دیکھو کلیات سعدی صفحہ ۲۵۳ - (۲) دیکھو کلیات سعدی صفحہ ۲۴۲-۱۲-

کہ تو میری خاک پر قدم بھی نہیں رکھے گا۔

یہہ رُباعی بھی شیخ سعدی علیہ الرحمت کی معلوم ہوتی ہے۔(۱)

اے مایۂ درماں نفسے بنشینی گر من چو فرہاد صفت شیفتہ ام	۴۴	تا صورت حال دردمنداں بینی عیبم مکن ایجاں کہ تو بس شیرینی

اے میرے درد کی دوا! تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جا۔ تاکہ تجھے دردمندوں کی حالت معلوم ہو جائے۔ میں اگر فرہاد کی طرح تجھ پر فریفتہ ہوں تو میرا اس میں کچھ قصور نہیں۔ کیونکہ اے جانِ جاں! تو بہت شیریں ہے۔

شیریں۔ ۱۔ نام معشوقہ فرہاد۔ ۲۔ معروف۔ یہاں دونوں معنوں کی طرف اشارہ ہے۔

یہہ رُباعی بھی کلیات سعدی میں موجود ہے۔(۲)

ہر چند کہ از گناہ بدبختم و زشت اما سحری کہ میرم از مخموری	۴۵	نومید نیم چو بت پرستاں ز کنشت می خواہم و معشوق چہ دوزخ چہ بہشت

ہر چند گناہوں کی وجہ سے میں بدبخت اور زشت ہوں۔ لیکن بُت پرستوں کی طرح کنشت سے نومید نہیں ہوں۔ لیکن بات یہہ ہے کہ صبح کے وقت جب مخموری تکلیف دیتی ہے۔ اوس وقت صرف شراب اور معشوق کی ہی خواہش ہوتی ہے۔ دوزخ اور بہشت کا خیال نہیں ہوتا۔

---

(۱) دیکھو کلیات سعدی صفحہ ۲۵۴۔ (۲) دیکھو کلیات سعدی صفحہ ۲۵۴۔۔۔

عاشق کی مستی اور اوس کے فوائد

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

(اقبال)

کاروبارِ عشق میں مجبوراً بے ہوش ہونا پڑتا ہے۔ عشق ایک آپریشن ہے جو عاشق کے دل کو آلائشِ غیر سے پاک کرنے کے لئے عمل میں لایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا آپریشن بغیر کلوروفارم کے ممکن نہیں۔

عاشق ہمہ روز مست و شیدا بادا در ہشیاری غصۂ ہر چیز خوریم	۱	دیوانہ و شوریدہ و رسوا بادا چوں مست شدیم ہرچہ بادا بادا

عاشق کو چاہئے کہ ہمیشہ مست و شیدا رہے۔ دیوانہ شوریدہ سر اور رُسوا رہے۔ ہشیاری کی حالت میں ہمیں ہر ایک چیز کا غم ہوتا ہے۔ جب مست ہو گئے۔ تو پھر کچھ فکر نہیں جو کچھ ہوتا ہے ہونے دو۔

یہ رُباعی دیوان مولانا روم میں بھی موجود ہے (۱)

(۱) دیکھو دیوان مولانا روم صفحہ ۲۵۰۔

ما و می و معشوق درین کنج خراب فارغ ز امید رحمت و بیم عذاب	۲	جان و دل و عقل و ہوش در رہن شراب آزاد ز خاک و باد و از آتش و آب

اس کنج خرابات میں ہم ہیں ۔ شراب ہے اور معشوق ۔ جان و دل اور عقل و ہوش کو رہن سے کر دیا ہے ۔ رحم کی امید اور عذاب کے ڈر سے فارغ ہو بیٹھے ہیں ۔ خاک و باد اور آتش و آب (یعنی دنیا کی تمام چیزوں) سے آزاد ہو چکے ہیں ۔

ساقی چہ کنم کہ دل کبابم زغمت ہر چند کسے خرابیم شرح دہد	۳	مدہوش تر از مست شرابم زغمت باللہ کہ بیش ازاں خرابم زغمت

اے ساقی ! کیا کروں کہ میرا دل تیرے عشق کے غم سے کباب ہو گیا ہے ۔ تیرے عشق کے غم سے میں شرابیوں سے بھی زیادہ مدہوش ہوں ۔ کوئی میری مستی (یا خرابی حال) کو کتنے ہی مبالغے سے کیوں نہ بیان کرے ۔ خدا کی قسم میں اس سے بھی زیادہ بدمست (یا خراب حال) ہوں ۔

مارا گویند دوزخی باشد مست گر عاشق مست دوزخی خواہد بود	۴	قولیست خلاف دل بآں نتواں بست فردا بینی بہشت ہمچو کف دست

لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ مست آدمی دوزخی ہوگا ۔ یہ بات خلاف واقع ہے اس کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہیئے ۔ اگر عاشق مست دوزخی ہوا تو کل دیکھو گے کہ بہشت ایک (غیر آباد) کف دست میدان ہو گا

فردا ۔ سے مراد فردائے قیامت ۔ مطلب یہ ہے کہ بہشت

تو جگہہ ہی عاشقانِ مست کی ہے ۔ اگر وہ وہاں نہ ہوئے تو اور کون ہوگا

۵

عمریست کہ مداحیِ مے وردِ من است
اسبابِ مے است ہرچہ در گردنِ من است
زاہد اگر اوستادِ تو عقل است اینجا
خوشباش کہ اُستادِ تو شاگردِ من است

مُدّت سے شراب کی تعریف میرا ورد ہے ۔ جو کچھ میرے پاس ہے شراب کے خریدنے میں صرف ہوتا ہے ۔ اے زاہد اگر عقل تیری اوستاد ہے تو خوشی کی بات ہے کہ تیرا اُستاد میرا شاگرد ہے ۔

یعنی عقل تیری اُستاد ہے اور میری شاگرد ۔ مستانِ عشق عقل کی پیروی نہیں کرتے بلکہ عقل اون کی پیروی کرتی ہے ۔

۶

آنہا کہ اسیرِ عقل و تمیز شدند
در حسرتِ ہست و نیست ناچیز شدند
رو باخبرا تو آبِ انگور گزیں
کیں بیخبراں بغورہ مویز شدند

وہ لوگ جو عقل و تمیز کے پابند ہیں ۔ ہست و نیست کی حسرتوں نے اونھیں برباد کر دیا ۔ اے باخبر! جا اور آبِ انگور (شراب) پی ۔ یہہ بے خبر لوگ تو انگورِ خام پر شیدا ہیں ۔

غورہ ۔ خوشۂ خام ۔ **مویز** ۔ انگور ۔ مُنقّیٰ

۷

گر بُت رُخِ تست بُت پرستی خوشتر
ور بادہ زجامِ تست مستی خوشتر
در ہستیِ عشق زاں سبب نیست شدم
کاں نیستی از ہزار ہستی خوشتر

اگر بُت تیرے چہرے ہی کا نام ہے تو پھر بُت پرستی ہی اچھی ہے ۔ اگر شراب تیرے پیالے کی ہو تو پھر مستی ہی اچھی ہے ۔ میں عشق کی مستی میں اس لئے فنا ہوگیا ۔ کہ یہہ فنا

بقا سے ہزار درجے اچھی ہے۔

یہہ رُباعی دیوانِ مولانا روم میں بھی موجود ہے۔ (۱)

یا یارِ خوشم جامِ شراب اولیٰ تر چوں عالمِ دوں وفا نخواہد کردن	۸	وا ز دستِ غمم دیدہ پر آب اولیٰ تر در عالمِ دوں مست و خراب اولیٰ تر

میرے نزدیک خوبصورت (یا خوش باش) معشوق کے ساتھ شراب نوشی کرنا سب چیزوں سے افضل ہے۔ غموں کے ہاتھ سے ہر وقت روتے رہنا میرے نزدیک سب سے اچھا ہے۔ جب دنیائے دوں کسی کے ساتھ وفا نہیں کرتی تو پھر دنیا میں مست اور مدہوش رہنا ہی بہتر ہے۔

تاکہ دنیا کی بے وفائی کا صدمہ محسوس نہو۔

یہہ رُباعی بادنیٰ تفاوت الفاظ دیوان حافظ میں بھی موجود ہے (۲)

ساقی کہ رسد بوصلت از یاریِ عقل از بادۂ عشق اگرچہ بدمستی زاد	۹	در خواب کہ بیندت ز بیداریِ عقل بدمستیِ عشق بہ ز ہشیاریِ عقل

اے ساقی عقل کی مدد سے کون تجھے پا سکتا ہے۔ عقل کی بیداری سے تجھے خواب میں کون دیکھ سکتا ہے۔ اگرچہ عشق کی شراب سے بدمستی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت یہہ ہے کہ عشق کی بدمستی عقل کی ہوشیاری سے بہتر ہے۔

ڈاکٹر اقبال اس کی وجہ بھی بتاتے ہیں۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

(۱) دیکھو دیوان مولانا روم صفحہ ۲۵۷ (۲) دیکھو دیوان حافظ نول کشوری۔

من ظاہر نیستی و ہستی دانم باایں ہمہ از دانش خود بیزارم	۱۰	من باطن ہر فراز و پستی دانم گر مرتبہ ورائے مستی دانم

میں نیستی اور ہستی کے ظاہر کو جانتا ہوں۔ ہر نشیب و فراز کے باطن کو جانتا ہوں۔ باوجود اس کے اگر مجھے مستی کے بعد کی مراتب کا علم ہو جائے تو اپنی اس تمام عقلمندی سے بیزار ہوں۔

ما خرقۂ زہد در سر خم کردیم باشد کہ درون میکدہ ہا دریابیم	۱۱	واز خاک خرابات تیمم کردیم عمری کہ بروں میکدہ ہا گم کردیم

ہم نے خرقۂ زہد کو خم شراب میں ڈال دیا ہے۔ اور خاک خرابات سے تیمم کیا ہے۔ خدا کرے کہ اس عمر کو جو ہم نے شراب خانے سے باہر ضائع کی ہے۔ شراب خانے کے اندر دوبارہ پالیں۔

وقت عزیز رفت بیا تا قضا کنیم	.	عمرے کہ بے حضور صراحی و جام رفت

(حافظ)

یہہ رباعی بہ ادنیٰ[1] تفاوتِ الفاظ امام غزالی علیہ الرحمت کے نام سے بھی منسوب ہے۔

اے من در بتخانہ بہ سبلت رفتہ گر ہر دو جہاں چو گوے افتند بگوے	۱۲	ترک بد و نیک جملہ عالم گفتہ بر من بجوے چو مست باشم خفتہ

اے کہ میں نے بتخانہ کے دروازے کو اپنی ریش و سبلت کی جاروب سے صاف کیا ہے۔ اور تمام جہان کے نیک و بد کو ترک

(۱) دیکھو الغزالی مصنفہ مولانا شبلی نعمانی صفحہ ۵۶-۵۷۔

کر دیا ہے۔ اگر دونوں جہان گیند کی طرح گڑھے میں گر جائیں (یعنی ہلاک ہو جائیں) تو میں دانۂ جو کے برابر بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ جبکہ میں مست، ہو کر سویا ہوتا ہوں۔

مطلب یہ کہ مستی کی حالت میں سود و زیاں کا کچھ غم نہیں ہوتا۔

گوئے - ۱گیند - ۲- گڑھا - مغاک - زمین نشیب -

رو بیخبری گزیں اگر باخبری تو بیخبری بیخبری کارِ تو نیست	۱۳	تا از کفِ مستانِ ازل بادہ خوری ہر بیخبرے راز سد بیخبری

اگر تو عقل مند ہے تو جا اور بے خبری اختیار کر۔ تاکہ مستانِ ازل کے ہاتھ سے تو شراب پیئے۔ تو بے وقوف ہے۔ بیخبر ہونا تیرا کام نہیں۔ ہر بے وقوف بے خبر نہیں ہو سکتا۔

بے خبری سے مُراد مدہوشیِ عشق ہے۔

مستی اور ہوش کے درمیان ایک حالت

نہ در مسجد گذارندم کہ رندی　نہ در میخانہ کیں خمّار خام است
میانِ مسجد و میخانہ راہیست　غریبم عاشقم آں رہ کدام است

(احمد جام ژندہ پیل)

افراط تفریط کسی معاملے میں اچھی نہیں۔ صراطِ مستقیم میانہ روی کا نام ہے۔ حکیم صاحب نے بدمستی اور مدہوشی کی تعریف میں صدہا رباعیاں لکھی ہیں۔ لیکن اس ایک رباعی میں اصل حقیقت کو بیان کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

چوں ہشیارم زمن طرب پنہان است
چوں مست شوم درخردم نقصان است
حالیست میان مستی و ہشیاری
من بندۂ آنکہ زندگانی آن است

جب میں ہوشیار رہتا ہوں تو عیش و طرب سے محروم ہوتا ہوں۔ جب مست ہوتا ہوں تو میری عقل میں نقصان واقع ہو جاتا ہے۔ البتہ مستی اور ہوشیاری کے درمیان ایک حالت ہے۔ میں اوس حالت کا طلبگار رہوں۔ کیونکہ اصلی زندگانی اُسی حالت کا نام ہے۔

ساقی نامہ

سر از اطاعتِ ساقی نمی تواں پیچید
بدستِ او خطِ ساغر خطِ غلامیِ ماست

(شفیعائی اثر)

اگر انتخاب کا مدار صرف لفظ ساقی پر رکھا جائے۔ تو

حکیم صاحب کا ساقی نامہ پوری ایک کتاب بن جائے ۔ مگر اس ساقی نامہ میں صرف وہی رُباعیات درج کی گئی ہیں ۔ جن کی کسی اور باب میں گنجائیش نہیں ہوسکی ۔

ساقی مئی ما ز عارضت خوئی گشتست سرچشمۂ فیض جز لبِ لعل تو نیست	۱	چشمت نرسد کہ چشمہا در پئی گشتست صد خضر و مسیح جرعہ نوش مئی گشتست

اے ساقی ہماری شراب تیرے پرعرق چہرے سے (ٹپکتی) ہے ۔ خدا کرے تجھ پر چشم بد کا اثر نہ ہو کیونکہ سب کی آنکھیں تجھ پر لگی ہیں ۔ فیض کا چشمہ صرف تیرے لب لعل میں ہے ۔ کئی خضر اور مسیح تیری شراب کے جرعہ نوش ہیں ۔

ساقی دل ما سوختہ از مشتاقیست جان دادن امید ست مرا در قدمت	۲	باز آ کہ طبیب دردمنداں ساقیست تا جاں بودم امیدواری باقیست

اے ساقی ہمارا دل نہایت اشتیاق سے جل گیا ہے ۔ واپس آ جا کیونکہ دردمندوں کا طبیب صرف ساقی ہی ہوتا ہے ۔ میری خواہش اور امید ہے کہ تیرے قدموں میں جان دے دوں ۔ جب تک جان میں جان ہے ۔ یہہ اُمید باقی ہے ۔

ساقی غم ما بلند آوازہ شدہ است با موئے سفید سرخوشم کز خطِ تو	۳	سرمستی من برون ز اندازہ شدہ است پیرانہ سرم بہار دل تازہ شدہ است

اے ساقی ہمارا غم بہت بڑھ گیا ہے ۔ میری سرمستی اندازے سے بڑھ گئی ہے ۔ بال سفید ہو گئے ہیں ۔ لیکن اس خوشی میں مست ہوں کہ تیرے خط سے اس پیرانہ سالی میں دل کی بہار تازہ ہو گئی ہے ۔

۴

ساقی کہ رُخت زجامِ جمشید بہ است — مُردن بہ رہت زعمرِ جاوید بہ است
خاکِ قدمت کہ روزِ من روشن ازوست — ہر ذرّہ زصد ہزار خورشید بہ است

اے ساقی تیرا چہرہ جامِ جمشید سے بہتر ہے ۔ تیری راہ میں مرنا حیاتِ جاودانی سے بہتر ہے ۔ تیرے قدموں کی خاک سے میرے دن روشن ہیں ۔ اس خاک کا ہر ذرّہ صد ہزار آفتاب سے بہتر ہے ۔

۵

ساقی کہ لبش مفرّح یاقوت است — دل را غمِ او قوّت و جاں را قوت است
ہرکس کہ نشد کشتہ بطوفانِ غمش — در کشتیِ نوح زندہ در تابوت است

وہ ساقی کہ اُس کے لب مُفرّح یاقوتی ہیں ۔ اس کے عشق کا غم دل کے لئے قوّت اور جان کے لئے غذا ہے ۔ جو شخص اس کے غموں کے طوفان میں جان نہ دے وہ کشتیِ نوح میں بھی ہو ۔ تو اُسے زندہ در گور سمجھئے ۔

مفرّح یاقوت ۔ ایک مشہور معجون جو مفرح قلب ہے ۔ یاقوت بھی اُس کا ایک جز ہے ۔

۶

ساقی حذر از غمِ توام آہ کہ نیست — صبرم ز رخت حق است آگاہ کہ نیست
مقصودِ منی و جز تو کس در دلِ من — واللہ کہ نیست ثُم باللہ کہ نیست

آہ ! اے ساقی ! تیرے غم کا مجھے کچھ ڈر نہیں ۔ خدا گواہ ہے کہ تیرے دیدار سے میں کبھی صبر نہیں کر سکتا ۔ میرا مطلوب اور مقصود تو ہی ہے اور تیرے سوا خدا کی قسم کہ میرے دل میں اور کسی کی جگہ نہیں ۔

ساقی کہ ہلاکم ز غم ہجرانت رفتی و ہزار دل ہلاک از غم تست	۷	ہر جا کہ روی دست من و دامانت باز آ کہ صد ہزار جاں قربانت

اے ساقی میں تیرے ہجر کے غم سے ہلاک ہو گیا ہوں۔ تو جہاں کہیں بھی جائے گا میرا ہاتھ ہو گا اور تیرا دامن۔ تو چلا گیا ہے اور ہزارہا دل تیرے غم میں ہلاک ہو گئے۔ واپس آجا کہ لاکھوں جانیں تجھ پر قرباں ہیں۔

ساقی نظری کہ جز ترا بندہ نیم شرمندۂ عالمم ز رسوائی لیک	۸	جز پیش تو در سجدہ سر افگندہ نیم شکریست کہ از روی تو شرمندہ نیم

اے ساقی ایک نظر ادھر بھی کہ میں تیرا ہی بندہ ہوں۔ تیرے سوا کسی کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ رسوائی کی وجہ سے تمام جہان سے شرمندہ ہوں۔ لیکن شکر ہے کہ تیری طرف سے شرمندہ نہیں ہوں۔

ساقی نظری بہ بیکساں بہر خدا ما ماہی مردہ ایم تو آب حیات	۹	بشکن تپ ما بوالہوساں بہر خدا مارا بوصال خود رساں بہر خدا

اے ساقی خدا کے لئے ہم بیکسوں پر نظر عنایت کر۔ خدا کے لئے ہم بوالہوسوں کے دل کی تپش کو دور کر۔ ہم مردہ مچھلی کی مثال ہیں اور تو آب حیات ہے۔ ہم کو خدا کے لئے اپنے وصال سے مستفید کر۔

بوالہوس ۔ بندۂ ہوس ۔ بو مخفف ابو ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ترکیب غلط ہے ۔ کیونکہ ہوس بمعنی آرزو فارسی لفظ ہے ۔ الف لام

تعریفی قبول نہیں کرسکتا۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہوس یعنی آرزو عربی لفظ بھی ہے۔ لہذا ترکیب درست ہے۔

ساقی زدرت سفر نخواہیم گرفت گیرم کہ زخاک برنگیری سرما	۱۰	گرہم بکشی عذر نخواہیم گرفت ماسر زرہِ تو بر نخواہیم گرفت

اے ساقی ہم تیرے دروازے کو چھوڑ کر کہیں نہ جائیں گے۔ اگر تو ہم کو قتل بھی کر دے تو عذر نہ کریں گے۔ یہ مانا کہ تو ہمارے سر کو خاک سے نہیں اوٹھائے گا۔ لیکن ہم بھی تیری راہ سے سر کو کبھی نہیں اُٹھائیں گے۔

ساقی قدحے کہ میگدازیم چو شمع بفرست نسیمے کز پابہ نسیم	۱۱	در آتش دل شب بدرازیم چو شمع تادر ہوس تو سربازیم چو شمع

اے ساقی ایک پیالہ دے کہ ہم شمع کی طرح جل رہے ہیں۔ رات بھر شمع کی طرح دل کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔ اپنی طرف سے کوئی نسیم بھیج تاکہ ہم بجھ جائیں۔ اور شمع کی طرح تیری آرزو میں جان دیدیں۔

ساقی مے لعل قوتِ روح ہست مرا برخیز کہ در پائے تو مردن نفسے	۱۲	دیدارِ تو خورشید صبوح ہست مرا خوشتر ز ہزار عمر نوح ہست مرا

اے ساقی شراب سُرخ ہمارے لئے روح کی غذا ہے تیرا دیدار ہمارے لئے صبح کا آفتاب ہے۔ اُٹھ کہ تیرے قدموں میں جان دینا ہمارے لئے عمر نوح سے بدرجہا بہتر ہے۔

خورشید صبوح ۔ سے مراد صبح کی شراب بھی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ

شراب کو آفتاب بھی کہتے ہیں۔ مثلاً۔

شناں کہ دانۂ انگور آب می سازند	ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

شیخ سعدی علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔

بیا پئے تاک بیا ساقیا شراب خوریم	بزیر سایہ نشینیم و آفتاب خوریم

عمرِ نوح۔ یعنی لمبی عمر۔ حضرت نوح علیہ السلام ایک ہزار سال زندہ رہے۔

زاہدانِ ریاکار اور رندانِ بادہ خوار

ترسم کہ صرفہ نبرد روز باز خواست
نانِ حلالِ شیخ ز آبِ حرامِ ما

(حافظ)

شرعی اوامر و نواہی میں سے بعض بعض کو ایک خاص رسمی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔ حالانکہ اصولِ دین کے رو سے اس اہمیت کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ جس وقت احکامِ مذہب پر رواج کا رنگ چڑھ جاتا ہے اوس وقت مسائلِ دینیہ کی صورت کچھ اور ہی ہو جاتی ہے۔ مثلاً اوامر میں سے ایک خاص امر کو رسوم

ملکی کی بنا پر باقی تمام اوامر پر ایک امتیازی ترجیح دے دی جاتی ہے اور نواہی میں سے ایک خاص ہی کو باقی تمام منکرات سے بڑھ کر بُرا سمجھا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ شریعت نے خود بھی اوامر و نواہی کے مراتب مقرر کئے ہیں اور فرض و واجب و مستحب یا کروہ و مکروہ تحریمی و حرام مطلق وغیرہ وغیرہ کہہ کر ان مدارج کی توضیح و تشریح بھی کر دی ہے لیکن یہ رسمی امتیاز ان شرعی تفریقات کے معیار پر مبنی نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر صورتوں میں ان تفریقات کو پس پشت ڈال کر ایک خانہ ساز میزان پر نیک و بد کو تولا جاتا ہے۔ شراب بھی حرام ہے اور رشوت بھی حرام ہے۔ لیکن کوئی شراب پی لے تو عام چرچا ہوتا ہے اور مرتشی کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ ریاکاری تمام عبادات کو ضائع کر دیتی ہے۔ لیکن عوام الناس اکثر زاہدان ریاکار کے ہی معتقد ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے دوسرے معاملات میں اگر ذرا سی لغزش ہو جائے تو کفر کے فتوے تک نوبت پہونچتی ہے۔ شیخ جو دست سعی و عمل توڑ کر اپنے مریدوں کے پسینے کی کمائی سے اپنا پیٹ پالتا ہے۔ حقیقت میں اس رند بادہ خوار سے بہتر نہیں جو خانۂ خرابات کا مرید ہے۔ اسی حقیقت کا اظہار خواجہ حافظ نے اس شعر میں کیا ہے جو زیب عنوان ہے۔ ایک اور موقعہ پر خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

فقیہ مدرسہ دی مست بود و فتویٰ داد	کہ مے حرام ولے بہ ز مال اوقاف است

شراب حرام ہے لیکن فقیہ صاحب مستی کی حالت میں سچ کہہ گئے کہ شراب باوجود حرام ہونے کے مال وقف پر دست درازی کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ اس قسم کے تمام اشعار صرف اس مطلب کے لئے ہوتے ہیں کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ صرف شراب ہی حرام نہیں اور کئی چیزیں بھی حرام ہیں مگر تم لوگ صرف ایک چیز کے

پیچھے پڑے ہوئے اور چیزوں کا خیال نہیں کرتے - یہ شعر مے نوشی کو جائز ثابت کرنے کے لئے نہیں ہوتے بلکہ صرف مقابلہ مقصود ہوتا ہے - اور دنیا کو یہ بتانا ہوتا ہے کہ شراب سے بدتر دنیا میں سیکڑوں چیزیں ہیں ان کے تدارک کا بھی انتظام کرنا چاہیئے - مولانا سید اکبر حسین صاحب مرحوم فرماتے ہیں -

عام الزام ہے اکبر یہ کہ پیتا ہے یہ کیوں	اس کی پرسش نہیں ہوتی کہ یہ کھاتا کیا ہے

حقیقت میں دنیا کی روش بعینہ یہی ہے - پینے کی پرسش عام ہے لیکن کھانے کا محاسبہ کوئی نہیں کرتا - حالانکہ یہ محاسبہ اُس پرسش سے زیادہ ضروری ہے -

ایک اور مثال لیجئے - سود حرام ہے - اور مسلمان اس کی اس سختی سے پابندی کرتے ہیں کہ باید وشاید - اگر شہر بھر ایک مسلمان بھی بلا واسطہ یا با واسطہ سود پر قرض دینا شروع کرے - تو تمام شہر اُسکو کافر مطلق کہنے لگ جاتا ہے - لیکن علاوہ سود کے اگر کوئی شخص کسی اور طریقہ سے مال حرام حاصل کرتا ہو تو اس کو کوئی بھی نہیں پوچھتا - یہی دیکھئے کہ اپنے دست و بازو کی سعی کے بغیر اگر کوئی شخص بلا استحقاق دوسروں کی کمائی سے اپنی شکم پری کرے تو کون شخص کہہ سکتا ہے کہ وہ کلوا من الطیبات پر عمل کر رہا ہے - لیکن کبھی ایسے شخص کو مطعون خلائق دیکھا ہے ؟ ہرگز نہیں - بلکہ ایسے شخص کو مقتدا سمجھا جاتا ہے - اسی مضمون کو مولانا نذیر احمد مرحوم بیان فرما گئے ہیں -

سود بے سرمایہ ہے سرتا بپا انکی معاش	قوم کو جو حرم اللہ الربا کہنے کو ہیں

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بعض لوگوں نے صرف چند ایک چیزوں کو حرام سمجھ لیا ہے اور

اوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ لیکن باقی حرام چیزوں کو شیر مادر سمجھتے ہیں۔ اسی بے راہ روی کو روکنے کے لئے اس قسم کے شعر کہے گئے ہیں۔

زیادہ تر شعرا کے لعن طعن کا ہدف زاہدان ریاکار رہے ہیں وجہ یہ ہے کہ ریاکاری ایک ایسا گناہ ہے جو شرک کی سرحد تک پہنچتا ہے۔ حضرت ابو سعید بن ابی فضالہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ((اذا جمع اللہ الناس یوم القیامۃ لیوم لا ریب فیہ نادی مناد من کان اشرک فی عمل عملہ للہ احدا فلیطلب ثوابہ من عند غیر اللہ فان اللہ اغنی الشرکاء عن الشرک۔)) یعنی جس وقت اللہ تعالے حساب کے لئے قیامت کے روز لوگوں کو جمع کرے گا تو ایک فرشتہ پکاریگا کہ جس شخص نے اپنے اعمال میں جو اُس نے اللہ تعالے کے لئے کئے تھے کسی اور کو شریک کیا ہے۔ اوسے چاہیئے کہ اپنے اعمال کا ثواب اُسی غیر خدا سے جاکر طلب کرے۔ کیونکہ خدا تعالے بے نیاز ترین شریکوں کا ہے شرک سے۔

ایک اور حدیث میں ہے ((من سمّع سمّع اللہ بہ ومن یرائی یرائی اللہ بہ)) یعنی جو شخص لوگوں کو سنانے کے لئے اچھے کام کرے۔ اللہ تعالے اس کے عیبوں کو مشہور کرے گا اور جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لئے اچھے کام کرے اللہ تعالے اوسس کو ریاکاروں کی جزا دے گا۔ نماز ارکان اسلام میں سے ہے اور اُس کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ

روز محشر کہ جانگداز بود		اوّلیں پرسش نماز بود

تمام اہل اسلام عبادات میں سے نماز کی اہمیت اور فضیلت کے قائل ہیں۔ لیکن نماز سے مُراد وُہی نماز ہے جو صرف

اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھی جائے - اگر ریا کا ذرا سا دخل بھی اس میں ہو جائے تو یہی نماز بقول شیخ سعدی علیہ الرحمت دوزخ کے دروازے کی کنجی ہو جاتی ہے

کلید درِ دوزخ است آں نماز	،	کہ از بہر مردم گزاری دراز

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

طاعت کہ برائے خلق کردی		بدنامی کہنہ دلق کردی
حقّا کہ معاصیٔ گنہگار	،	بہتر ز عبادتِ ریاکار

پارسایان روئے در مخلوق
پشت بر قبلہ می کنند نماز

حکیم صاحب نے بھی مندرجہ ذیل رُباعیات میں اکثر زاہدان ریاکار کی پردہ دری کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ لوگ زہدِ ظاہری کے پردے میں اپنی سیاہ کاریوں کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں - جو تعلیم لوگوں کو دیتے ہیں اس پر خود عمل پیرا نہیں ہوتے - خواجہ حافظ اور حکیم عمر خیام کے کلام کا بہت سا حصہ انہی کوتاہ آستینوں کی درازدستیوں کے بیان کے لئے وقف ہے -

گر می نخوری طعنہ مزن مستاں را	۱	گر دست دہد توبہ کنم یزداں را
تو فخر بدیں کنی کہ من مے نخورم		صد کار کنی کہ می غلام است آں را

اگر تو شراب نہیں پیتا - تو مستوں پر طعنہ زنی نہ کر - اگر خدا نے توفیق دی تو میں توبہ کر لوں گا - تجھے اس بات کا فخر ہے کہ میں شراب نہیں پیتا (اگر تو شراب نہیں پیتا تو کیا ہوا) تو ہزاروں کام ایسے کرتا ہے - جن کے مقابلے میں شراب کچھ چیز نہیں -

با ما فلک ار جنگ ندارد عجب است قاضی کہ فروخت وقف و بادہ نخرید	۲	گر بر سر ما سنگ نبارد عجب است در مدرسہ گر بنگ ندارد عجب است

اگر آسمان ہمارے ساتھ برسرِ پیکار نہ ہو تو تعجب کی بات ہوگی۔ اگر ہمارے سر پر سنگ باری نہ ہو تو تعجب کی بات ہوگی۔ قاضی صاحب جو مال وقف کو تو بیچتے ہیں مگر شراب نہیں خریدتے ان جیسے کے مدرسہ میں اگر بنگ نہ ہوگی تو کیا ہوگا۔

یک جرعۂ می ز ملک کاؤس بہ است ہر نالہ کہ رندی بہ سحرگاہ زند	۳	و از تخت قباد و مملکت طوس بہ است از طاعت زاہدان سالوس بہ است

شراب کا ایک گھونٹ کاؤس کی سلطنت سے بہتر ہے۔ کیقباد کے تخت اور طوس کے ملک سے بہتر ہے۔ رندوں کا نالۂ سحرگاہی زاہدانِ ریاکار کی عبادت سے بہتر ہے۔

چہ میدانی تو اے غافل کہ شاید عاشقِ بیدل		مرادِ خویشتن حاصل ز یک آہِ سحر دارد

ساقی دل من ز دست گر خواہد رفت صوفی کہ چو ظرف تنگ از خویش پر است	۴	بحر است کجا ز خود بدر خواہد رفت یک جرعہ اگر دہی بسر خواہد رفت

اے ساقی اگر میرا دل ہاتھ سے نکل جائے گا (تو کہاں جائے گا) یہ تو سمندر ہے اپنے آپ سے باہر کہاں جائے گا۔ صوفی تنگ برتن کی طرح خودی سے بھرا ہوا ہے۔ اگر تو اسے ایک گھونٹ شراب دیدے تو یہ سر کے بل چلے گا۔

سر کے بل چلے گا۔ یعنی خودی اور غرور چھوڑ دے گا۔ مزاج میں انکسار پیدا ہو جائے گا۔ یوں بھی برتن جب الٹ جاتا

ہے تو خالی ہو جاتا ہے۔

در مجلس دہر سازِ مستی پست است رنداں ہمہ ترکِ مے پرستی کردند	۵	نہ چنگ نہ نائے و نہ دلم در دست است جز محتسبِ شہر کہ دائم مست است

دنیا کی مجلس میں مستی کا ساز پست ہو گیا ہے۔ نہ دل ہاتھ میں رہا ہے اور نہ چنگ و نے۔ رندوں میں سے تو سب نے مے پرستی چھوڑ دی ہے۔ البتہ شہر کا محتسب ہمیشہ مست رہتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ رُباعی شاہ شجاع کی ہے۔ اس کے باپ امیر مبارز الدین محمد بن مظفر نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی ہر جگہ محتسب مقرر کر دئے اور تمام مے خانے بند کرا دئے اُس پر شاہ شجاع نے یہ رُباعی لکھی۔ (۱)

بوسیدہ مرقع اند این خامے چند بگرفتہ ز طامات الف لامے چند	۶	نارفتہ رہِ صدق و صفا گامے چند بدنام کنندۂ نکو نامے چند

یہ چند خام طبع لوگ جو بوسیدہ مزاج آدمی ہیں۔ صدق و صفا کے رستہ پر انھوں نے کبھی قدم نہیں رکھا۔ طامات میں سے چند کلمے یاد کئے ہیں۔ اور اس فرقہ میں جو چند ایک نیک نام آدمی ہیں اُن کو بھی بدنام کر رہے ہیں۔

بوسیدہ۔ کہنہ۔ پُرانا۔ **مرقعہ**۔ دلق (گودڑی)۔ وجہ تسمیہ یہ کہ دلق رقعہ بہ رقعہ یعنی پیوند در پیوند ہوتی ہے۔ لوسیدہ مرقعہ سے یہاں مُراد بوسیدہ مزاج۔ **طامات**۔ کلماتِ خود ستائی۔ و اظہار کمالات و

(۱) دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۵ سوانح عمری۔

خود نمائی جو زاہدان ریاکار کا شیوہ ہے۔ الف لام۔ چند حروف چند کلمے۔

ستر ہمہ دانائے فلک میداند گیرم کہ بزرق خلق را بفریبی	۷	کو موی بموی رگ برگ میداند با او چہ کنی کہ یک بیک میداند

دانائے فلک (یعنی خدا) تمام لوگوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ وہ بال بال اور رگ رگ کو (یعنی ذرا ذرا سی بات کو) جانتا ہے۔ فرض کیا کہ دھوکے سے تو لوگوں کو فریب دے لے گا۔ خدا کے سامنے کیا کرے گا۔ کیونکہ وہ تو ایک ایک بات کو جانتا ہے۔

نابردہ بصبح در طلب شامے چند در کسوتِ خاص آمدہ از عامے چند	۸	ننہادہ برون ز خویشتن گامے چند بدنام کنندۂ نکو نامے چند

وہ شخص جس نے ایک رات بھی طلب میں نہیں گزاری اپنی خودی کو چھوڑ کر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا۔ اور عام لوگوں میں سے ہو کر خاص لوگوں کا لباس پہن لیا ہے۔ وہ چند نیک نام بزرگوں کی بدنامی کا موجب ہوگا۔

ریاکار اور جھوٹے مدعیان معرفت کی طرف اشارہ ہے

یہ لوگ اپنے ساتھ سچے اہل اللہ کو بھی بدنام کرتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ رباعی مولانا مغربی کی ہے (۱)

این خلق ہمہ خران با افسوس اند خواہی کہ کف پائے ترا بوسہ دہند	۹	پر مشغلہ و میان تہی چون کوس اند خوش نام بزی کہ بندۂ ناموس اند

دنیا کے لوگ بے وقوف اور ظالم ہیں۔ بظاہر مشاغل سے

(۱) دیکھو آتشکدۂ آذر ترجمہ مغربی۔

پُر - لیکن حقیقت میں ڈھول کی طرح خالی ہیں - اگر تو چاہتا ہے کہ یہہ لوگ تیرے پاؤں چومیں - تو نیک نام ہو کر رہ - کیونکہ یہہ لوگ صرف نیک نامی کے بندے ہیں -

افسوس بمعنی ظلم - مطلب یہہ ہے کہ دنیا کے ظاہربین لوگ حقیقت حال پر نہیں جانتے - صرف انہی آدمیوں کے معتقد ہوتے ہیں جو نیک نام ہوں گو بباطن ریاکار اور سیہ کار ہوں -

دُنیا طلب کو چاہیئے ابلہ فریب ہو — دُنیا میں جب تلک کہ مُسلّط ہو ابلہی

۱۰

پیوستہ خرابات ز رندان خوش باد — در دامنِ زہدِ زاہدان آتش باد
آن دلق بصد پارہ و آن صوف کبود — افگندہ بزیر پائے دردی کش باد

خدا کرے کہ خرابات ہمیشہ رندوں سے آباد رہے - زاہدوں کے زہد کے دامن میں آگ لگے - وہ دلق صد پارہ اور وہ کبودی صوف کا خرقہ رندان دردی کش کے پاؤں میں پامال ہو -

دلق - اور **صوف** - یعنی جامۂ پارسایاں - **دُرد** - شرابِ ناصاف تہ نشینِ جام -

۱۱

خرم دلِ آن کسی کہ معروف نشد — در جبہ و دراعہ و در صوف نشد
سیمرغ صفت بعرش پرواز کرد — در کنجِ خرابۂ جہاں کوف نشد

خوش دل ہے وہ شخص جو مشہور نہ ہوا - صوف دراعہ اور جبہ نہ پہنا - سیمرغ کی طرح عرش پر پرواز کیا اور دنیا کے خراب خانے کا اُلّو نہ بنا -

جبّہ - جامۂ پارسایاں - **دراعہ** - نوعے از جامۂ مشائخ - **صوف** - صوفیوں کا لباس - **کوف** - بُوم - اُلّو - جبّہ پوشانِ ظاہردار کو

ویرانۂ دنیا کا اُلّو کہا ہے ۔ اُلّو ہمیشہ ویران جنگلوں میں رہتا ہے ۔ مطلب یہہ ہے کہ دُنیا کی نیک نامی اور شہرت حاصل کرنے کے لئے جھوٹا مدعی نہ بن ۔ بلکہ گوشۂ گمنامی میں رہ کر عرش معرفت کی سیر کر ۔

آنانکہ بہ کہنہ نمد موصوف اند گویند کہ شبلی و جنیدیم ہمہ	۱۲	در رہ بکف بنگ و دو نان موقوف اند شبلی نہ و لے در کرخی معروف اند

وہ لوگ جو پُرانے نمدہ کے کپڑوں کے لئے مشہور ہیں ان کی معرفت بنگ کی ایک مٹھی اور دو روٹیوں پر موقوف ہے ۔ اُن کا دعوے ہے کہ ہم شیخ شبلی اور جنید ہیں ۔ شبلی تو نہیں البتہ وہ سخت مزاجی کے لئے مشہور ہیں ۔

کرخی ۔ از کرخ ۔ مخفف کرخت ۔ سخت مزاجی ۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ یہہ جھوٹے بزرگ ۔ بدطبیعت ۔ سخت مزاج اور بداخلاق ہوتے ہیں ۔

(لطیفہ یہہ ہے کہ معروف کرخی ایک مشہور بزرگ کا نام ہے جو کرخ کے رہنے والے تھے ۔ کرخ ایک محلہ کا نام ہے بغداد میں)

آں قوم کہ سجادہ پرست اند خر اند واں از ہمہ طرفہ تر کہ در پردۂ زہد	۱۳	زیرا کہ بزیر بار سالوس در اند اسلام فروشند و ز کافر بتر اند

وہ لوگ جو سجادہ پرست ہیں گدھے ہیں ۔ کیونکہ وہ مکر و فریب اور ریاکاری کے بوجھ سے لدے ہوئے ہیں ۔ طرفہ یہہ کہ پرہیزگاری کے پردہ میں اسلام فروشی کرتے ہیں اور کافروں سے بدتر ہیں ۔

خشت سر خُم ز ملک جم بہتر	۱۴	بوئے قدح از غذائے مریم بہتر

آہِ سحری ز سینۂ خمارے		از نالۂ بوسعید و ادہم بہتر

خم مے کا سرپوش جنید کے جاہ و جلال سے بہتر ہے۔ شراب کی بُو غذائے مریم سے بہتر ہے۔ مخمور کے سینہ کی آہ جو سحر کے وقت نکلتی ہے۔ ابو سعید اور ادہم کے نالوں سے بہتر ہے۔

غذائے مریم ۔ جب حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تولد کے وقت دردِ زہ سے بے قرار ہوئیں تو جنگل میں جا کر ایک درخت خرما کے نیچے بیٹھ گئیں وہ درخت بالکل خشک ہو چکا تھا۔ اون کی برکت سے درخت سبز ہو گیا اور چند تازہ کھجوریں آپ کے لئے نیچے گر پڑیں۔ **بوسعید** ۔ حضرت ابو الخیر ابو سعید حضرت پیران پیر کے مرشد کا نام۔ **ادہم** ۔ ابراہیم ادہم جو اپنی سلطنت اللہ کی راہ میں دے کر فقیر ہو گئے تھے۔

ای خواجہ فقیہ گر ترا ہست خبر ایشاں ہمہ از صانع و صنعش گویند	۱۵	چندیں ز حمد منگر برا ہل نظر تو اندر دم حیض و ازنجاسات دگر

اے خواجہ فقیہ! اگر تجھے حقیقت کی کچھ خبر ہے تو نظر بازوں کو حمد کی آنکھ سے نہ دیکھ۔ یہ لوگ صانع (یعنی خدا) اور اُس کی صنعتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اور تو ہمیشہ خونِ حیض اور دوسری نجاستوں میں لگا رہتا ہے۔

اہلِ نظر ۔ نظر باز لوگ۔ حُسن پرست لوگ۔ **دم** ۔ خون۔ لہو۔ حکیم صاحب حُسن پرستوں اور فقیہوں کا مقابلہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ حُسن پرست لوگ خدا کی صنعتوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے

رہتے ہیں اور فقیہ خون حیض اور دوسری نجاستوں کے متعلق مسائل بیان کرتے رہتے ہیں۔

تا چند کنم عرضۂ نادانی خویش زنار مغاں کہ بر میاں خواہم بست	۱۶	بگرفت دلم ز پریشانی خویش دانی زچہ؟ از ننگ مسلمانی خویش

میں کب تک اپنی نادانی ظاہر کرتا رہوں گا۔ میرا دل اپنی پریشانیوں (یعنی پریشان خیالوں اور پریشان کاریوں) سے تنگ آگیا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اب زنار باندھ لوں۔ وجہہ یہہ کہ اپنی مسلمانی سے شرمندہ ہوں۔

حاصل کلام یہہ ہے کہ ہم برائے نام مسلمانوں سے کافر اچھے ہیں۔ اور ہماری اس مسلمانی سے کفر بہتر ہے۔ موجودہ زمانے کے کافر مسلمان اس رباعی کو غور سے پڑھیں۔ خواجہ حافظ نے بھی اگرچہ حکیم صاحب کی طرح اپنا ہی نام لیا ہے مگر انہی بزرگوں کی شان میں کہا ہے۔

گر مسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارد		وائے گر در پس امروز بود فردائے

اسی مضمون پر ایک اور صاحب فرماتے ہیں۔

اے برہمن چہ زنی طعنہ کہ در معبد ما		سبحۂ نیست کہ آں غیرتِ زنارِ تو نیست

پندی دہمت اگر بمن داری گوش عقبیٰ ہمہ روزہ است و دنیا یکدم	۱۷	از بہر خدا جامۂ تزویر مپوش از بہر دمی ملک ابد را مفروش

اگر تو سنے تو میں تجھے ایک نصیحت کرتا ہوں۔ خدا کے لئے ریاکاری اور فریب نہ کر۔ عاقبت دائمی ہے اور دنیا چند روزہ ہے۔ اس چند روزہ زندگی کے لئے اپنی عاقبت خراب نہ کر۔

ریاکار لوگ جو جامہ تزویر پہن کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اون کو نصیحت کی ہے کہ عاقبت بیچ کر دنیا کی خریداری کرنا زیانکاری ہے۔

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش و لے		جام تزویر مکن چون دگران قرآں را

گویند مرا کہ مے پرستم ہستم در ظاہر من نگاہ بسیار مکن	۱۸	گویند مرا عارف و مستم ہستم کاندر باطن چنانکہ ہستم ہستم

لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں مے پرست ہوں۔ ہاں بیشک ہوں۔ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں عارف ہوں اور مست ہوں۔ ہاں بیشک ہوں۔ میرے ظاہر کو نہ دیکھو۔ کیونکہ باطن میں جو کچھ کہ ہوں سو ہوں۔

مطلب یہہ ہے کہ ظاہر چند اں قابل اعتبار نہیں۔ باطن کو دیکھنا چاہیے

برخود در کام و آرزو بربستم گر صوفی مسجدم و گر راہب دیر	۱۹	وازمنت ہر ناکس و کس وارستم من دانم و او چنانکہ ہستم ہستم

میں نے اپنے اوپر مقصد اور آرزو کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ اور ہر کس و ناکس کے احسان اُٹھانے سے بچ گیا ہوں۔ میں مسجد کا صوفی ہوں یا دیر کا راہب۔ جو کچھ کہ ہوں سو ہوں۔ میں جانتا ہوں اور خدا جانتا ہے۔

مطلب یہہ کہ لوگ جو چاہیں کہیں۔ میری حقیقت خدا جانتا ہے۔

سرحلقۂ رندانِ خراباتِ منم آنکس کہ شبے دراز از بادۂ ناب	۲۰	افتادہ بمعصیت ز طاعات منم واز خون جگر کند مناجات منم

میں رندانِ خرابات کا سردار ہوں۔ طاعات کو چھوڑ کر گناہوں میں پڑا ہوں۔ تمام رات شراب خالص اور خون جگر سے مناجات کرنے والا اگر کوئی ہے تو میں ہی ہوں۔

ظاہر ہے کہ زاہدانِ ریاکار کی مناجات سے رندانِ بادہ خوار کی نالہ و زاری خداوند کریم کو زیادہ پسند ہے۔

ای مفتی شہر از تو پُر کار تریم تو خونِ کساں خوری و ما خونِ رزان	۲۱	با ایں ہمہ مستی از تو ہشیار تریم انصاف بدہ کدام خونخوار تریم

اے مفتی شہر! ہم تجھ سے زیادہ چالاک ہیں۔ باوجود اس مستی کے تجھ سے زیادہ ہوشیار ہیں۔ تو لوگوں کا خون پیتا ہے اور ہم انگور کا خون (شراب) پیتے ہیں۔ انصاف سے کہو کہ ہم میں سے کون زیادہ خونخوار ہے۔

مطلب یہہ کہ زاہدان ریاکار جو دستِ سعی و طلب کو توڑ کر لوگوں کا مال کھاتے ہیں بادہ نوشوں سے بدرجہا بدتر ہیں۔

در مسجد اگرچہ با نیاز آمدہ ایم کفشے ز درِ خانۂ حق دزدیدیم	۲۲	حقا کہ نہ از بہر نماز آمدہ ایم آں کہنہ شدہ است و باز آمدہ ایم

ہم اگرچہ مسجد میں نیاز مند ہو کر آئے ہیں۔ لیکن خدا جانتا ہے کہ ہم نماز کی خاطر نہیں آئے۔ حقیقت یہہ ہے کہ ہم نے خانۂ خدا (مسجد) کے دروازے سے (کچھ مدت ہوئی) ایک جوتی چرائی

تھی وہ پرانی ہو گئی ہے اسں لئے بھر آئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ریاکار لوگوں کی عبادت خدا کے لئے نہیں ہوتی بلکہ ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال ہضم کرنے کے لئے ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ نمازیوں کی جوتیاں جو مسجدوں سے چرائی جاتی ہیں۔ نمازی ہی چراتے ہیں۔

دستار و قصب بہ بانگ نے بفروشیم ناگاہ بیک جرعۂ مے بفروشیم	۲۳	با افسر خان و تاج کی بفروشیم تسبیح کہ پیک لشکر تزویر است

ہم سرداری کے افسر اور بادشاہی کے تاج کو بیچ ڈالتے ہیں۔ دستار اور جبّہ کو بانگ نے پر بیچ ڈالتے ہیں۔ تسبیح جو کہ دھوکہ کے لشکر کا قاصد ہے۔ اس کو ایک گھونٹ شراب کے بدلے بیچ ڈالتے ہیں۔

افسر - تاج - **خان** - لقب بادشاہان ترکستان و ختا کے - بادشاہ بلند قدر ماخوذ از کیوان بلند ترین کواکب ستارہ - نیز بمعنے تعادل در لطیف واصیل - چار پرانے بادشاہوں کا نام - کیکاؤس - کیخسرو - کیقباد - کے لہراسپ **قصب** - جامہ ابریشمی - معرب کسب -

ما رند خراباتی و مستیم مدام ما با مے و مطربیم و معشوقہ بکام	۲۴	تا چند ملامت کنی ای زاہد خام تو در غم تسبیح و ریا و تلبیس

اے خام طبع زاہد! تو کب تک ہمیں ملامت کرے گا۔ ہم رند خراباتی ہیں اور ہمیشہ مست رہتے ہیں۔ تو تسبیح - ریا اور تلبیس (فریب) کے غم میں رہتا ہے اور ہم شراب - مطرب

اور معشوق کی صحبت سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔

۲۵

گر من ز مَی مغانہ مستم ہستم
گر کافر و گبر و بت پرستم ہستم
ہر طائفۂ بمن گمانے دارند
من زانِ خودم چنانچہ ہستم ہستم

اگر میں مَے مغانہ سے مست ہوں تو ہوں۔ اگر کافر گبر اور بُت پرست ہوں تو ہوں۔ ہر ایک طائفہ میری نسبت کچھ نہ کچھ گمان رکھتا ہے لیکن میں خود مختار رہوں گا جو کچھ کہ ہوں سو ہوں۔

زاہدِ تنگ نظر نے مجھے کافر سمجھا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلماں ہوں میں

(اقبال)

۲۶

نیک ست بنام نیک مشہور شدن
عار است ز جورِ چرخ رنجور شدن
مخمور ببوئے آبِ انگور شدن
بہ زانکہ بہ زہدِ خویش مغرور شدن

نیک نام مشہور ہونا اچھا ہے۔ آسمان کے ظلم سے رنج میں پڑنا عار ہے۔ شراب کی بو سے مست ہونا اپنے زُہد پر مغرور ہونے سے اچھا ہے۔

تو مستِ جامِ غروری ہمیشہ ای زاہد
مباش غرہ کہ رنجِ خمار بہتر ازیں

(ہلالی)

۲۷

یاقوت لبی لعلِ بدخشانی کو
واں راحتِ روح و راحِ ریحانی کو
مَی گرچہ حرام در مسلمانی شد
تو مَی خور و غم مخور مسلمانی کو

یاقوت کے لبوں والا لعلِ بدخشانی (معشوق) کہاں ہے۔ وہ روح کی راحت اور شرابِ ریحانی کہاں ہے۔ اگرچہ شراب اسلام میں حرام ہے۔ تاہم تو شراب پی

اور غم نہ کر اب مسلمانی کہاں ہے۔

مطلب یہ کہ ہم اور کون سے مسلمانی کے کام کرتے ہیں کہ شراب سے پرہیز کریں۔ معشوق اور شراب کی طلب کرنی چاہئے

راح۔ شراب۔ ریحان۔ نازبو کا پھول۔ گل سرخ کے علاوہ اور تمام پھولوں کو بھی کہتے ہیں۔ مجازاً بمعنی شراب بھی استعمال ہوتا ہے۔

یہہ رباعی کلیات سلمان ساوجی میں بھی درج ہے۔ (۱)

شخصی بزنی فاحشہ گفتا مستی	۲۸	کز خیر گسستی و بشر پیوستی
زن گفت چنانکہ مینمائم ہستم		تو نیز چنانکہ مینمائی ہستی

ایک شخص نے ایک فاحشہ عورت کو کہا کہ تو مست ہے۔ نیک کاموں کو چھوڑ کر بُرے کاموں میں لگی ہے۔ عورت نے جواب دیا کہ میں تو جیسی نظر آتی ہوں۔ ویسی ہی ہوں۔ آپ بھی بتائیں کہ جیسے آپ نظر آتے ہیں ویسے ہی ہیں۔

مطلب یہہ کہ میرا ظاہر باطن تو ایک ہے۔ آپ فرمائیں کہ آپ کا باطن بھی ویسا ہی پاک ہے جیسا کہ آپ کا ظاہر ہے؟

مومن بہ بدی نیست کسے مانندت		وین طرفہ کہ خلق نیک می خوانندت
یک چند چناں بدی کہ خود می دانی		یک چند چناں باش کہ می دانندت

(مومن)

نور بائی گائن جو دربار محمد شاہ میں تقرب رکھتی تھی۔ اوس نے ایک روز نواب روشن الدولہ کے مکان پر حکیم صاحب کی یہہ رُباعی میران صاحب کو گا کر سنائی۔ شیخ پر بڑا اثر ہوا (۲)

(۱) دیکھو کلیات سلمان ساوجی مطبوعہ بمبئی۔ (۲) دیکھو مقدمہ دیوان حالی۔ ۱۲۔

با من تو ہر آنچہ گوئی از کین گوئی من خود مقرم ہر آنچہ ہستم لیکن	۲۹	پیوستہ مرا ملحد و بیدیں گوئی انصاف بدہ ترا رسد کیں گوئی

تو جو کچھ مجھے کہتا ہے کینہ کے سبب سے کہتا ہے۔ تو ہمیشہ مجھے ملحد اور بیدین کہتا ہے۔ میں خود اقرار کرتا ہوں کہ جو کچھ ہوں وہی ہوں۔ لیکن انصاف سے کہو کہ کیا تیرے لئے یہہ کہنا زیبا ہے۔

مطلب یہہ کہ میں ملحد ہی سہی لیکن تو جو ملحدوں سے بھی بدتر ہے اوروں کو کیا کہہ سکتا ہے۔

دُنیا اور دولتِ دُنیا کی ناپائداری

ہر چہ بخشد عالم ناساز می گیرد ز تو
غیر عبرت ہر چہ گیری باز می گیرد ز تو

(صائب)

دُنیا ناپائدار ہے اور دولتِ دنیا ناپائدار تر۔ اس حقیقت کو ہر آنکھ دیکھتی ہے۔ مگر ایک شاعر کی آنکھ کو قدرتاً یہ حقیقت اور لوگوں کی نسبت زیادہ روشن دکھائی دیتی ہے۔ شاعر کی آنکھ سے بھی بڑھ کر ایک فلسفی کی آنکھ زیادہ دوربین اور زیادہ باریک بین بنائی گئی ہے۔ اتفاقات سے یہہ کہ حکیم صاحب شاعر بھی تھے اور فلسفی بھی۔ ان کی شاعری اور ان کی حکمت نے مل ملاکر دنیا کو اون کے سامنے ایک خواب کی صورت میں پیش کیا۔ اور انھیں یقین دلا دیا کہ آنکھ کھلنے کی دیر ہے اور پھر کچھ نہیں۔ یا بالفاظِ عوام آنکھ بند کرنے کی دیر ہے کہ پھر یہہ طلسم دھواں بن کر اڑ جائے گا۔ حکیم صاحب کی تمام شاعری یعنی اون کی تمام تر رباعیات سچ پوچھو تو صرف اسی مضمون پر ہیں۔ رُباعیات کی ترتیب جو اس کتاب میں کی گئی ہے۔ وہ صرف فروعات کی تقسیم پر منحصر ہے ورنہ اصل اصول کو دیکھو تو حکیم صاحب کا تمام کلام اسی ایک حقیقت کی توضیح و تشریح کے لئے وقف ہے۔ کہ دنیا ایک افسانہ ہے۔ اور یہہ طلسم ٹوٹ جانے والا ہے۔ حکیم صاحب کی زندگی کے حالات دیکھو تو وہ بھی اسی امر کی گواہی دیں گے۔ کہ دنیا اور دولتِ دنیا کی ناپائداری اور اس عجوزۂ عروس نما کی غداری نے آپ کے دل پر بہت گہرا اثر کیا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ فانی سلسلہ دل لگانے کے قابل نہیں۔ اور تعلقات کی کثرت آخر کار موجبِ حسرت ہوگی۔ یہی وجہہ تھی کہ حکیم صاحب کی تمام شاعری اور اون کا تمام تخیّل اسی ایک حقیقت کا آئینہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہہ مضمون فارسی شاعری کا ایک پامال مضمون ہے۔ لیکن حکیم صاحب

کا طرز بیان ایسا دل پذیر ہے کہ اُن کا لفظ لفظ دل میں جگہہ کر لیتا ہے۔
اسی مضمون پر دوسرے شعرا کا انداز دیکھیے۔ مولانا اشرف فرماتے ہیں۔

دُنیا خواب است کش عدم تعبیر است	صیاد اجل است گر جوان و پیر است
ہم روئے زمیں پر است و ہم زیر زمیں	ایں صفحۂ خاک ہر دو رو تصویر است

خواجہ حافظ کا شعر ہے۔

مجو درستیِ عہد از جہانِ سست نہاد	کہ ایں عجوزہ عروس ہزار داماد است

مُلا سحابی فرماتے ہیں۔

نردیست جہاں کہ بردنش باختن است	نرادیِ آں بہ نقش کم ساختن است
دنیا بمثالِ کعبتین نرد است	برداشتنش برائے انداختن است

یحییٰ کہتے ہیں۔

ہمیشہ بر لبِ فوارہ این سخن جاریست	کہ اوجِ منصبِ دُنیائے دوں نگونساریست

بہرام صفوی بھی معمورۂ دنیا کو خرابہ سمجھتے ہیں۔

بہرام دریں خرابۂ پر شر و شور	تا کے بحیاتِ خویش باشی مغرور
کرد است دریں خرابہ صیادِ اجل	در ہر قدمے ہزار بہرام بگور

عارف جامی کا خیال ہے کہ

مغرور مشو بمال چوں بیخبراں	زیرا کہ بود مال چو ابر گذراں
ابر گذراں اگرچہ گوہر بارد	خاطر نہ نہد مرد خردمند براں

قاسم دیوانہ شب و روز کی آمد و رفت سے عجیب نتیجہ نکالتے ہیں۔

ہر روز کہ میرسد پئے دنبالش		چوں نیک کنی تفحص احوالش
مرگ است کہ میرسد بہ تسلیم وجود		عمر است کہ می رود باستقبالش

مخلص کاشی نے دنیا کو خوب سمجھا ہے۔ کہتا ہے۔

طاس حمّام است این دنیائے دون		ہر زماں در دست ناپاکے دگر

غنی کشمیری دنیا کو خانۂ زین کہتے ہیں۔

ایں جہان گذراں جائے فراغت نبود		خواب در خانۂ زیں کس نتواند کردن

اب دیکھئے کہ حکیم صاحب اس مضمون کو کتنے درد انگیز اور عبرت ناک انداز سے بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

غافل بچہ امید درین شوم سرا	۱	بر دولت او دل بنہد از بہر خدا
ہر گاہ کہ خواہد کہ نشیند از پا		گیرد اجلش دست کہ بالا بیا

خدارا (بتاؤ کہ) غافل انسان اس منحوس دنیا میں دولت دنیا کے ساتھ کس اُمید پر دل لگاتا ہے۔ (حالت تو یہ ہے کہ) جب کبھی آدمی آرام سے بیٹھنا چاہتا ہے۔ موت اسیوقت ہاتھ پکڑتی ہے کہ اُٹھو (اور چلو)

چون نیست ہر چہ ہست جز باد بدست	۲	چوں نیست ز ہر چہ نیست نقصان و شکست
پندار کہ ہر چہ ہست در عالم نیست		انگار کہ ہر چہ نیست در عالم ہست

جب یہہ کیفیت ہے کہ جو کچھ ہے اوس سے کچھ حاصل نہیں - اور جو کچھ نہیں اوس سے کچھ نقصان نہیں - تو پھر فرض کر لو کہ جو کچھ ہے وہ نہیں ہے اور سمجھ لو کہ جو کچھ نہیں ہے وہ ہے -

مطلب یہہ کہ ساز و برگ اور بے سروسامانی دونو فانی ہیں - ہست کو ہست نہ سمجھو اور نیست کو نیست نہ جانو -

ای مرد خرد حدیث فردا ہوس است امروز چنین کہ خردمند کس است	۳	در دہر زدن لاف سخنہا ہوس است داند کہ ہمہ جہاں چنیں یک نفس است

اے عقلمند آدمی فردا کی باتیں محض ہوس ہیں - دنیا میں ان باتوں کی لاف زنی محض ہوس ہے - آج جو شخص عقلمند ہے وہ جانتا ہے کہ تمام جہان صرف ایک لحظہ کے لئے ہے -

خیام کہ خیمہ ہای حکمت میدوخت مقراض اجل طناب عمرش ببرید	۴	در کورۂ غم فتاد و ناگاہ بسوخت دلال قضا برایگانش بفروخت

خیام کہ حکمت کے خیمے سیا کرتا تھا - غم کی بھٹی میں گرا اور یک لخت جل گیا - موت کی قینچی نے جب اوس کی عمر کی طناب کاٹ دی - قضا کے دلال نے اُسے مُفت بیچ ڈالا - کورہ - آتشدانِ آہنگراں - خیمہ اور طناب کی رعایت ظاہر

خیام تنت بخیمہ می ماند راست فراش اجل ز بہر دیگر منزل	۵	جان سلطانست کش نزل دار بقاست از پا فگند خیمہ کہ سلطان برخاست

اے خیام! تیرا جسم خیمہ کی مثال ہے اور تیری جان بمنزلہ بادشاہ کے ہے (جو سفر میں ہے) اور اوس کی منزل

مقصود دارِ لقا ہے ۔ جب بادشاہ خیمے سے نکل جاتا ہے تو موت کا فراش خیمے کو گرا دیتا ہے اور دوسری منزل کی تیاری کرتا ہے ۔

مطلب یہہ ہے کہ سلطانِ جان سفر پر ہے اور دارِ لقا کی طرف منزل بہ منزل کوچ کر رہا ہے ۔ جسم ایک خیمہ ہے جس میں بادشاہ ہر منزل پہ تھوڑی دیر کے لئے آرام کرتا ہے ۔ جب دوسری منزل کی تیاری ہوتی ہے ۔ تو خیمہ اوٹھالیا جاتا ہے ۔

این گنبدِ لاجوردی وزرین طشت بیچند ز اقتضائے دوران قضا	۶	بسیار بگشت ہست و دگر خواہد گشت مانیز چو دیگران سپدیم و گذشت

یہہ زریں طشت والا لاجوردی گنبد (یعنی آسمان) بہت مدّت سے گردش کر رہا ہے اور کرتا رہے گا ۔ ہم بھی اس گردشِ قضا کے اقتضائے سے اوروں کی طرح تھوڑی دیر کے لئے آئے اور پھر چل دئیے ۔

مطلب یہہ کہ گردشِ چرخ مدّتوں سے جاری ہے ۔ اور مدّتوں تک جاری رہے گی ۔ اسی گردش کا تقاضا ہے کہ انسانوں کی آمد و رفت دنیا میں لگی ہے ۔

دنیا دیدی وہر چہ دیدی ہیچ است سرتا سرِ آفاق دویدی ہیچ است	۷	وان نیز کہ گفتی وشنیدی ہیچ است وان نیز کہ در خانہ خزیدی ہیچ است

تو نے دُنیا دیکھ لی ہے اور جو کچھ دیکھا ہے ہیچ ہے ۔ جو کچھ تو نے کہا اور سُنا وہ بھی ہیچ ہے ۔ تو دنیا کے ایک سرے سے

دوسرے سرے تک دوڑتا پھرا لیکن یہہ سب ہیچ ہے - اور اگر اپنے گھر میں ہی چلتا پھرتا رہا تو وہ بھی ہیچ ہے -

خزیدن - در چیزے در آمدن - آہستہ در جائے در شدن نشستہ براہ رفتن چنانکہ طفلاں براہ روند - (ہفت قلزم)

ہیہات کہ این جسم مجسم ہیچ است دریاب کہ در کشاکش موت و حیات	۸	این دائرہ و سطح مخیم ہیچ است وابستہ بیکدمیم و آنہم ہیچ است

افسوس کہ یہہ جسم مجسم کچھ بھی نہیں - یہہ دائرہ اور خیموں والی سطح کچھ بھی نہیں - سمجھ لے کہ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہم ایک سانس کے آتے جانے پر منحصر ہیں اور وہ بھی کچھ نہیں -

مخیم - خیمہ لگانے کی جگہہ - دنیا کو (یا زمین کو) دائرہ اور خیموں کی جگہہ کہا ہے - مکانوں کو خیمے سمجھئے یا زمین چونکہ ناہموار ہے اس لئے مخیم کہا -

شادی مطلب کہ حاصل عمر دمیست احوال جہان و اصل این عمر کمیست	۹	ہر ذرہ زخاک کیقبادی و جمے است خوابے و خیالے و فریبے و دمے است

دنیا میں خوشحالی نہ ڈھونڈھو - کیونکہ زندگانی ایک دم کے لئے ہے - مٹی کا ہر ایک ذرہ کسی کیقباد اور کسی جمشید کے جسم سے بنا ہے - دنیا کی حقیقت اور انسانی زندگی کی اصلیت کیا ہے - صرف ایک خواب ہے خیال ہے - دھوکا ہے اور فریب ہے -

دم - ۱ نفس - تھوڑی دیر - پہلے مصرعہ میں انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے - ۲ فریب - مکر - افسون - چوتھے مصرعہ میں انہی معنوں سے مراد ہے -

۱۰

دانی زجہاں چہ طرف بربستم ہیچ
وز حاصل عمر چیست در دستم ہیچ
شمع طربم ولے چو بنشستم ہیچ
من جام جمم ولے چو بشکستم ہیچ

تجھے معلوم ہے کہ میں نے جہان سے کیا فائدہ اوٹھایا؟ کچھ بھی نہیں - تو جانتا ہے کہ حاصلات زندگی سے میرے ہاتھ کیا آیا؟ کچھ بھی نہیں - میں شمع طرب ہوں لیکن جب بجھ گیا تو پھر کچھ بھی نہیں - میں جام جم ہوں لیکن جب ٹوٹ گیا تو پھر کچھ بھی نہیں - **طرف بربستن** - فائدہ اوٹھانا - طَرَف بمعنے پارہ از چیزے وحصہ ۔ طُرف - بمعنے کلیچہ کمر کہ برائے آرائش بندند - و بمعنے بند زردلفرہ کہ بر کمر بندند -

۱۱

آنہا کہ کہن شدند و آنہا کہ نو اند
ہر یک بمراد خویش یک یک برسند
این سفلہ جہاں بکس نماند جاوید
رفتند و روند و دیگر آیند و روند

وہ لوگ جو پُرانے ہو گئے اور وہ جو نئے ہیں - سب ایک ایک کرکے اپنی مراد حاصل کریں گے - یہہ دُنیائے دون کسی کے پاس ہمیشہ نہیں رہتی - کئی آئے اور گئے - کئی آئیں گے اور جائیں گے -

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمت فرماتے ہیں -

بس چوں تو ملک مانہ بر تخت نشاند
ہر یک بمرادے خویشتن کامے راند
از جملہ بماند و دور گیتی بہ تو داد
دریاب کہ از تو ہمچنیں خواہد ماند

۱۲

آنہا کہ در آمدند و در جوش شدند
آشفتۂ ناز و طرب نوش شدند
خوردند پیالہ و مدہوش شدند
در خواب عدم جملہ ہم آغوش شدند

وہ لوگ جو دنیا میں آئے اور بڑے جوش و خروش میں رہے - نازِ طرب اور نائے و نوش میں سرمست رہے - ایک ایک پیالہ پیا اور مدہوش ہو گئے - اور پھر خوابِ عدم نے سب کو یک جا سُلا دیا -

مقیمی کی ایک رُباعی بھی اسی طرز میں ہے -

صد حیف کہ گلرخاں کفن پوش شدند ـــ وز خاطرِ یکدگر فراموش شدند
آنانکہ بصد زباں سخن می گفتند ـــ آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند

۱۳

پیری کہ سرِ آب سے صوابی دارد ـــ گلنارِ رخم بہ رنگِ آبی دارد
بام و درِ چار رکن دیوار وجود ـــ ویراں شدہ و رُو بخرابی دارد

بڑھاپا عقل اور رائے کو ناصواب بنا رہا ہے - میرے چہرے کے گلناری رنگ کو بھی کے رنگ کا بنا رہا ہے - دیوارِ وجود کے ارکان اور بام و در ویران ہو گئے اور برباد ہو رہے ہیں -

آبی — بہی (مشہور میوہ) نیز بمعنے خراب - ایک رنگ کا نام بھی ہے جو سفید اور نیلگوں ہوتا ہے -

۱۴

چوں شاہدِ روح خانہ پرداز شود ـــ ہر چیز باصلِ خویش باز شود
ایں سازِ وجودِ ما بابریشمِ طبع ـــ از زخمۂ روزگار بے ساز شود

جب شاہدِ روح (جسم کے) گھر کو خالی کر جائے گا - ہر ایک چیز (یعنی اربعہ عناصر) اپنے اپنے اصل کے پاس چلی جائے گی - ہمارے وجود کا ساز اور طبیعت کی تاریں زمانے کے مضراب سے ٹوٹ پھوٹ جائیں گے -

ابریشم - تارہائے ساز - زخمہ - مضراب کی ضرب - ساز - سارنگی

بستار وغیرہ ۔

افسوس کہ نامۂ جوانی طے شد	۱۵	وین تازہ بہار شادمانی طی شد
وان مرغ طرب کہ نام او بود شباب		فریاد کے آمد و ندانم کے شد

افسوس کہ جوانی کا زمانہ گزر گیا ۔ اور یہ خوشحالی کی تازہ بہار ختم ہو گئی ۔ وہ مُرغ طرب جس کا نام جوانی تھا افسوس ہے ۔ کہ معلوم بھی نہ ہوا کہ کب آیا اور کب اُڑ گیا ۔

افسوس کہ ایام جوانی بگذشت		سرمایۂ عیش جاودانی بگذشت
تشنہ بکنار جوئے چنداں خفتم		کز جوئے من آب زندگانی بگذشت

(فخر الدین عراقی)

یاران موافق ہمہ از دست شدند	۱۶	در پائے اجل یگان یگان پست شدند
بودند بیک شراب در مجلس عمر		دورے دو سہ پیشتر ز ما مست شدند

یارانِ موافق سب کے سب ہاتھ سے نکل گئے ۔ موت کے پاؤں میں ایک ایک کرکے سب پامال ہو گئے ۔ زندگی کی محفل میں وہ سب ہمارے ساتھ ہم نوالہ اور ہم پیالہ تھے ۔ (فرق صرف اتنا ہے کہ) وہ ہم سے ایک دو دور پہلے مست ہو گئے ۔

یعنی وہ چند روز پہلے دنیا سے چلے گئے ہم چند روز بعد چلے جائیں گے ۔

اتنا ہے کہ جاننے والے گزر گئے		پُرساں رہا نہ کوئی تو چپ چاپ مر گئے

(اکبر)

لذات جہاں چشیدہ باشی ہمہ عمر	۱۷	با یار خود آرمیدہ باشی ہمہ عمر

ہم آخرِ عمر رحلتت باید کرد		خوابے باشد کہ دیدہ باشی ہمہ عمر

تو نے تمام عمر دُنیا کی لذتیں اُٹھائیں۔ تمام عمر اپنے دوست کے ساتھ آرام میں رہا۔ آخر کار تجھے کوچ کرنا ہے۔ دنیا تو صرف ایک خواب ہے جو تُو تمام عمر دیکھتا رہا ہے۔

کارِ ہمہ عالم بمرادت شدہ گیر گفتی کہ بکامِ خویش دستے بزنم	۱۸	وین عمر برفتہ و اجل آمدہ گیر خود نتوانی دگر توانی زدہ گیر

فرض کر لے کہ دنیا کے سب کام تیری مراد کے موافق ہو گئے۔ فرض کر لے کہ عمر گزر گئی اور موت آ گئی۔ تو چاہتا ہے کہ اپنی مراد کے موافق تو خوشی کرے۔ تو ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔ اور اگر کر بھی سکتا ہے تو فرض کر لے کہ کر لیا ہے۔

از چرخ بکام سر برافراشتہ گیر از گنج و گہر ہرچہ مرادِ دلِ تست	۱۹	از عمر تمام بہرہ برداشتہ گیر برداشتہ گیر و باز بگذاشتہ گیر

فرض کر لے کہ تو اتنا کامیاب ہوا کہ آسمان سے بھی اونچا ہو گیا۔ اور فرض کر لے کہ زندگی سے ہر قسم کا حظ اُٹھا لیا۔ فرض کر لے کہ خزانے اور جواہرات جتنے تیرے دل کی مُراد تھی اتنے لے لئے۔ ساتھ ہی یہہ بھی فرض کر لے کہ پھر سب کچھ چھوڑ کر چل لیا

دنیا ہمہ سر بسر بزر خواستہ گیر پس بر سرِ آں گنج چو بر صحرا برف	۲۰	صد گنج بزر و گہر آراستہ گیر روزے دو سہ بنشستہ و برخاستہ گیر

فرض کر لے کہ دنیا ایک سرے سے دوسرے سرے تک

سونے سے بھری ہوئی ہے۔ فرض کر لے کہ صدہا خزانے زر وجواہر سے بھرے ہوئے ہیں۔ پھر فرض کر لے کہ برف کی طرح جو صحرا میں ہوتی ہے تو اُس خزانے پر دو چار روز بیٹھا اور پھر چل دیا۔

ایدل ہمہ اسباب جہاں خواستہ گیر وانگاہ بران سبزہ شبے چوں شبنم	۲۱	باغ طرب بسبزہ آراستہ گیر بنشستہ و بامداد برخاستہ گیر

اے دل فرض کر لے کہ تو نے دُنیا کے تمام اسباب حاصل کر لئے۔ فرض کر لے کہ تیری خوشی کا باغ سبزہ سے آراستہ ہوگیا۔ پھر فرض کر لے کہ شبنم کی طرح تو ایک رات اُس سبزہ پر بیٹھا اور صبح اُٹھ گیا۔

بعض تذکروں میں لکھا ہے کہ یہ رُباعی شاہی کی ہے (۱)۔

میر نظام الدین سہیلی کی ایک رباعی بھی اسی رنگ میں ہے۔

برخیز دلوائے دولت افراشتہ گیر آفاق از ان خویش پنداشتہ گیر		دنیا ہمہ در زیر نگین داشتہ گیر آخر ز جہاں رفتہ و بگذاشتہ گیر

مطلب ان تمام رُباعیات کا یہ کہ جب دنیا اور اوس کی دولت چند روزہ ہے تو اوس کے ہونے نہ ہونے کا فکر نہ کرو۔ سمجھ لو کہ سب کچھ حاصل ہوگیا۔ جب چھوڑ کر چلا جانا ہے۔ تو فرض کر لو کہ مل بھی گیا اور چھوڑ بھی دیا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے دل بکام خویش جہان را تو دیدہ گیر بستان و باغ ساختہ گیر اندر او بسے		در وے ہزار سال چو نوح آرمیدہ گیر دیوان و قصر سر بفلک برکشیدہ گیر

(۱) دیکھو آتشکدہ آذر صفحہ ۸۴ ۔۱۲۔

با دوستان شفیق و یاران مہرباں — بنشستہ و شراب مروق چشیدہ گیر
ہر نعمتے کہ ہست بعالم تو خوردہ دان — ہر لذتے کہ ہست سراسر چشیدہ گیر
چوں بادشاہ عدل بر تخت سلطنت — صد جامۂ حریر بدولت دریدہ گیر
ہر گنج دہر خزانہ کہ شاہاں نہادہ اند — آن گنج و آں خزانہ بچنگ آوریدہ گیر
ہر بندہ کہ ہست بہ بلغار و ہند و روم — آں بندہ را بسیم و زر خود خریدہ گیر
ہر ماہرو کہ ہست در ایام روزگار — آں را بناز در بر خود آوریدہ گیر
آواز عود و بربط و نائے و سرود و چنگ — آں طنطنہ کی بیشنوی ہم شنیدہ گیر
در آرزوئے آب حیاتے تو ہر زماں — مانند خضر گرد جہاں در دویدہ گیر
تو ہمچو عنکبوتی در حال جہاں مگس — چوں عنکبوت گرد مگس بر تنیدہ گیر
گیرم ترا کہ مال ز قاروں فزوں شود — عمرت بعمر نوح پیمبر رسیدہ گیر
چندیں ہزار اطلس و کمخاب روزگار — پوشیدہ در تنعم و انگہ دریدہ گیر
روز پسیں کہ ہیچ نماند بجز دریغ — صد بار پشت دست بدنداں گزیدہ گیر

سعدی تو نیز ازیں قفس تنگنائے دہر
روزے ز قفس شکستہ و مرغش پریدہ گیر

۲۲
عمر تو چہ دو صد و چہ سہ صد چہ ہزار — زیں کہنہ سرا برون برندت ناچار
گر بادشہی و گر گدائے بازار — ایں ہر دو بیک نرخ بود آخر کار

تیری عمر دو سو سال ہوئی تو کیا تین سو سال بلکہ ایک ہزار سال بھی ہوئی تو کیا۔ اس پُرانی سرائے (یعنی دنیا) سے تجھے آخر ضرور نکال لے جائیں گے۔ تو اگر بادشاہ ہے یا بازار کا گدا گر ہے (اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا) آخرکار (مرتے وقت) بادشاہ اور گدا ایک ہی حالت پر ہوں گے۔

پیلے بر تربتے فریاد مے کرد — کہ ایشاں بادشاہان جہانند

بگفتم تختۂ برکن ز گورے		ببیں تا بادشاہ یا پاسبانند
بگفتا تختہ برکندن چہ حاجت		کہ می دانم کہ مشتے استخوانند

(سعدی)

بودی کہ نبود وقت بخور و خواب نیاز	۲۳	کردند نیاز مندت ایں چار انباز
ہر یک بتو آنچہ داد بستاند باز		تا باز چناں شوی کہ بودی آغاز

ایک وقت وہ تھا جب تجھے کھانے پینے اور سونے کی ضرورت نہ تھی۔ ان چار شریکوں (یعنی اربعہ عناصر) نے تجھ محتاج کر دیا۔ ہر ایک عنصر نے (یا خدا نے) جو کچھ تجھے دیا ہے واپس لے لے گا۔ تا کہ تو پھر ایسا ہی ہو جائے جیسا شروع میں تھا۔

مطلب یہہ کہ عدم سے تجھے ہستی میں لائے۔ پھر ہستی سے نکال کر تجھے عدم میں لے جائیں گے۔

جامیست کہ عقل آفریں میزندش	۲۴	صد بوسہ ز مہر بر جبیں میزندش
ایں کوزہ گر دہر اگر جام لطیف		میسازد و باز بر زمیں میزندش

(انسان) ایک ایسا جام ہے کہ عقل اوس پر آفرین کرتی ہے۔ محبت سے اوس کی پیشانی پر سو بوسے دیتی ہے۔ (لیکن) زمانے کا کوزہ ساز جب کبھی کوئی اچھا جام بناتا ہے۔ اسے زمین پر پٹک کر توڑ دیتا ہے۔

ایام شباب رفت و خیل و حشمش	۲۵	الحق ہمراہیش و با ہمہ حشمش
ایں قامت ہمچو تیر من گشتہ کماں		زہ کردہ ام از عصا و خوش می کشمش

جوانی کے دن بمعہ اپنے جاہ و جلال و حشمت کے چلے

گئے - زندگی اب تلخ ہے - مگر بسر کر رہا ہوں - میرا تیر جیسا (سیدھا) قد اب کمان (کی طرح خمیدہ) ہوگیا ہے - اس کمان کو عصا سے زہ (یعنی سیدھا) کرتا ہوں - اور طوعاً کرہاً اسے کھینچ رہا ہوں -

قد خمیدہ کو کمان کہا ہے - بوڑھا آدمی عصا کے سہارے قد کو سیدھا کرتا ہے اسے کمان کے زہ کرنے سے تشبیہ دی - **چشم** - مضارع متکلم از مصدر چشیدن -

بس پیرہن عمر کہ ہر شب افلاک ہر روز کسے زمانہ شاد و غمناک	۲۶	بردوختہ و کرد گریبانش چاک از آب برآورد و فرو برد بخاک

ہر رات، کہ آسمان کئی زندگی کے پیراہن سیتا ہے اور کئی پیراہنوں کے گریبان چاک کرتا ہے - ہر روز زمانہ کئی شاد اور کئی غمناک ہستیوں کو پانی (یعنی قطرۂ منی) سے نکالتا ہے اور پھر خاک میں گاڑ دیتا ہے -

افسوس کہ بیفائدہ فرسودہ شدیم درد او ندامتا کہ تا چشم زدیم	۲۷	وازطاس سپہر سرنگوں سودہ شدیم نابودہ بکام خویش نابودہ شدیم

افسوس ہے کہ ہم بے فائدہ خوار ہوئے - آسمان کے سرنگوں طاس نے ہم کو پیس ڈالا - افسوس اور پشیمانی کا مقام ہے کہ چشم زدن میں ہم مُرادیں حاصل کئے بغیر نیست و نابود ہوگئے -

فرسودہ - چیزے کہ کہنہ و ریختہ شدہ باشد -

یک چند بکودکی باستاد شدیم	۲۸	یک چند باستادی خود شاد شدیم

پایانِ سخن شنو کہ مارا چہ رسید		از خاک برآمدیم و برباد شدیم

کچھ مدّت ہم لڑکے تھے اور استاد کے پاس جایا کرتے تھے۔ کچھ مدّت ہم خود استاد رہے اور اپنی اُستادی پر فخر کرتے رہے۔ آخرِ کار سُنو کہ ہماری کیا حالت ہوئی۔ خاک سے پیدا ہوئے تھے اور (مرنے کے بعد) غبار ہوکر ہوا میں اُڑ گئے۔

یہہ رُباعی بادنیٰ تفاوت دیوان مولانا روم میں بھی درج ہے۔(۱)

یک چند بکودکے باستاد شدیم پایان حدیث ما تو بشنو کہ چہ شد		یک چند بروی دوستاں شاد شدیم چوں ابر درآمدیم و چو باد شدیم
بر مفرشِ خاک خفتگاں می بینم چندانکہ بصحرای عدم می نگرم	۳۹	در زیرِ زمیں نہفتگاں می بینم ناآمدگاں و رفتگاں می بینم

میں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ فرشِ خاک پر سوئے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ زمین کے نیچے مدفون ہیں۔ صحرائے عدم کو جتنے غور سے دیکھتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ آئے بھی نہ تھے کہ چلے گئے۔ ع

آ کے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے۔

محرم ہستی کہ با تو گویم یکدم محنت زدہ سرشتہ از گلِ غم	۴۰	کز اول کار خود چہ بود ست آدم یکچند جہاں بخورد و برداشت قدم

چونکہ تو محرم ہے اس لئے میں تجھے بتاتا ہوں کہ آدم کی کیفیت ابتدا سے کیا ہے۔ غم کی مٹی سے ایک محنت زدہ (غمگین)

(۱) دیکھو دیوان مولانا روم صفحہ ۲۶۳

صورت بنائی گئی - جو تھوڑی دیر کے لئے دنیا میں رہی اور پھر اٹھ گئی -

دنیا بمراد رانده گیر آخر چه گیرم که بکام دل بماندی صد سال	۳۱	وین نامهٔ عمر خوانده گیر آخر چه صد سال دگر بمانده گیر آخر چه

فرض کرے کہ دنیا میں تو بامراد رہا لیکن انجام کیا ہوا -
فرض کرے کہ تو نے کتاب عمر کو پورا پڑھ لیا - لیکن انجام کیا ہوا -
میں نے فرض کیا کہ تو سو سال بامراد زندہ رہا بلکہ ایک سو سال اور بھی دنیا میں رہ گیا - لیکن انجام کیا ہوا -

مطلب یہ کہ جب انجام ہیچ ہے تو سب کچھ ہیچ ہے -

مذہب عشق

ملت عشق از همه دینها جدا ست
عاشقاں را مذہب و ملت خدا ست

(مولانا روم)

مذہب عشق میں رسوم ظاہری کی پابندی نہیں - علوم ظاہری اور آداب رسمی مسلک عشق کے لئے غیر ضروری ہیں شریعت - طریقت - حقیقت اور معرفت عاشق کے قبلۂ مقصود نہیں ہیں - وہ نہ جنت کا خواہاں ہے - اور نہ جہنم سے ترساں وہ صرف اپنے معشوق کے وصال کا طالب ہے - دنیا اور عقبیٰ اور

مافیہا سے وہ بے نیاز ہوتا ہے۔ کفر و اسلام۔ مسجد و کنشت۔ دیر و حرم اور تسبیح و زنار کے امتیاز سے بالاتر ہوتا ہے۔ ہر حالت میں اور ہر مقام پر اسے اپنے محبوب کا ہی دھیان ہوتا ہے۔ وہ اپنی اس منزلِ مقصود پر پہونچنے کے لئے کسی خاص رستے کا پابند نہیں۔ کسی خاص مسلک کا گرفتار نہیں۔

حضرت شاہ اعظم ابو حامد محمد حسن ضیائی عاشق کی زبان سے فرماتے ہیں۔

اے تیرِ غمت را دلِ عشاق نشانہ	خلقے بتو مشغول و تو غائب زمیانہ
گہ معتکفِ دیرم و گہ ساکنِ مسجد	یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بخانہ
مقصودِ من از کعبہ و بتخانہ تو بودی	مقصود توئی کعبہ و بتخانہ بہانہ
حاجی بر و کعبہ و من طالبِ دیدار	او خانہ ہمی جوید و من صاحبِ خانہ

حکیم غزنوی بھی کفر و ایمان اور زشت و زیبا کی تفریق کو مٹا کر مذہبِ عشق کے اصل اصول کی اس طرح تشریح فرماتے ہیں۔

بہر چہ از دوست وامانی چہ کفر آں حرف وچہ ایماں
بہر چہ از راہ دور افتی چہ زشت آں نقش وچہ زیبا

ایک اور مقام پر اسی کیفیت کا بیان کرتے ہوئے گوہرِ مقصود کا ان الفاظ میں پتہ دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

لبِ دریا ہمہ کفر است و دریا جملہ دینداری
ولیکن گوہرِ دریا ورائے آن و ایں باشد

عرفی بھی شیخ و برہمن کے مذہب سے عاشق کے مذہب کو جدا بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

حرم پویاں درے را می پرستند	فقیہاں دفترے را می پرستند
ازاں دعوی بشیخ و برہمن ماند	کہ ہر یک داورے را می پرستند

برافگن پردہ تا معلوم گردد ‏ ‏ کہ یاراں دیگرے رامی پرستند

ز اہلِ وردِ تو عرفی کہ ایں جمع
گرامی گوہرے رامی پرستند

اسی مضمون پر ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

عاشق ہم از اسلام خراب است ہم از کفر ‏ ‏ پروانہ چراغ حرم و دیر نداند

خواجہ حافظ علیہ الرحمت بھی مذہبِ عشق کی رو سے خانقاہ اور خرابات کی تفریق کے قائل نہیں۔

در عشق خانقاہ و خرابات فرق نیست ‏ ‏ ہر جا کہ ہست پرتوِ روئے حبیب ہست

مشہدی کا شعر ہے۔

چراغ بتکدہ و شمع خانقاہ یکے ست ‏ ‏ اگرچہ دیدہ دو آمد و لے نگاہ یکیست

۱

ہر دل کہ درو مہر و محبت بسرشت ‏ ‏ خواہ ساکنِ مسجد است و خواہ اہلِ کنشت
در دفترِ عشق نام ہر کس کہ نوشت ‏ ‏ آزاد ز دوزخ است و فارغ ز بہشت

ہر ایک وہ دل جس میں مہر و محبت ڈالی گئی ہے۔ وہ خواہ مسجد نشین ہو یا اہلِ کنشت ہو (کچھ فرق نہیں پڑتا) دفترِ عشق میں جس شخص کا نام لکھا گیا ہو وہ دوزخ اور بہشت کی پرواہ نہیں کرتا۔

شاہا لعطایت کہ ازاں کام کدانی ‏ ‏ نومید مہل عرفیِ محروم دژم را
از باغ نعیمش مدہ انعام و میامیز ‏ ‏ با مطلبِ او مطلبِ اصحابِ شکم را
آسایشِ آسائیِ حق ز تو خواہد ‏ ‏ او ہمہ دوزخ نہ کند باغ ارم را

ابو سعید ابو الخیر کی ایک رباعی بھی اسی رنگ میں ہے۔

آنرا کہ قضا ز خیلِ عشاق نوشت ‏ ‏ آزاد ز مسجد است و فارغ ز کنشت
دیوانۂ عشق را چہ ہجراں چہ وصال ‏ ‏ از خویش گذشتہ را چہ دوزخ چہ بہشت

باکافرِ عشقیم و مسلمان دگراست از مارُخ زرد و جگرِ پارہ طلب	۲	با مورِ ضعیفیم و سلیمان دگراست بازارچۂ قصب فروشان دگراست

ہم کافرِ عشق ہیں۔ مسلمان کوئی اور ہوگا۔ ہم ضعیف چیونٹی ہیں۔ سلیمان کوئی اور ہوگا۔ ہمارا سرمایہ زرد چہرہ اور جگر پارہ پارہ ہے۔ قصب فروشوں کا بازار کہیں اور ہوگا۔
قصب۔ جامہ باشد کہ از کتان و ابریشم بافند۔ **بازارچہ**۔ یہ برائے تصغیر و تحقیر۔ مطلب یہ کہ ظاہری شان و شوکت عاشقوں کے پاس نہیں ہوتی۔

کافرِ عشقم مسلمانی مرا درکار نیست		ہر رگِ من تار گشتہ حاجتِ زنار نیست

(امیر خسرو)

در چشمِ محققان چہ زیبا و چہ زشت پوشیدنِ بیدلاں چہ اطلس چہ پلاس	۳	منزلگہِ عاشقاں چہ دوزخ چہ بہشت زیرِ سرِ عاشقاں چہ بالیں و چہ خشت

حقیقت بین آنکھ کے سامنے زشت و زیبا برابر ہے۔ عاشقوں کا مقام دوزخ میں ہوا تو کیا اور بہشت میں ہوا تو کیا۔ بیدل لوگوں کی پوشاک اطلس کی ہو یا پلاس کی کچھ فرق نہیں پڑتا۔ عاشقوں کے سر کے نیچے بالین ہو یا خشت ایک ہی بات ہے۔

فصلِ گل و طرفِ جویبار و لبِ کشت بیش آر قدم کہ بادہ نوشان صبوح	۴	با یک دو سہ تازہ لعبتے حور سرشت آسودہ ز مسجد اند و فارغ ز کنشت

موسم بہار ہو لبِ جو ہو اور سبزہ زار۔ دو تین نو خیز حوری نژاد معشوق ہوں۔ قدم آگے بڑھا کیونکہ بادہ نوشانِ صبوحی کش مسجد اور

کنشت دونوں سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

میخانہ و کعبہ خانۂ بندگی است محراب و کلیسا و تسبیح و صلیب	۵	ناقوس زدن ترانۂ بندگی است حقا کہ ہمہ نشانۂ بندگی است

میخانہ ہو یا کعبہ سب بندگی کے مقام ہیں۔ ناقوس بجانا بھی بندگی کا ترانہ ہے۔ محراب ہو کلیسا ہو۔ تسبیح ہو یا صلیب ہو۔ خدا کی قسم کہ سب بندگی کے نشانات ہیں۔

در عشق خانقاہ و خرابات فرق نیست آنجا کہ کار صومعہ را جلوہ می دہند		ہر جا کہ ہست پرتو روئے حبیب ہست ناقوس دیر راہب و نام صلیب ہست

(حافظ)

سر دفتر عالم معانی عشق است ای آنکہ خبر نہ داری از عالم عشق	۶	سر بیت قصیدۂ جوانی عشق است این نکتہ بداں کہ زندگانی عشق است

عشق عالم معانی کا سر دفتر ہے۔ عشق جوانی کے قصیدہ کا مطلع ہے۔ اے کہ تجھے عالم عشق کی خبر نہیں۔ یہ تھوڑی سی بات سمجھ لے کہ زندگانی عشق ہی کے ساتھ ہے۔

در ہیچ سرے نیست کہ اسرارے نیست ہر طائفہ گرفتہ راہے در پیش	۷	دل را خبر از اندک و بسیارے نیست الا رہ عشق را کہ سالارے نیست

کوئی ایسا سر نہیں جس میں اسرار نہ ہوں۔ دل کو کم و بیش کی کچھ خبر نہیں۔ ہر ایک طائفہ جو چل رہا ہے کوئی نہ کوئی رستہ اس کے مد نظر ہے۔ بغیر عشق کے رستہ کے اس راہ میں کوئی کاروان سالار نہیں ہے۔

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے		من قبلہ راست کردم در طرف کج کلاہے
در صومعہ و مدرسہ و دیر و کنشت آنکس کہ ز اسرار خدا با خبر است	۸	ترسندۂ دوزخ اند و جویا بہشت زین تخم در اندرون دل ہیچ نکشت

صومعہ میں۔ مدرسہ میں۔ دیر میں اور کنشت میں جتنے لوگ ہیں دوزخ سے ڈرتے ہیں اور بہشت کے طالب ہیں۔ لیکن وہ شخص جو خدا کے بھیدوں سے واقف ہے ان باتوں کو دل میں جگہ نہیں دیتا۔

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن		دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے
چوں عشق ازل بود مرا انشا کرد و آنگاہ قراضہ ریزۂ قلب مرا	۹	پس درس نخست درس عشق املا کرد مفتاح خزائن در معنے کرد

(اللہ تعالےٰ نے) مجھے عشق ازل کے باعث پیدا کیا۔ پہلے دن ہی عشق کا سبق مجھے پڑھایا۔ اس کے بعد میرے دل کے ٹکڑوں کو گوہر معانی کے خزانوں کی کنجی بنا دیا۔

پہلے مصرعہ میں حدیث قدسی (کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق) کی طرف اشارہ ہے۔ قراضہ۔ سونے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے۔ ہر ایک چیز کے ٹکڑے جو قینچی سے کاٹتے وقت نیچے گرتے ہیں۔ املاء لکھوانا۔ پہلے زمانہ میں درس کا طریقہ یہ تھا کہ استاد زبانی بولتا جاتا تھا۔ شاگرد ضروری باتوں کو ساتھ ساتھ لکھتے جاتے تھے۔ سبق املا کردن۔ یعنی سبق پڑھانا۔

خاکِ من آنروز کہ مے بیختند		شبنمے از عشق براو ریختند

دل کہ بآں رنجہ غم اندوہ دشد		بود کجا بے کہ ننگ سود شد

(غزالی مشہدی)

می باید بود مرد می باید بود دائم سبق زعشق می باید خواند	۱۰	سر تا بقدم بدرد می باید بود در کوچہ دوست گرد می باید بود

شراب ہونی چاہیئے اور (اس کے پینے کے لئے) مرد بننا چاہیئے۔ سر تا سر صاحب درد ہونا چاہیئے۔ ہمیشہ عشق کا سبق پڑھنا چاہیئے۔ اور معشوق کے کوچہ کی گرد بننا چاہیئے۔

ما عاشق آشفتہ و مستیم امروز از ہستی خویشتن بکلی رستہ	۱۱	در کوئی بتاں بادہ پرستیم امروز پیوستہ بمحراب الستیم امروز

ہم آج آشفتہ اور مست عاشق ہیں۔ معشوقوں کے کوچہ میں بادہ پرستی کر رہے ہیں۔ اپنی خودی سے بالکل آزاد ہو گئے ہیں۔ اور محرابِ الست کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔

محرابِ الست۔ سے مراد۔ میثاقِ الستُ بربکم۔ عشق ازل۔

بگرفت مرا عشق بکاری خوش خوش القصہ چناں سوخت دلم از غم او	۱۲	گفتا چو من آمدم تو پا بیرون کش کانش ہمہ ہیزم شد و ہیزم آتش

عشق نے مجھے عجیب کام میں لگا دیا۔ مجھے کہا کہ میں آگیا ہوں تو باہر جا۔ حاصلِ کلام یہہ کہ میرا دل اس کے عشق میں ایسا جل گیا۔ کہ آگ ایندھن ہو گئی اور ایندھن آگ ہو گیا۔

ہیزم۔ سے مراد عاشق کا دل۔ مطلب یہہ کہ عاشق کا دل آتش

عشق میں ایسا جل گیا کہ سراسر آگ ہو گیا۔ دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ جب عشق آجاتا ہے۔ خودی گم ہو جاتی ہے۔

در میکدۂ عشق نیازے دارم	۱۳	با شمع رخش سوز و گدازے دارم
آنگاہ بہ عشق طہارت کردہ		بارو بجہت خویش نمازے دارم

میں عشق کے شراب خانے کا نیازمند ہوں۔ معشوق کے شمع رخ سے سوز و گداز میں ہوں۔ شراب عشق سے وضو کر کے معشوق کے قبلۂ رخسار کی طرف نماز پڑھنی چاہتا ہوں۔

قومے متفکر اند در مذہب و دین	۱۴	جمعے متحیر اند در شک و یقین
ناگاہ منادیے بر آمد ز کمین		کاے بیخبراں راہ نہ آنست نہ این

ایک گروہ مذہب و دین کی تحقیق میں فکر کر رہا ہے۔ دوسرا فرقہ شک اور یقین کے فلسفہ میں سرگرداں ہو رہا ہے۔ اچانک پردۂ غیب سے ایک ندا کرنے والے نے آواز دی کہ اے بے خبر لوگو! رستہ نہ یہ ہے نہ وہ۔

حرم پویاں درے را می پرستند	فقیہاں دفترے را می پرستند
ازاں دعوی شیخ و برہمن ماند	کہ ہر یک داورے را می پرستند

برافگن پردہ تا معلوم گردد
کہ یاراں دیگرے را می پرستند

(عرفی)

یارب ز قبول و ردم باز رہاں	۱۵	مشغول خودم کن ز خودم باز رہاں
تا ہشیارم ز نیک و بد می دانم		مستم کن و از نیک و بدم باز رہاں

اے خدا! مجھے قبول اور رد کی قید سے چھڑا دے۔ مجھے اپنی طرف مشغول کر لے اور خودی سے آزاد کر دے۔ جب تک میں ہوشیار رہوں نیک و بد کا ذمہ دار رہوں۔ مجھے (اپنے عشق میں) بے ہوش کر دے تاکہ میں نیک و بد کی تمیز سے چھوٹ جاؤں۔

ظاہر ہے کہ جب ہوش و حواس قائم نہ ہوں تو انسان مرفوع القلم ہو جاتا ہے۔

رندے دیدم نشستہ بر خنگ زمیں نے حق نہ حقیقت نہ شریعت نہ یقیں	۱۶	نہ کفر نہ اسلام نہ دنیا و نہ دیں اندر دو جہاں کرا بود زہرہ ایں

میں نے ایک رند کو دیکھا جو زمین کے گھوڑے پر سوار ہے۔ کفر و اسلام اور دنیا و دین سے بے نیاز ہے۔ نہ حق کی پرواہ ہے نہ حقیقت کی۔ نہ شریعت کا خیال ہے نہ یقین کا۔ بتاؤ دونوں جہان میں اتنا دلیر کون ہو سکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ مراد اسی عاشق سے ہے جو عشق کی شراب پی کر مست ہو جائے اور تمام قیود سے آزاد ہو جائے۔

نشستہ بر خنگ زمین۔ مراد یہ ہے کہ اور لوگوں کی طرح دنیا اُس پر سوار نہیں بلکہ وہ دنیا پر سوار ہے۔

ما عاشق و رند و مے پرستیم ہمہ بگذشتہ ز قبح و حسن و از وہم و خیال	۱۷	در کوئے خرابات نشستیم ہمہ از ما مطلب ہوش کہ مستیم ہمہ

ہم سب (یعنی گروہِ عشاق) عاشق ہیں رند ہیں اور مے پرست ہیں۔ ہم سب خرابات نشین ہیں۔ حُسن و قبح کی تمیز سے اور وہم و خیال سے آزاد ہیں۔ ہم سے ہوشیاری

کی امید نہ رکھ - کیونکہ ہم سب مست ہیں -
ہمہ سے مراد - ہمہ تن یعنی سرتا سر بھی ہوسکتی ہے -

ایدل چو بہ بزم آں صنم بنشستی از جام فنا چو جرعۂ نوشیدی	۱۸	از خویش بریدی و بدو پیوستی از بود و نبود و کون کلی رستی

اے دل جس وقت تو اوس معشوق کی مجلس میں بیٹھ گیا - اپنی خودی سے قطع تعلق کر لیا - اور معشوق کے ساتھ مل گیا - جام فنا سے ایک گھونٹ پی لیا - اوس وقت سمجھ کر تو وجود و عدم اور کون و فساد کے جھگڑوں سے بالکل چھوٹ گیا -
مطلب یہہ کہ فنا فی اللہ سے بقا باللہ حاصل ہوجاتی ہے -

سب کچھ انسان کے اندر ہے

ستم است اگر ہوست کشد کہ بہ سیر سرو و سمن در آ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بہ چمن در آ

(مرزا بیدل)

خوشی اور غم۔ عیش و طرب اور رنج و الم بہشت اور دوزخ۔ باغ نعیم اور نار جحیم۔ کفر اور ایمان۔ فنا و بقا۔ زہر و تریاک غرضیکہ ارض و سما اور دنیا و عقبےٰ سب کچھ انسان کے اندر ہے۔ مشہور ہے کہ (من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ) وجود انسانی ایک چھوٹی سی دنیا ہے۔ جس میں تمام کائنات کا خلاصہ مندرج ہے۔

عرفی کے ایک قصیدے کے چند اشعار اس مضمون کی پوری تشریح کرتے ہیں۔ اون کے مطالعہ سے اس باب کی رباعیات کا مفہوم پورے طور سے ذہن نشین ہو سکتا ہے۔

تو سلطانِ غیوری در کمندِ نفسِ بدگوہر ۔۔۔ بکش زاں پیش عذرا کہ چو را زآسماں بینی
ز نصرت شاد شو ہر گہ غمے بر گردِ دل گردد ۔۔۔ ز غفلت داغ شو ہر گہ کہ خود را شاد را بینی
طرب را پائے بر سر زن کہ جنت را طفیل یابی ۔۔۔ ہوس را دست بر دل نہ کہ دوزخ را تپاں بینی
سرِ روحانیاں داری دمے خود را نہ یابستی ۔۔۔ بخواب خود درآ تا قبلۂ روحانیاں بینی
فسادِ عالمی تابد از پیشانیِ نفرت ۔۔۔ ببیں در آئنہ تا آتش ہمہ فتنہ ہاں بینی
مخور غم گرد بال اپشہ کمتر نہد خود را ۔۔۔ کہ چوں فال خر ابیہا نہ پیل و ہمال بینی
نشانِ جاں ہمی جو تا نشاں از بے نشاں یابی ۔۔۔ مکانِ دل طلب کن تا مکان لامکاں بینی
ز حور و سدرہ ہستم بہرہ ور بے دست دیے دیدہ ۔۔۔ تو ایں دولت کجا یابی کہ جنت در مکاں بینی
ز جنگ می و فردا رستام بے سنتِ امروز ۔۔۔ تو ایں معنی کجا یابی کہ ہستی در زماں بینی
من از گل باغ میچینم تو گل از باغ می جوئی ۔۔۔ من آتش از دخاں بینم تو از آتش دخاں بینی

(عرفی)

۱

برطرز سپہر خاطرم روز نخست
لوح و قلم و بہشت و دوزخ می جست
پس گفت مرا معلم از علم درست
لوح و قلم و بہشت و دوزخ با تست

روزِ ازل کو میرا دل زمانے کی ادھیڑ دل کی طرح لوح و قلم اور بہشت و دوزخ کو ڈھونڈتا تھا - لیکن میرے استاد نے اپنے صحیح علم کے ذریعے مجھے بتایا کہ لوح و قلم اور بہشت و دوزخ تو تیرے اندر ہی ہیں -

مرے رنج کی نہ کچھ ابتدا نہ مری خوشی کی ہے انتہا
جو جلوں تو نارِ جحیم ہوں جو ہنسوں تو باغِ نعیم ہوں

ساقی بہ برم گرُبت یاقوت لب است گر زہرہ بود مطرب عیسیٰ ہمدم	۲	ور آبِ خضر بجائے آبِ عنب است چوں دل نہ بجا بود نہ جائے طرب است

اے ساقی اگرچہ بغل میں معشوقِ یاقوت لب بھی ہو - اور بجائے شراب کے آبِ حیات بھی موجود ہو - خود زہرہ مطرب بن کر آئے - اور حضرت مسیح علیہ السلام انیس و ہمدم بھی ہوں - تاہم اگر دل ٹھکانے پر نہ ہو تو کوئی خوشی نہیں -

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر دل مضطرب ہو تو خوشی کے بیرونی اسباب کچھ نہیں کر سکتے - سب کچھ دل پر منحصر ہے - سچ تو یہ ہے کہ آبِ حیات کا چشمہ بھی دل کے اندر ہی ہے - اگر وہی چشمہ بند ہو گیا تو پھر کچھ نہیں بن سکتا -

آں نیست رہ وصل کہ انگاشتہ ایم واں چشمہ کہ خورد خضر از و آبِ حیات		واں نہمت جہاں کہ پندا شتہ ایم در خانۂ ماست لیک انباشتہ ایم

(شیخ صدر الدین)

زُہرہ - مشہور ستارے کا نام - ناہید - مطربۂ فلک بھی کہتے ہیں -

بدنامیِ من زعشق گرسی بگذشت	۳	دیں عمرِ عزیز نیز از سی بگذشت

فی الجملہ خوشی نیست اگر دست دہد		صد کاسہ پیاپی کہ عمروی بگذشت

میری بدنامی کا آوازہ عرش و کرسی سے بھی گزر گیا۔ اور عمر عزیز بھی تیس سال سے زیادہ ہوگئی۔ اب اگر پے در پے شراب کے پیالے ملتے جائیں تو بھی کوئی خوشی نہیں۔ کیونکہ خوشی کا زمانہ گزر گیا۔

مطلب یہہ کہ عیش و طرب شراب پر منحصر نہیں۔ یہہ صرف بیرونی اور عارضی اسباب ہیں۔ اندرونی کیفیت کا ہونا ضروری ہے۔

گردوں نفسی ز عمر فرسودۂ ماست دوزخ شرری ز رنج بیہودۂ ماست	۴	جیحوں اثری ز چشم پالودۂ ماست فردوس دمی ز وقت آسودۂ ماست

آسمان (کی مدّتِ عمر) ہماری عمرِ فرسودہ کا ایک دم ہے۔ جیحون ہماری صاف کی ہوئی آنکھوں کی ایک یادگار ہے۔ دوزخ ہمارے بیہودہ غموں (کی آگ) کا ایک شرر ہے۔ بہشت ہمارے خوشی میں گزرے ہوئے وقت کا ایک لحظہ ہے۔

جیحون ۔ ایک مشہور دریا کا نام ہے۔ مطلب یہہ کہ ہم نے رو رو کر آنکھوں کو صاف کر دیا ہے اور ہماری اس گریہ و زاری کا نتیجہ یہہ ہوا کہ سیلابِ اشک سے دریا جاری ہوگئے۔

ہر دل کہ درو مایۂ تجرید کم است جز خاطر فارغ کہ نشاطے دارد	۵	بیچارہ ہمہ عمر ندیم ندم است باقی ہمہ ہرچہ ہست اسباب غم است

جس دل میں علیحدگی اور کم تعلقی نہ ہو۔ وہ بیچارہ تمام

عمر ندامت کا ہمنشین رہتا ہے۔ سوائے ایسے دل کے جو تعلقات سے آزاد ہو اور خوش ہو۔ باقی جو کچھ دنیا میں ہے۔ غم کا سامان ہے۔

تجرید۔ زوائد سے کسی چیز کو پاک کرنا۔ تعلق کا کم کرنا۔ الگ کرنا۔ اصلاح کرنا۔ مطلب یہ کہ خوشی صرف دل کی فراغت سے حاصل ہو سکتی ہے۔ باقی چیزیں جو لیلا ہر خوشی کا سامان نظر آتی ہیں۔ حقیقت میں غم کا موجب ہوتی ہیں۔

گر یک نفست ز زندگانی گذرد زنہار کہ سرمایۂ این ملک جہاں	۶	مگذار کہ جز بشادمانی گذرد عمر است چناں کش گذرانی گذرد

زندگی کا ایک دم بھی جو گزرے۔ خوشی کے بغیر اُسے نہ گزرنے دے خبردار ہو کہ ملک جہاں کا تمام سرمایہ صرف زندگانی ہی ہے۔ اسے تو جس طرح گزارے گا گزرے گی۔ مطلب یہ کہ زندگی کو خوشی سے یا غم سے بسر کرنا تیرے اپنے اختیار میں ہے۔

در جستن جام جم جہاں پیمودیم ز استاد چو وصف جام جم بشنودیم	۷	روزے ننشستیم و شبے نغنودیم خود جام جہاں نمائے جم می بودیم

جام جم کی تلاش میں ہم نے تمام جہان چھان مارا ایک دن بھی آرام نہ کیا۔ اور ایک رات بھی نہ سوئے۔ لیکن جب اوستاد سے ہم نے جام جم کی تعریف سنی۔ تو معلوم ہوا کہ جام جہاں نمائے یعنی جام جم ہم خود ہی ہیں۔

خواجہ حافظ نے اس رُباعی کے مضمون کو دیکھئے

ایک ہی شعر میں کس خوبی سے ادا کیا ہے۔

سالہا دل طلبِ جامِ جم از ما میکرد	آنچہ خود داشت ز بیگانہ تمنا می کرد

دُنیا میں خوشی نہیں اس کی خوشی میں بھی رنج ہے

باران غم سے جب گِلِ آدم بھگو چکے
اک قطرہ عیش کا بھی ملایا تبرّکاً

دُنیا کو دار المحن۔ بیت الحزن۔ غم کدہ۔ وغیرہ وغیرہ ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ وجہ یہ کہ حقیقت میں دنیا آرام کی جگہ نہیں کسی کو دیکھو۔ کسی سے پوچھو۔ کوئی خوش نظر نہیں آتا۔ شاہ ہو یا گدا۔ آقا ہو یا غلام۔ بیمار ہو یا تندرست۔ مفلس ہو یا غنی۔ کامگار ہو یا ناکام کوئی بھی رنج و غم سے خالی نہیں۔ کسی کو کوئی شکایت ہے کسی کو کچھ گلہ۔ کوئی دل رنج سے خالی نہیں کوئی آدمی غم سے آزاد نہیں ہے۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ کسی کو مال کا غم ہے کسی کو اولاد کا۔ کسی کو دشمن کا ڈر ہے اور کوئی دوست کے غم میں سرگرداں پھر رہا ہے۔ ایک کو کھانے کے

سے لئے کچھ نہیں ملتا۔ دوسرا کھا کر ہضم نہیں کر سکتا۔ وُہی بات ہے۔

غم اگرچہ جاں گسل ہے اسے کیا کریں کہ دل ہے
غمِ عشق اگر نہ ہوتا۔ غمِ روزگار ہوتا

اگر عارضی طور سے چند روز عیش و عشرت میں گزر بھی جائیں تو بھی چنداں قابلِ لحاظ نہیں۔ کیونکہ اول تو وہی عیش و عشرت بعض حالات میں سامانِ غم ہو جاتی ہے اور یہ نہ بھی ہو تو اس عارضی حالت کا جب خاتمہ ہو جائے گا۔ تو اُس کی یاد خود یاس و حرماں کا موجب بن جائے گی۔ علاوہ ازیں دُنیا کے دول کی ناپائداری کا خیال ایک ایسا جانکاہ اور روح فرسا خیال ہے کہ بکمال عشرت و نشاط کے زمانے میں بھی انسان کو چین میں نہیں بیٹھنے دیتا۔

یہہ ایک کلیہ ہے جس کی کوئی استثنا نہیں۔ یہہ ممکن نہیں کہ دنیا میں کوئی ایسا آدمی مل سکے جو بے غم ہو۔ وجہ یہہ کہ انسان کی فطرت میں ہی یہہ بات رکھی گئی ہے۔ انسان کی مٹی کا خمیر ہی آبِ غم سے ہوا ہے۔ ناسخ کا شعر ہے۔

سالہا باران غم برسی گل آدم ہوا	ہے بہ رنگ برق ہنسنا آدمیت سے بعید

اس لئے انسان مجبور ہے کہ رنج و الم میں مبتلا رہے قیدِ غم سے رہا ہونے کی کوئی کوشش کارگر نہیں ہو سکتی۔ تو خوشی کے ہزار سامان پیدا کرو۔ دل کو لاکھ طریقوں سے سمجھاؤ کہ غم سے دور رہے لیکن تمھیں معلوم بھی نہ ہوگا۔ اور غم ایک عیار چور کی طرح آنکھ بچا کر خانۂ دل میں جا گھسے گا۔ اور اُس گھر کے تمام سامانِ عشرت کو ایک چشم زدن میں لے جائے گا۔ بعض دفعہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک آدمی افسردہ خاطر اور پژمردہ دل ہو جاتا ہے اور خود اُسے معلوم نہیں ہوتا کہ اس افسردگی اور پژمردگی کا باعث کیا ہے۔ یہہ اسی باران غم

اے خدا! مجھے قبول اور رد کی قید سے چھڑا دے۔ مجھے اپنی طرف مشغول کر لے اور خودی سے آزاد کر دے۔ جب تک میں ہوشیار رہوں نیک و بد کا ذمہ دار ہوں۔ مجھے (اپنے عشق میں) بے ہوش کر دے تاکہ میں نیک و بد کی تمیز سے چھوٹ جاؤں۔

ظاہر ہے کہ جب ہوش و حواس قائم نہ ہوں تو انسان مرفوع القلم ہو جاتا ہے۔

رندے دیدم نشستہ بر خنگ زمیں نے حق نہ حقیقت نہ شریعت نہ یقیں	۱۶	نہ کفر نہ اسلام نہ دنیا و نہ دیں اندر دو جہاں کرا بود زہرۂ ایں

میں نے ایک رند کو دیکھا جو زمین کے گھوڑے پر سوار ہے۔ کفر و اسلام اور دنیا و دین سے بے نیاز ہے۔ نہ حق کی پرواہ ہے نہ حقیقت کی۔ نہ شریعت کا خیال ہے نہ یقین کا۔ بتاؤ دونوں جہان میں اتنا دلیر کون ہو سکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ مراد اسی عاشق سے ہے جو عشق کی شراب پی کر مست ہو جائے اور تمام قیود سے آزاد ہو جائے۔ نشستہ بر خنگ زمیں سے مراد یہ ہے کہ اور لوگوں کی طرح دنیا اس پر سوار نہیں، بلکہ وہ دنیا پر سوار ہے۔

ما عاشق و رند و مے پرستیم ہمہ بگذشتہ ز قبح و حسن از وہم و خیال	۱۷	در کوئے خرابات نشستیم ہمہ از ما مطلب ہوش کہ مستیم ہمہ

ہم سب (یعنی گروہِ عشاق) عاشق ہیں رند ہیں اور مے پرست ہیں۔ ہم سب خرابات نشین ہیں۔ حسن و قبح کی تمیز سے اور وہم و خیال سے آزاد ہیں۔ ہم سے ہوشیاری

کی امید نہ رکھ - کیونکہ ہم سب مست ہیں -
ہمہ سے مراد - ہمہ تن یعنی سرتا سر بھی ہو سکتی ہے -

ایدل چو ببزم آں صنم بنشستی از جام فنا چو جرعۂ نوشیدی	۱۸	از خویش بریدی بد و پیوستی از بود و نبود و کون کلی رستی

اے دل جس وقت تو اوس معشوق کی مجلس میں بیٹھ گیا - اپنی خودی سے قطع تعلق کر لیا - اور معشوق کے ساتھ مل گیا - جام فنا سے ایک گھونٹ پی لیا - اوس وقت سمجھ کہ تو وجود و عدم اور کون و فساد کے جھگڑوں سے بالکل چھوٹ گیا - مطلب یہہ کہ فنا فی اللہ سے بقا باللہ حاصل ہو جاتی ہے -

سب کچھ انسان کے اندر ہے

ستم است اگر ہوست کشد کہ بہ سیر سرو و سمن در آ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بہ چمن در آ

(مرزا بیدل)

خوشی اور غم - عیش و طرب اور رنج و الم بہشت اور دوزخ - باغ نعیم اور نار جحیم - کفر اور ایمان - فنا و بقا - زہر و تریاک غرضیکہ ارض و سما اور دنیا و عقبیٰ سب کچھ انسان کے اندر ہے - مشہور ہے کہ (من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ) وجود انسانی ایک چھوٹی سی دنیا ہے - جس میں تمام کائنات کا خلاصہ مندرج ہے -

عرفی کے ایک قصیدے کے چند اشعار اس مضمون کی پوری تشریح کرتے ہیں - اون کے مطالعہ سے اس باب کی رُباعیات کا مفہوم پورے طور سے ذہن نشین ہو سکتا ہے -

تو سلطانِ غیوری در کمندِ نفسِ بدگوہر — بکش زان پیشتر خود را کہ جور از آسمان بینی
ز نصرت شاد شو ہرگہ غمے برگردِ دل گردد — ز غفلت داغ شو ہرگہ کہ خود را شادمان بینی
طرب را پای بر سر زن کہ جنت را طفیل یابی — ہوس را دست بر دل نہ کہ دوزخ را نہان بینی
سرِ روحانیان داری ولے خود را ندیدستی — بخوابِ خود در آ تا قبلۂ روحانیان بینی
فسادِ عالمی تابد از پیشانیِ نفست — ببین در آئینہ تا آتشِ صد خانمان بینی
مخور غم گر ز بالِ پشہ کمتر نہد خود را — کہ چون فال خرابیہا ز ندپیل دمان بینی
نشانِ جان ہمی جو تا نشان از بے نشان یابی — مکانِ دل طلب کن تا مکان در لامکان بینی
ز وردِ سدرہ ہشتم بہرہ در پے دست و پے دیدہ — تو این دولت کجا یابی کہ جنت در مکان بینی
ز جنگِ دی و فردا رستہ ام بے منتِ امروز — تو این معنی کجا یابی کہ ہستی در زمان بینی
من از گل باغ می‌چینم تو گل از باغ می‌جوئی — من آتش از دخان بینم تو از آتش دخان بینی

(عرفی)

۱

برطرز سپہر خاطرم روز نخست
لوح و قلم و بہشت و دوزخ می جست
پس گفت مرا معلم از علم درست
لوح و قلم و بہشت و دوزخ با تست

روزِ ازل کو میرا دل زمانے کی اور چیزوں کی طرح لوح و قلم اور بہشت و دوزخ کو ڈھونڈتا تھا - لیکن میرے استاد نے اپنے صحیح علم کے ذریعے مجھے بتایا کہ لوح و قلم اور بہشت و دوزخ تو تیرے اندر ہی ہیں -

مرے رنج کی نہ کچھ ابتدا نہ مری خوشی کی ہے انتہا
جو جلوں تو نارِ جحیم ہوں جو ہنسوں تو باغِ نعیم ہوں

ساقی بہ برم گرچہ یاقوت لب است گر زہرہ بود مطرب و عیسیٰ ہمدم	۲	ور آب خضر بجائے آب عنب است چوں دل نہ بجا بود نہ جائے طرب است

اے ساقی اگرچہ بغل میں معشوق یاقوت لب بھی ہو - اور بجائے شراب کے آبِ حیات بھی موجود ہو - خود زہرہ مطرب بن کر آئے - اور حضرت مسیح علیہ السلام انیس و ہمدم بھی ہوں - تاہم اگر دل ٹھکانے پر نہ ہو تو کوئی خوشی نہیں -

حاصل کلام یہ کہ اگر دل مضطرب ہو تو خوشی کے بیرونی اسباب کچھ نہیں کر سکتے - سب کچھ دل پر منحصر ہے - سچ تو یہ ہے کہ آبِ حیات کا چشمہ بھی دل کے اندر ہی ہے - اگر وہی چشمہ بند ہو گیا تو پھر کچھ نہیں بن سکتا -

آں نیست رہ وصل کہ انگاشتہ ایم واں چشمہ کہ خورد خضر ازو آبِ حیات		داں نہمت جہاں کہ بنداشتہ ایم در خانۂ ماست لیک انباشتہ ایم

(شیخ صدر الدین)

زہرہ - مشہور ستارے کا نام - ناہید - مطربۂ فلک بھی کہتے ہیں -

بدنامی من ز عرش و کرسی بگذشت	۳	دیں عمر عزیز نیز از سی بگذشت

فی الجملہ خوشی نیست اگر دست دہد		صد کاسہ بپیا پے کہ عروسی بگذشت

میری بدنامی کا آوازہ عرش و کرسی سے بھی گزر گیا۔ اور عمر عزیز بھی تیس سال سے زیادہ ہو گئی۔ اب اگر پے در پے شراب کے پیالے ملتے جائیں تو بھی کوئی خوشی نہیں۔ کیونکہ خوشی کا زمانہ گزر گیا۔

مطلب یہہ کہ عیش و طرب شراب پر منحصر نہیں۔ یہہ صرف بیرونی اور عارضی اسباب ہیں۔ اندرونی کیفیت کا ہونا ضروری ہے۔

گردوں نفسی زعمر فرسودۂ ماست دوزخ شرری زرنج بیہودۂ ماست	۴	جیحوں اثری زچشم پالودۂ ماست فردوس دمی زوقت آسودۂ ماست

آسمان (کی مدّتِ عمر) ہماری عمرِ فرسودہ کا ایک دم ہے۔ جیحون ہماری صاف کی ہوئی آنکھوں کی ایک یادگار ہے۔ دوزخ ہمارے بیہودہ غموں (کی آگ) کا ایک شرر ہے۔ بہشت ہمارے خوشی میں گزرے ہوئے وقت کا ایک لحظہ ہے۔

جیحون۔ ایک مشہور دریا کا نام ہے۔ مطلب یہہ کہ ہم نے رو رو کر آنکھوں کو صاف کر دیا ہے اور ہماری اس گریہ وزاری کا نتیجہ یہہ ہوا کہ سیلابِ اشک سے دریا جاری ہو گئے۔

ہر دل کہ درو مایۂ تجرید کم است جز خاطر فارغ کہ نشاطے دارد	۵	بیچارہ ہمہ عمر ندیم ندم است باقی ہمہ ہر چہ ہست اسباب غم است

جس دل میں علیحدگی اور کم تعلقی نہ ہو۔ وہ بیچارہ تمام

عمر ندامت کا ہمنشین رہتا ہے۔ سوائے ایسے دل کے جو تعلقات سے آزاد ہو اور خوش ہو۔ باقی جو کچھ دنیا میں ہے۔ غم کا سامان ہے۔

تجرید۔ زوائد سے کسی چیز کو پاک کرنا۔ تعلق کا کم کرنا۔ الگ کرنا۔ اصلاح کرنا۔ مطلب یہ کہ خوشی صرف دل کی فراغت سے حاصل ہو سکتی ہے۔ باقی چیزیں جو بظاہر خوشی کا سامان نظر آتی ہیں۔ حقیقت میں غم کا موجب ہوتی ہیں۔

گر یک نفست ز زندگانی گذرد زنہار کہ سرمایۂ این ملک جہاں	۶	مگذار کہ جز بشادمانی گذرد عمر است چنان کش گذرانی گذرد

زندگی کا ایک دم بھی جو گزرے۔ خوشی کے بغیر اُسے نہ گزرنے دے خبردار ہو کہ ملکِ جہاں کا تمام سرمایہ صرف زندگانی ہی ہے۔ اسے تو جس طرح گزارے گا گزرے گی۔

مطلب یہ کہ زندگی کو خوشی سے یا غم سے بسر کرنا تیرے اپنے اختیار میں ہے۔

در جستن جام جم جہاں پیمودیم ز استاد چو وصف جام جم بشنودیم	۷	روزے ننشستیم و شبے نغنودیم خود جام جہاں نمائے جم می بودیم

جامِ جم کی تلاش میں ہم نے تمام جہان چھان مارا ایک دن بھی آرام نہ کیا۔ اور ایک رات بھی نہ سوئے۔ لیکن جب استاد سے ہم نے جامِ جم کی تعریف سنی۔ تو معلوم ہوا کہ جامِ جہاں نمائے یعنی جامِ جم ہم خود ہی ہیں۔

خواجہ حافظ نے اس رباعی کے مضمون کو دیکھو

ایک ہی شعر میں کس خوبی سے ادا کیا ہے۔

سالہا دل طلبِ جامِ جم از ما میکرد | آنچہ خود داشت ز بیگانہ تمنا می کرد

دُنیا میں خوشی نہیں۔ اس کی خوشی میں بھی رنج ہے

باران غم سے جب گلِ آدم بھگو چکے
اک قطرہ عیش کا بھی ملا یا نہ سر گا

دُنیا کو دار المحن۔ بیت الحزن۔ غم کدہ۔ وغیرہ وغیرہ ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ وجہ یہ کہ حقیقت میں دنیا آرام کی جگہ نہیں کسی کو دیکھو۔ کسی سے پوچھو۔ کوئی خوش نظر نہیں آتا۔ شاہ ہو یا گدا۔ آقا ہو یا غلام۔ بیمار ہو یا تندرست۔ مفلس ہو یا غنی۔ کامگار ہو یا ناکام کوئی بھی رنج و غم سے خالی نہیں۔ کسی کو کوئی شکایت ہے کسی کو کچھ گلہ۔ کوئی دل رنج سے خالی نہیں۔ کوئی آدمی غم سے آزاد نہیں ہے۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ کسی کو مال کا غم ہے کسی کو اولاد کا۔ کسی کو دشمن کا ڈر ہے اور کوئی دوست کے غم میں سرگرداں پھر رہا ہے۔ ایک کو کھانے کے

لئے کچھ نہیں ملتا۔ دوسرا کھا کر ہضم نہیں کر سکتا۔ وُہی بات ہے۔

غم اگرچہ جاں گسل ہے اسے کیا کریں کہ دل ہے
غمِ عشق اگر نہ ہوتا۔ غمِ روزگار ہوتا

اگر عارضی طور سے چند روز عیش و عشرت میں گزر بھی جائیں تو بھی چنداں قابلِ لحاظ نہیں۔ کیونکہ اول تو وہی عیش و عشرت بعض حالات میں سامانِ غم ہو جاتی ہے اور یہ نہ بھی ہو تو اس عارضی حالت کا عیب خاتمہ ہو جائے گا۔ تو اوس کی یاد خود یاس و ملال کا موجب بن جائے گی۔ علاوہ ازیں دُنیائے دول کی ناپائداری کا خیال ایک ایسا جانکاہ اور روح فرسا خیال ہے کہ کمالِ عشرت و نشاط کے زمانے میں بھی انسان کو چین میں نہیں بیٹھنے دیتا۔

یہ ایک کلیہ ہے جس کی کوئی استثنا نہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ دنیا میں کوئی ایسا آدمی مل سکے جو بے غم ہو۔ وجہ یہ کہ انسان کی فطرت میں ہی یہ بات رکھی گئی ہے۔ انسان کی مٹی کا خمیر ہی آبِ غم سے ہوا ہے۔ ناسخ کا شعر ہے۔

سالہا بارانِ غم بھر گِل آدم ہوا	؎	ہے بہ رنگِ برق ہنسنا آدمیت سے بعید

اس لئے انسان مجبور ہے کہ رنج و الم میں مبتلا رہے قیدِ غم سے رہا ہونے کی کوئی کوشش کارگر نہیں ہو سکتی۔ خوشی کے ہزار سامان پیدا کرو۔ دل کو لاکھ طریقوں سے سمجھاؤ کہ غم بے سود ہے۔ لیکن تمھیں معلوم بھی نہ ہوگا۔ اور غم ایک عیار چور کی طرح آنکھ بچا کر خانۂ دل میں جا گھسے گا۔ اور اوس گھر کے تمام سامانِ عشرت کو ایک چشم زدن میں لے جائے گا۔ بعض دفعہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک آدمی افسردہ خاطر اور پژمردہ دل ہو جاتا ہے اور خود اُسے معلوم نہیں ہوتا کہ اس افسردگی اور پژمردگی کا باعث کیا ہے۔ یہ اسی بارانِ غم

نہیں ہوتے - اور زندگی بھر یاس و حرمان کا شکار بنے رہتے ہیں -

اے آنکہ غمگینی و سزاواری		واندر نہان سرشک ہمی باری
رفت آنکہ رفت آمد آن کہ آمد		بود آنچہ بود خیرہ چہ غم داری
ہموار کرد خواہی گیتی را		گیتی است کے پذیرد ہمواری
مستی مکن کہ نشنود او مستی		زاری مکن کہ نشنود او زاری
شو تا قیامت آید زاری کن		کے رفتہ را بہ زاری باز آری

اے دل ز زمانہ رسم احسان مطلب	۱	واز گردش دوران سر و سامان مطلب
درمان طلبی درد دلت افزون گردد		با درد بساز و ہیچ درمان مطلب

اے دل زمانے سے احسان کی امید نہ رکھ - آسمان کی گردش سے سر و سامان کی امید نہ رکھ - اگر تو علاج کی خواہش کرے گا - تو تیرا درد اور زیادہ ہوگا - درد کے ساتھ موافقت پیدا کر اور علاج کے پیچھے نہ پھر -

چو منصور از مراد آنانکہ بردارند بردارند		کہ با این درد اگر دربند درمانند درمانند

(حافظ)

چندین غم مال و حسرت دنیا چیست	۲	ہرگز دیدی کسی کہ جاوید بزیست
این یک نفسی کہ در تنت عاریتیست		با عاریتی عاریتی باید زیست

دنیا کی حسرتوں پر ہم اتنا غم کیوں کریں - کیا تو نے کبھی دیکھا ہے کہ کوئی آدمی ہمیشہ جیا ہو - جان تیرے جسم میں فقط ایک سانس ہے جو تجھے عاریتاً دیا گیا ہے - پس ایسی عارضی چیز کے ساتھ عارضی طور سے ہی گزارہ کرنا چاہئے -

چون مردن تو مردن یکبارگی است	۳	یکبار بمیر این چه بیچارگی است
خونے و نجاستے و مشتے رگ و پوست		درکار تو این چه غمخوارگی است

جب صرف ایک ہی دفعہ مرنا ہے تو پھر ایک ہی دفعہ مر۔ یہ شکستہ حالی کیسی۔ (تیرا جسم کیا ہے) تھوڑا سا خون۔ کچھ نجاست اور مٹھی بھر رگ و پوست۔ ایسی چیز کس کام کی ہے اسکے لئے کیوں غم کھاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ موت کے غم میں کیوں مبتلا ہو رہے ہو موت صرف ایک ہی دفعہ آتی ہے۔ اور جب آئے گی۔ تو تمہارا کیا بگاڑے گی۔ روح موت کے صدمے سے محفوظ ہے باقی رہا جسم اُس کی حقیقت ہی کیا ہے۔

دو روز حذر کردن از مرگ روا نیست		روزے کہ قضا باشد و روزے کہ قضا نیست
روزیکہ قضا باشد اندیشہ نکند سود		روزیکہ قضا نیست درو مرگ روا نیست

چون آب بجویبار چون باد بدشت	۴	روزے دگر از عمر من و تو بگذشت
تا من باشم غم دو روزہ نخورم		روزیکہ نیامدہ است و روزیکہ گذشت

میری اور تیری عمر کا ایک اور دن اس طرح گزر گیا۔ جس طرح نہر سے پانی اور دشت سے ہوا۔ میں جب تک زندہ ہوں۔ دو دنوں کا غم نہیں کروں گا۔ ایک وہ دن جو ابھی نہیں آیا۔ اور ایک وہ دن جو گزر چکا ہے۔

گذشتہ خواب آیندہ خیال است		غنیمت داں ہمیں دم را کہ حال است

(حافظ)

طاس فلک از پیش دلارائی تہیست ایمن نفسی ز مرگ نتوان زیست	۵	آسودہ درین جہاں نمی دانم کیست پس فائدہ درجہان بیفائدہ چیست

آسمان کے طشت میں دلارائی کا سامان نہیں ہے - میں نہیں جانتا کہ اس جہان میں کون آسودہ خاطر ہے - ایک دم بھی ہم موت کے خطرے سے محفوظ نہیں - پھر معلوم نہیں اس بیفائدہ جہان میں کیا فائدہ ہے -

پیش - یعنی پیش خورد - ناشتا وغیرہ -

اے دل چو حقیقت جہان است مجاز تن در قضا سپار و با درد بساز	۶	چندین چہ بری خواری از رنج دراز کین رفتہ قلم ز بہر تو ناید باز

اے دل! جب جہان کی حقیقت حقیقت نہیں بلکہ مجاز ہے - تو پھر اس طویل غم میں اپنے آپ کو کیوں خوار کرتا ہے - قضا پر راضی ہو جا - اور درد کے ساتھ موافقت پیدا کر - کیونکہ تقدیر کے قلم نے جو کچھ لکھ دیا ہے اب تیرے کہنے سے بدل نہیں سکتا -

اشارہ ہے "**جف القلم**" کی طرف -

غم جہان مخور و پند من مبر از یاد رضا بدادہ بدہ وز جبین گرہ بکشا		کہ این لطیفہ نغزم ز رہروی یاد است کہ بر من و تو در اختیار نگشادہ است

(حافظ)

برخیز و مخور غم جہان گذران در طبع جہان اگر وفائی بودے	۷	بنشین و دمی بشادمانی گذران نوبت بتو خود نیامدی از دگران

اُٹھ اور گزر جانے والے جہان کا غم نہ کر۔ تھوڑی دیر کے لئے وقت کو خوشی سے بیٹھ کر گزار۔ اگر دُنیا کی طبیعت میں وفاداری ہوتی تو پھر یہہ دنیا اور لوگوں کے پاس ہی ہوتی۔ تیری نوبت کس طرح پہنچتی۔

مطلب یہہ کہ دنیا کی بے وفائی اور ناپائداری کا شکوہ نہ کر۔ کیونکہ اگر دنیا پائدار ہوتی تو پھر پہلے لوگوں کے پاس ہی رہتی۔ تیری نوبت کس طرح آتی۔

بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رباعی کمال الدین اسماعیل کی ہے۔ (۱)

تن در غمِ روزگارِ بیداد مدہ دل جز بسرِ زلفِ پریزاد مدہ	۸	مارا ز غمِ گذشتگاں یاد مدہ بے بادہ مباش و عمر برباد مدہ

اپنے آپ کو بے انصاف زمانے کے غم میں نہ ڈال۔ جو لوگ گزر گئے ہیں اُن کا غم ہمیں یاد نہ دلا۔ کسی پریزاد معشوق کی زلف میں دل کو باندھ دے۔ شراب پی اور عمر برباد نہ کر۔

چندیں غمِ بیہودہ مخور شاد بزی چوں آخرِ کار این جہاں نیستی است	۹	واندر رہِ بیداد تو با داد بزی انگار کہ نیستی تو آزاد بزی

اتنا بیہودہ غم نہ کر خوشی سے زندگی بسر کر۔ بے انصاف دنیا میں باانصاف ہو کر رہ۔ جب اس جہان کا انجام نیستی ہے۔ تو پھر سمجھ لے کہ تُو اب ہی نیست ہے اور آزاد ہو کر رہ۔

(۱) دیکھو آتشکدہ آذر صفحہ (۱۹۱)۔

تا زن چو بزیر فلک مینا کی چون اول و آخرت بجز خاک نیست	۱۰	می نوش تو در جہانِ آفت ناکی انگار کہ بر خاک نئی در خاکی

جب تک تو بے باک آسمان کے نیچے ہے جیتے جب تک تو اس پُر آفت دنیا میں ہے شراب پی۔ جب کہ تیرا شروع اور تیرا انجام خاک ہی خاک ہے۔ تو پھر سمجھ لے کہ اس وقت بھی تو خاک کے اوپر نہیں بلکہ خاک کے نیچے ہے۔

سب کچھ خدا کے اختیار میں ہے

ہاتھوں کو چاکِ جیب تلک دسترس نہیں
میں کس کے بس میں ہوں کہ مرا کچھ بھی بس نہیں

(عارف)

مسئلہ جبر و اختیار پر فلسفہ روزِ اول سے آج تک بحث کر رہا ہے لیکن یہ عقدہ وا نہیں ہوا۔ اور نہ وا ہوتا نظر آتا ہے اس بات کو سب مانتے ہیں کہ سب کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

انسان محض بے اختیار ہے۔ لیکن ساتھ ہی جب یہہ دیکھتے ہیں کہ اگر انسان مجبورِ محض ہے تو پھر حساب کتاب۔ سزا جزا۔ اور دوزخ و بہشت کیوں ہیں۔ یہاں آن کر سب کا قافیہ تنگ ہوجاتا ہے۔ اس لئے آخرکار اس مسئلہ کا اس طرح فیصلہ کرتے ہیں کہ انسان مجبورِ محض بھی نہیں اور مختارِ مطلق بھی نہیں۔ ان دو حالتوں کے درمیان درمیان ہے۔ یہہ مضمون اتنا طویل ہے کہ اس پر بحث کرنے کے لئے ایک علیحدہ کتاب چاہئے۔ حکیم صاحب نے بھی اس مسئلہ کے متعلق جو کچھ کہا ہے۔ محض شاعرانہ رنگ میں کہا ہے۔ فلسفیانہ بحث نہیں کی۔ بعض باتیں رندانہ کہی ہیں۔ اور بعض حکیمانہ۔ فرماتے ہیں۔

نیکی و بدی کہ در نہادِ بشر است با چرخ مکن حوالہ کاندر رہِ عقل	۱	شادی و غمی کہ در قضا و قدر است چرخ از تو ہزار بار بیچارہ تر است

نیکی اور بدی جو انسان کی فطرت میں ہے۔ شادی و غمی جو قضا و قدر نے مقدر کی ہے اس کو آسمان کی طرف سے نہ سمجھ۔ کیونکہ عقلمند آدمی جانتا ہے کہ آسمان انسان سے بھی ہزار گنا زیادہ مجبور اور ناچار ہے۔

مطلب یہہ کہ سب کچھ خدا کے اختیار میں ہے۔ یہہ کہنا کہ آسمان کی گردش نے یہہ کیا وہ کیا۔ فلان ستارے کا یہہ اثر ہوا۔ وغیرہ وغیرہ۔ سب بیہودہ باتیں ہیں۔ بلکہ از راہ اسلام اس قسم کے عقائد انسان کو مشرک اور کافر بنا دیتے ہیں۔ اردو فارسی شاعری نے تو تمام دنیا کے انتظام کی باگ آسمان اور چند ایک ستاروں کے ہاتھ میں دی ہوئی ہے۔ لیکن شاعرانہ

انداز میں سب کچھ روا ہے۔ یہ لوگ ایسا کہتے تو ہیں مگر ان کا عقیدہ
ایسا نہیں ہوتا۔ حکیم صاحب بھی دیکھئے صدہا بار آسمان کو مخاطب
کرکے کیا کچھ کہتے رہے ہیں۔ مگر یہاں آن کر حقیقت ظاہر کردی ہے۔
عرفی نے بھی اس شعر میں اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے۔

ز ترتیب نظامِ آفرینش چوں نہ آگاہ	حوادث را ز تاثیر نجوم آسمان بینی

امیر خسرو علیہ الرحمت بھی یہی فرماتے ہیں۔

از دوست دورِ مہ و مہر نے ز گردش چرخ	کہ دائرہ زنگار زندہ نے زپے کار است

اسی مضمون پر ہے۔

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں	کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

(صبا)

ناصر علی سرہندی کا شعر ہے۔ ستارہ دن

ہرچہ می آید بسر از دوست میدانیم ما	آسماں ہم از کواکب بستہ زنجیر اوست

اس عربی شعر کا مطلب بھی یہی ہے۔

فلیس بتدبیر الکواکب ما تری
ولکنہ تدبیر رب الکواکب

نظیری نیشاپوری نے بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے۔

آنجا کہ خط و عقد بر رد و قبول ست	حکم ستارہ باطل و علم قضا غلط ست

خواجہ حافظ علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔

از چشم خود بپرس کہ مارا کہ می کشد	جانا گناہ طالع و جرم ستارہ نیست

دارندہ چو ترکیب طبایع آراست گر نیک آمد شکستن از بہر چہ بود	٢	از بہر چہ او فگندش اندر کم و کاست ور نیک نیامد ایں صور عیب کراست

خدا نے جب مختلف طبائع کی ترکیب درست کی۔

تو پھر کس لئے ان میں نقائص ڈالے - اگر یہہ صورتیں (جو خدا نے بنائی تھیں) ٹھیک بن گئی تھیں تو پھر ان کو توڑ دینے کی کیا وجہ ہوئی - اور اگر ٹھیک نہیں بنی تھیں تو یہ کس کا قصور رہی ؟ -

عشق ارچہ بلاست آں بلا حکم خدا ست چوں نیک و بد خلق بتقدیر خدا ست	۳	بر حکم خدا ملامت خلق چرا ست پس روز پسیں حساب بر بندہ چرا ست

عشق اگرچہ بلا ہے - لیکن یہہ بلا خدا کے حکم کے مطابق آئی ہے - پس خدا کے حکم پر لوگ کیوں ملامت کرتے ہیں - جب خلقت کی نیکی اور بدی خدا کے ہاتھ میں ہے - تو پھر قیامت کے دن بندوں سے حساب لینے کا کیا مطلب ہے -

جز حق حکمے کہ حکم را شاید نیست ہر چیز کہ ہست آنچناں می باید	۴	ہستی کہ ز حکم او برون آید نیست آں چیز کہ آنچناں نمی باید نیست

سوائے خدا کے اور کوئی حاکم حکم کرنے کے لائق نہیں - کوئی ایسی ہستی نہیں جو اوس کے حکم سے باہر ہو - جو چیز دنیا میں موجود ہے وہ اسی طرح ہے جس طرح ہونی چاہیئے - کوئی چیز دنیا میں ایسی موجود نہیں جو اس طرح ہو جس طرح اُسے نہ ہونا چاہیئے -

حاصل کلام یہہ کہ خدا قادر مطلق ہے اور حکیموں کا حکم بھی یہہ ضروری ہے کہ جو کچھ اوس نے پیدا کیا ہے وہ حکمت سے خالی نہیں - ہر ایک چیز جیسی ہونی چاہیئے ویسی ہی ہے -

حَکَم - یقینی - حکم کرنے والا - فیصلہ کرنے والا -

۵

یزدان چو گِل وجودِ ما را آراست
بے حکمش نیست ہر گناہے کہ مراست
دانست ز فعلِ ما چہ بر خواہد خاست
پس سوختن قیامت از بہر چہ خاست

خدا نے جب ہمارے جسم کی مٹی بنائی۔ اُسی وقت اوسے معلوم تھا کہ ہمارے اعمال کیا ہوں گے۔ ہم جو گناہ کرتے ہیں اوس کے حکم کے بغیر نہیں کر سکتے۔ پھر قیامت کے دن ہم کو دوزخ میں ڈالنے کا کیا مطلب ہے۔

خدا عالم الغیب ہے۔ زمانۂ مستقبل میں جو کچھ ظہور پذیر ہوتا ہے اُسے آج ہی معلوم ہے۔ اس کے علاوہ اس کا علم درست بھی ہے۔ پھر یہہ بات کہ کل مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوگا۔ خدا کو آج ہی معلوم ہے۔ چونکہ خدا کا علم صحیح ہے۔ اس واسطے یہہ ممکن نہیں کہ میں وہ گناہ نہ کروں۔ اس گناہ سے بچنے کے لئے اگر میں کوشش بھی کروں تو وہ بے سود ہوگی۔ پھر ایسے گناہ پر سزا چہ معنی دارد۔

یہہ دلیل بظاہر معقول ہے مگر بہت فضول ہے۔ حکیم صاحب نے خود اس باب کی ایک رُباعی میں اس دلیل کو رد کر دیا ہے۔ دیکھو رُباعی نمبر ۳۲ باب ہذا۔

۶

برلوح نشانِ بودنیہا بودست
اندر تقدیر آنچہ بایست بداد
پیوستہ قلم ز نیک و بد آسودہ است
غم خوردن و کوشیدن ما بیہودہ است

لوح محفوظ پر تمام کائنات کے نوشتے پوشیدہ طور پر موجود ہیں۔ تقدیر کا قلم (جو کچھ لکھنا تھا لکھ کر) اب ہمیشہ کے لئے آرام میں ہو گیا ہے۔ جو کچھ تقدیر میں جا ملنے تھا۔

خدا نے ہمیں دے دیا۔ اب ہمارا کوشش کرنا اور غم کرنا بے فائدہ ہے۔

دوسرے مصرعہ میں جفّ القلم کا مضمون ہے (جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ) یعنی قلم جو کچھ لکھنا تھا لکھ کر سوکھ گیا۔

با حکمِ خدا بجز رضا در نگرفت ہر حیلہ کہ در تصورِ عقل آمد	۷	با خلق بجز روی و ریا در نگرفت کردیم ولے کہ با قضا در نگرفت

خدا کے حکم کے سامنے سوائے رضا کے اور کچھ چارہ نہیں۔ خلقت کے ساتھ سوائے زمانہ سازی کے گزارہ مشکل ہے۔ عقل کے تصور میں جتنے حیلے آسکتے تھے وہ کئے۔ لیکن کوئی حیلہ بھی قضا کو نہ ٹال سکا۔

تا کے زچراغِ مسجد و دودِ کنشت رو بر سرِ لوح بیں کہ استادِ قضا	۸	تا کے ز زیانِ دوزخ و سودِ بہشت اندر ازل آنچہ بودنی بود نوشت

مسجد کے نور اور دیر کی تاریکی کا کب تک ذکر کروگے دوزخ کے نقصان اور بہشت کے فائدے کب تک بیان کروگے۔ جا کر لوحِ محفوظ کو دیکھو کہ ازل کے دن اوستادِ قضا نے جو کچھ ہونا تھا ہونے سے پہلے ہی لکھ دیا۔

چوں رزقِ تو آنچہ عدل قسمت فرمود آسودہ زہر چہ نیست می باید شد	۹	یک ذرّہ نہ کم شود و نخواہد افزود وآزادہ زہر چہ ہست می باید بود

تیرا رزق جو خدا کے الطاف نے تیرے حصّہ میں

مقرر کیا۔ وہ ایک ذرّہ نہ گھٹ سکتا ہے نہ بڑھ سکتا ہے۔ اس لئے جو کچھ ہے اسی پر صبر کرنا چاہئے۔ اور جو کچھ نہیں ہے اس کا غم نہ کرنا چاہئے۔

چوں کار نہ برمرادِ ما خواہد بود پیوستہ نشستہ ایم در حیرت آنکہ	۱۰	اندیشہ و جہد ما کجا دارد سود دیر آمدہ ایم و رفت می باید زود

دنیا کے کام ہماری خواہش کے مطابق تو ہو نہیں سکتے۔ اس لئے اندیشہ اور کوشش بے سود ہے۔ ہم ہر وقت اسی حیرانگی میں ہیں۔ کہ ہم دُنیا میں دیر سے آئے۔ اور جلدی چلے جائیں گے۔

آنروز کہ توسنِ فلک زیں کردند ایں بود نصیبِ ما ز دیوانِ قضا	۱۱	آرائش مشتری و پرویں کردند مارا چہ گناہ قسمتِ ما ایں کردند

جس دن آسمان کے گھوڑے پر زین ڈالی گئی اور مشتری اور پرویں کو آراستہ کیا گیا۔ اسی دن دیوانِ قضا سے ہماری قسمت میں یہہ کچھ لکھ دیا۔ پھر جب ہماری قسمت ہی یہی تھی تو ہمارا کیا قصور ہے۔

بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رُباعی بابا افضل کی ہے۔ (۱)

تا خاک مرا بقالب آمیختہ اند من بہتر ازیں نمی توانم بودن	۱۲	بس فتنہ کہ از خاک برانگیختہ اند کز بوتہ مرا چنیں بدل بیختہ اند

(۱) دیکھو آتشکدہ آذر ترجمہ بابا افضل۔۱۲۔

جس دن سے میری مٹی کو سانچے میں ڈھالا ہے ۔اُس دن سے کیا کیا فتنے اس مٹی سے اُٹھائے گئے ۔ میں جیسا ہوں اوس سے بہتر ہو نہیں سکتا ۔کیونکہ (عاملانِ قضا و قدر نے) مجھ کو بھٹی سے اسی طرح نکالا ہے ۔

بوتہ ۔ظرف کو چک کہ از گل سازند و دراں طلا و نقرہ گدازند (غیاث اللغات)

رُباعیات کی تعداد بڑھانے کے لئے اسی رُباعی سے ایک اور رُباعی بنالی گئی ہے ۔

نقشیست کہ بر وجودِ ما ریختہ من زان ازیں نمی توانم بودن	۱۳	صد بوالعجبی ز بابر انگیختہ کز بوتہ مرا چنیں فرو ریختہ

وہی رُباعی ہے صرف چند الفاظ کا فرق ہے ۔

من مے خورم و ہر کہ چومن اہل بود مے خوردنِ من حق بازل میدانست	۱۴	مے خوردن من بنزد او سہل بود گر مے نخورم علمِ خدا جہل بود

میں شراب پیتا ہوں ۔ اور جو شخص میری طرح عقلمند ہے اوس کے نزدیک میری شراب نوشی جائز ہے وجہ یہہ ہے کہ خدا کو پہلے دن ہی معلوم تھا کہ میں شراب پیوں گا ۔ پھر (اب میں کس طرح شراب نہ پیوں) کیونکہ اگر نہیں پیتا تو خدا کا علم (نعوذ باللہ) غلط ہوتا ہے ۔

دیکھو رُباعی نمبر ۵ باب ہذا ۔ اس دلیل کی تردید کے لئے دیکھو رُباعی نمبر ۳۲ باب ہذا ۔

بے من قلم قضا چو بے من رانند دی بے من و امروز چو دی بے من و تو	١٥	پس نیک و بدش چرا ز من می دانند فردا بچہ حجتم بداور خوانند

جب عالمانِ قضا و قدر نے میری مرضی کے بغیر جو کچھ چاہا میری قسمت میں لکھ دیا۔ پس اس لکھے کی نیکی اور بدی کا مجھے کس طرح ذمہ دار کر سکتے ہیں۔ جو کچھ ہو چکا ہے وہ بھی میری مرضی کے بغیر ہوا اور جو کچھ اب ہو رہا ہے وہ بھی میری اور تیری مرضی کے بغیر ہی ہو رہا ہے۔ پھر قیامت کے دن مجھے حساب کے لئے خدا کے سامنے لے جانے کی کیا وجہ ہے۔

دی۔ امروز اور فردا کی خوبی ظاہر۔

چون نیست ترا جز آنکہ او داد نزار ہان تا نہ نہی بر دل خود چندین بار	١٦	چندین پی مراد دل رنجہ مدار بگذشتن و بگذاشتن است آخر کار

سوائے اُس چیز کے جو خدا نے تیری قسمت میں لکھ دی ہے اور کچھ تجھے نہیں مل سکتا۔ پھر اپنی مرادیں حاصل کرنے کے لئے اپنے دل کو اتنی تکلیف میں نہ ڈال۔ خبردار دل پر اتنا بوجھ نہ رکھ کیونکہ آخر کار دنیا گذشتنی اور گذاشتنی ہے۔

مطلب یہہ کہ دنیا سے چلے جاؤ گے۔ اور اُس کو پیچھے چھوڑ جاؤ گے۔

از بودنی اے دوست چہ داری تیمار خرم بزی و جہان بشادی گذران	١٧	در فکرت بیہودہ دل و جان افگار تدبیر نہ با تو کردہ اند زاول کار

اے دوست جو بات ضرور ہونے والی ہے اُس کا

غم نہ کر۔ بیہودہ تفکرات میں دل اور جان کو کیوں عذاب میں ڈالتا ہے خوش رہ اور زندگی خوشی سے بسر کر۔ عاملانِ قضا و قدر نے پہلے دن تجھ سے مشورہ کر کے دنیا کا انتظام مرتب نہیں کیا تھا۔

مطلب یہ کہ دنیا کا سلسلہ تیری صلاح سے نہیں بنایا گیا۔ تجھے کیا فکر ہے۔ جو ہوتا ہے ہونے دے۔

افگار = زخم۔ جراحت۔ زخمی۔ مجروح۔

۱۸

غم چند خوری کار نا آمدہ پیش
رنج است نصیب مردمِ دور اندیش
خوش باش و جہاں تنگ مکن بر دلِ خویش
کز خوردنِ غم قضا نگردد کم و بیش

جو بات ابھی سامنے نہیں آئی اُس کا غم نہ کر۔ دور اندیش آدمی ہمیشہ رنج میں رہتا ہے۔ خوش رہ۔ اور جہان کو اپنے دل پر تنگ نہ بنا۔ غم کرنے سے قسمت کا لکھا بدل نہیں سکتا۔

دور اندیش سے مراد وہ آدمی جو آج ہی سے آیندہ کی باتوں کا فکر کرنے لگ جائے۔

دوش با ما گفت پنہاں کاردانے تیز ہوش
کز شما پنہاں نشاید رازِ پیرِ مے فروش
گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع
سخت میگیرد جہاں بر مردمانِ سخت کوش

(حافظ)

۱۹

ایزد چو نخواست آنچہ من خواستہ ام
کے گردد راست آنچہ من خواستہ ام
گر جملہ صواب است آنچہ او خواستہ است
پس جملہ خطا است آنچہ من خواستہ ام

جو کچھ میں چاہتا ہوں جب خدا اُسے نہیں چاہتا۔ تو پھر جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ اگر یہ بات

درست ہے کہ جو کچھ خدا چاہتا ہے وہ بہتر ہوتا ہے ۔ تو پھر جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ سراسر نادرست ہے ۔

یارب تو گِلم سرشتۂ من چہ کنم ہر نیک و بدے کہ از من آید بوجود	۲۰	پشم و قصبم تو رشتۂ من چہ کنم تو بر سرِ من نوشتۂ من چہ کنم

اے خدا تو نے میری مٹی کا خمیر خود ہی تیار کیا ہے ۔ میں کیا کروں ۔ میری اون کو اور میرے ریشم کو تو نے خود ہی کاتا ہے ۔ میں کیا کروں ۔ ہر ایک نیکی اور بدی جو مجھ سے ظاہر ہوئی ۔ تو نے ہی میری قسمت میں لکھی تھی ۔ میں کیا کروں ۔

تا ظن نبری کہ من بخود موجودم چون بود حقیقت مرا ازوی بود	۲۱	یا این رہِ خونخوار بخود پیمودم من خود کہ بُدم کجا بُدم کے بودم

تو یہ خیال نہ کر کہ میں خود بخود موجود ہو گیا ۔ یا اس خونخوار رستے (راہ دنیا) پر خود بخود سفر کرنا شروع کر دیا ۔ میری حقیقت جو کچھ ہے ۔ خدا ہی کی پیدا کی ہوئی ہے ۔ میں خود کون تھا ۔ کہاں تھا اور کب تھا ۔

ہر روز پگاہ در خرابات شوم چون عالمِ سرّ والخفیّات توئی	۲۲	ہمراہِ قلندران طامات شوم توفیقم دہ تا بمناجات شوم

ہر روز صبح کے وقت میں خرابات میں جاتا ہوں ۔ اور قلندروں کے ساتھ بیٹھ کر لاف زنی میں مصروف ہوتا ہوں ۔ تو تمام بھیدوں کا جاننے والا ہے ۔ مجھے توفیق دے تاکہ میں مناجات میں لگ جاؤں ۔

مطلب یہہ کہ طامات سے نکال کر مناجات کی طرف لے جانا خدا کے ہی اختیار میں ہے۔

ای دوست بیا تا غم فردا نخوریم بی حکمش نیست ہر گناہی کہ مراست	۲۳	وین یکدم نقد را غنیمت شمریم پس ما غم آیندہ زبہر چہ خوریم

اے دوست آ۔ تاکہ ہم کل کا غم نہ کریں۔ اور اس موجودہ دم کو غنیمت سمجھیں۔ میں کوئی گناہ خدا کے حکم بغیر نہیں کرسکتا پھر بتاؤ ہم قیامت کا غم کیوں کریں۔

ای رفتہ بچوگان قضا ہمچو گو کانکس کہ ترا فگند اندر تگ و پو	۲۴	چپ میخور و راست برو ہیچ مگو او داند و او داند و او داند و او

اے کہ تو قضا و قدر کی چوگان کے سامنے گیند بنا ہوا ہے۔ اُلٹی سیدھی برداشت کرتا جا۔ سیدھا چلا جا اور کچھ نہ کہہ کیونکہ جس نے تجھے اس تگ و پو میں ڈالا ہے۔ وہ جانے اور اُس کا کام۔

چوگان۔ خمدار لکڑی۔ ہاکی یا پولو کی لکڑی۔ چپ خوردن۔ فریب کھانا۔ مخالفت برداشت کرنا۔ ناکامیابی اور ناسازگاری کا شکار ہونا۔

زاہد نہ بزہد گرد سودای ساقی پر کن قدح بادہ تو زودای ساقی	۲۵	زیرا کہ عمل عیان نمود ای ساقی کاندر ازل آنچہ بود بود ای ساقی

زاہد نے اگر عمل ظاہر کئے ہیں تو اُسے زہد سے کیا فائدہ۔ اے ساقی شراب کا پیالہ جلدی بھر دے کیونکہ

جو کچھ ہونا تھا ازل کے دن ہی ہو چکا۔
یعنی زاہد کا زہد اور ہماری رندی پہلے دن سے ہی لکھی جا چکی ہے۔

گیرم کہ بتقویٰ و خردمندی و رائے با میل کہ طبع میکند چہ تواں کرد	۲۶	از دائرۂ شرع بروں ننہم پائے عیبیست کہ در من آفریدست خدائے

میں نے مانا کہ تقوے اور عقلمندی کے باعث میں شریعت کے دائرہ سے باہر نہ نکلوں۔ لیکن طبیعت کی رغبت کو کیا کروں۔ اگر وہ ادھر نہیں جانے دیتی ہے اور یہہ عیب میرے اندر خدا نے پیدا کیا ہے۔

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد		پر طبیعت ادھر نہیں آتی

(غالب)

یہہ رباعی شیخ سعدی علیہ الرحمت کی معلوم ہوتی ہے۔(۱)

سازندۂ کار زندہ و مردہ توئی من گرچہ بدم صاحب ایں بندہ توئی	۲۷	دارندۂ ایں چرخ پراگندہ توئی کس را چہ گناہ کہ آفرینندہ توئی

مردوں کے اور زندوں کے کام تیرے ہی اختیار میں ہیں۔ اس پریشان آسمان کا تصرف بھی تیرے ہاتھ ہی میں ہے۔ میں اگرچہ برا ہوں لیکن میں تیرا ہی بندہ ہوں اور تو میرا آقا ہے۔ کسی کا کیا گناہ ہے جب کہ پیدا کرنے والا تو ہی ہے۔

خوش باش کہ پختہ اند سودائے تو دی	۲۸	ایں شعلہ اندازہ ہمہ تمنائے تو دی

(۱) دیکھو کلیات سعدی صفحہ ۲۵۴۔

تو شاد بزی کہ د تقاضا نو دی		داوند قرارگاہ فردائے تو دی

خوش رہ کیونکہ تیرے کاروبار کا تمام انتظام ازل کے دن ہی بجنسہ کر دیا گیا تھا۔ تیرے سارے شور و غوغا سے عاملان قضا و قدر ازل کے دن ہی فارغ ہو بیٹھے تھے۔ خوش رہ کیونکہ تیری مرضی اور تیرے مشورے کے بغیر ہی پہلے روز سے ہی تیری آئندہ قرارگاہ مقرر کر دی گئی تھی۔

گر آمدنم بمن بُدے نامدمے بہ زان نبدے کہ اندرین دیر خراب	۲۹	ور نیز شدن بمن بُدے کے شدمے نہ آمدمے نہ شدمے نہ بُدمے

اگر دنیا میں آنا میرے اختیار میں ہوتا تو میں کبھی نہ آتا۔ اور اگر دنیا سے جانا میرے اختیار میں ہوتا۔ تو میں کبھی نہ جاتا لیکن سب سے بہتر یہی تھا کہ اس دنیا میں نہ میں آتا نہ رہتا اور نہ جاتا۔

ہاں تا بر مستاں بہ درشتی نشوی مے خور کہ بخود درون بنا خوردن مے	۳۰	یا از در نیکوان بہ زشتی نشوی گر در خور دوزخی بہشتی نشوی

خبردار! مستوں کے پاس جا کر سختی نہ کر۔ اور نیک لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کر کے نہ جا شراب پی۔ کیونکہ شراب پینے یا نہ پینے سے۔ تو اگر دوزخ کے لائق ہے تو بہشت میں نہیں جا سکتا۔ اور اگر بہشت کے لائق ہے تو دوزخ میں نہیں جا سکتا۔

۳۱	
چون آتش سودای تو جز دود نداشت در جستن وصل تو بسی کوشیدم	مسکین دل من امید بہبود نداشت چون بخت نبود کوششم سود نداشت

چونکہ تیرے عشق کی آگ میں سوائے دھوئیں کے کچھ نہ تھا - اس لئے میرے مسکین دل کو بہتری کی کبھی اُمید نہ ہوئی - میں نے تیرے وصل کے حاصل کرنے کی بہت کوشش کی - لیکن نصیب میں نہ تھا - کچھ فائدہ نہ ہوا -

یہہ رُباعی دیوان انوری میں بھی درج ہے - (۱)

۳۲	
آنکس کہ گناہ بنزد او سہل بود علم ازلی علتِ عصیان کردن	این نکتہ بگویدار کہ او اہل بود نزدیک حکیم غایتِ جہل بود

جو شخص گناہ کو جائز قرار دے - اگر اوس میں ذرا بھی عقل ہے تو یہہ نکتہ سمجھ لے گا - کہ گناہ کے عذر میں علمِ ازلی کا بہانہ کرنا دانا آدمی کے نزدیک حد درجہ کی جہالت ہے -

اس رُباعی میں حکیم صاحب نے باب ہذا کی رُباعی نمبر ۵ - اور رُباعی نمبر ۱۴ - بلکہ باب ہذا کی تمام رُباعیات کا جواب خود ہی دیدیا ہے -

---

(۱) دیکھو کلیات انوری صفحہ ۴۴۵ -

معارف

اس باب کی رباعیات میں اس قدر مختلف اور اتنی متفرق حقائق کا بیان ہے کہ کوئی ایسی تمہیدی تقریر جو ان کی تشریح اور توضیح کا کام دے سکے۔ ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہہ باب تمہید سے خالی ہے۔

ساقی قدحی کہ ہست عالم ظلمات از جان و جہان ہرچہ در عالم ہست	۱	جز روی تو نیست در جہان آب حیات مقصود توئی و بر محمد صلوات

اے ساقی شراب کا پیالہ دے۔ کیونکہ جہان تاریک ہے۔ اور تیرے چہرے کے سوا اس دنیا میں اور کوئی آب حیات نہیں۔ جان سے اور دنیا و مافیہا سے مقصود صرف تیری ہی ذات ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود۔

ظلمات اور آب حیات کی رعایت ظاہر۔ اس رباعی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حکیم صاحب کا ساقی کون ہے اور شراب سے کیا مراد ہے۔

ساقی ز معرفت مرا کرامت است بی معرفت آدمی چہ کار آید ہیچ	۲	در شرب می معرفتم معصیت است مقصود ز آدمی ہمین معرفت است

اے ساقی معرفت کی شراب میرے نزدیک مایۂ بزرگی ہے۔ اور بے معرفت لوگوں کے نزدیک گناہ ہے۔ انسان معرفت کے بغیر ناکارہ ہے۔ کیونکہ آدمی اسی لئے پیدا کیا گیا ہے۔ کہ وہ معرفت حاصل کرے۔

اشارہ ہے حدیث قدسی (کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ) کی طرف۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ میں نے یہ چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ پس اس لئے میں نے خلقت کو پیدا کیا۔

ساقی فلک از بحر عطای تو کفیست	۳	در کوی تو صد کعبۂ جاں در طرفیست
در کعبۂ جاں ہی شرف گر برسم		ور در رہ کعبہ ہم بمیرم شرفیست

اے ساقی! آسمان تیری بخشش کے سمندر کی جھاگ ہے۔ تیرے کوچہ میں صد ہا روحانی کعبے جابجا موجود ہیں۔ میری بڑی خوش قسمتی ہو گی اگر میں کعبۂ جان میں پہنچ جاؤں۔ اور اگر اس کعبہ کی راہ میں ہی مر جاؤں۔ تو یہ بھی خوش قسمتی ہے۔

کعبۂ جاں سے مراد وہ کعبہ ہے جس کی طرف مرزا غالب نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود		قبلے کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

ساقی نظری کہ نقش دیدن نشست	۴	چوں ذرہ تو سنہ چینی خرمن نشست
تا گشتہ دلت ضمیر ما سادہ اند		جام جم عاشقان دل روشن نشست

اے ساقی ایک نظر ادھر بھی - کیونکہ ہمارا دل تیرے دیکھنے سے خوش ہوتا ہے - جان تیرے خرمن کی خوشہ چینی سے خوش ہوتی ہے - بغیر بیان کرنے کے ہی تیرا دل ہماری مافی الضمیر کو جانتا ہے - عاشقوں کے نزدیک تیرا روشن دل ہی جام جم ہے -

جام جم - جام جہاں نما -

ساقی قدحے کہ شمع دل در نگرفت آہ از مئے لعلت کہ بریں بادہ ناب	۵	تا ز آتش می زندگی از سر نگرفت ہر کس کہ لبی نہاد لب بر نگرفت

اے ساقی شراب کا پیالہ دے کیونکہ دل کی شمع روشن نہیں ہوتی - جب تک کہ شراب کی آگ سے از سر نو زندگی حاصل نہیں کرتی - تیری سرخ شراب کیا عجب چیز ہے کہ جو کوئی اس خالص شراب پر ہونٹ رکھتا ہے پھر ہونٹ نہیں اٹھاتا -

در گرفتن - روشن ہونا - لب بر نگرفت - منہ شراب کے پیالے سے ہونٹ نہیں اٹھاتا یا سے خاموشی اختیار کر لیتا ہے - منہ سے کوئی بات نہیں نکالتا - ع

آں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

ترس اجل و بیم فنا ہستی تست من از دم عیسوی شدم زندہ بجاں	۶	ورنہ ز فنا شاخ بقا خواہد رست مرگ آمد و از وجود من دست بشست

تیری (نامکمل) ہستی ہی خوف اجل اور بیم فنا کا باعث ہے - ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ فنا سے ہی بقا حاصل ہوتی ہے - میری جان (معشوق کے) دم عیسوی سے زندہ ہو گئی ہے - اس لئے موت میرے

پاس آئی اور میری طرف سے نا امید ہو گئی۔

مطلب یہ ہے کہ موت سے وہی شخص ڈرتا ہے جو حقیقی معنوں میں زندہ نہیں ہوتا۔ ورنہ۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق		ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

قومی ز گزاف در غرور افتادند معلوم شود چو پردہ ہا بردارند	۷	قومی ز پئے حور و قصور افتادند کز کوئے تو دور دور افتادند

بعض لوگ لاف و گزاف کے دھوکے میں ہی پڑے رہے۔ بعض لوگ حور و قصور کے ہی طلبگار بنے رہے۔ جب پردہ اٹھے گا تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ تیرے کوچہ سے بہت دور بھٹکتے رہے۔

فقیہاں دفترے رامی پرستند بیفگن پردہ تا معلوم گردد		حرم جویاں درے رامی پرستند حریفاں دیگرے رامی پرستند

حور و قصور کے طلبگار کے متعلق شاعر نے کہا ہے۔

ہیچ کارِ زاہدِ ما حسبۃً للہ نیست
ایں ریاضت ہا کہ مے بینی برائے جنت است

آنہا کہ کشندہ شراب نابند بر خشک یکی نیست ہمہ در آبند	۸	وآنہا کہ بشب مدام در محرابند بیدار یکیست دیگراں در خوابند

وہ لوگ جو شراب پیتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو رات بھر محراب میں بیٹھے رہتے ہیں ان میں سے ایک بھی خشکی پر نہیں سب پانی میں ہیں۔ بیدار صرف ایک ہی ذات ہے باقی تمام خواب میں ہیں۔

در آبند ۔ سے مراد غالباً تردامنی ہے۔

۹

با تو بخرابات اگر گویم راز
بہ زانکہ بمحراب کنم بی تو نماز
ای اول و آخر ہمہ خلق توئی
خواہی تو مرا بسوز و خواہی بنواز

خرابات میں تیرے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کرنا محراب میں تیرے بغیر نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اے کہ تو خلقت کا اول اور آخر ہے۔ اگر تو چاہتا ہے تو مجھے جلا۔ اور اگر چاہتا ہے۔ تو مجھے بنا۔

بے تو گر در کعبہ باشم بت زمن ننگ آورد
با تو گر من بت تراشم کعبہ ام سنگ آورد

۱۰

بازی بودم پریدہ از عالم راز
بو تا کہ برم دمی نشیبی ز فراز
اینجا چو نیافتم کسے محرم راز
زان در کہ در آمدم برون رفتم باز

میں ایک باز تھا جو عالم بالا سے اُڑ کر آیا تاکہ کچھ دیر کے لئے بلندی کو چھوڑ کر پستی میں پرواز کروں۔ لیکن میں نے دیکھا کہ یہاں میرا محرم راز کوئی نہیں اس لئے پھر اُسی رستے واپس ہو گیا۔

چہ گویمت کہ بمیخانہ دوش مست و خراب
سروش عالم غیبم چہ مژدہ ہا داد است
کہ ای بلند نظر شاہباز سدرہ نشیں
نشیمن تو نہ این کنج محنت آباد است
ترا ز کنگرۂ عرش می زنند صفیر
ندانمت کہ درین دامگہ چہ افتاد است

(حافظ)

۱۱

ما لعبتکانیم و فلک لعبت باز
از روی حقیقتی و نہ از روی مجاز
بازیچہ ہمی کنیم بر نطع وجود
بردیم بصندوق عدم یک یک باز

ہم پتلیاں ہیں اور آسمان پتلیوں کا تماشہ کرنے والا۔ یہ بات بالکل

سچی ہے کوئی استعارہ نہیں۔ ہستی کے فرش پر ہم کھیل دکھلا رہے ہیں (کھیل ختم ہونے پر) ہم ایک ایک کر کے عدم کے صندوق میں ڈالے جائیں گے۔

رفتند یکی ز رفتگاں نامد باز	۱۲	تا با تو بگوید از پس پردہ راز
کارت ز نیاز می کشاید نه نماز		بازیچه بود نماز بے صدق و نیاز

دنیا کے لوگ چلے گئے اور اُن میں سے واپس کوئی نہ آیا تاکہ تجھے پردہ کے پیچھے سے راز کی باتیں بتاتا۔ تیری مطلب برآری نیاز سے ہوگی۔ نماز سے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ نماز جو صدق و نیاز سے خالی ہو وہ بچوں کا کھیل ہے نماز نہیں۔

"لا صلوٰۃ الا بحضور القلب"

می پرسیدی که چیست این نقش مجاز	۱۳	گر برگویم حقیقتش هست دراز
نقشیست پدید آمده از دریائے		وانگاه شده بقعر آن دریا باز

تو نے پوچھا ہے کہ یہ نقش مجاز کیا چیز ہے۔ اگر میں اسکی حقیقت بیان کروں تو یہ بہت لمبا قصہ ہو جائے گا۔ مختصر طور سے میں تجھے بتاتا ہوں کہ انسانی ہستی ایک نقش ہے جو دریا کی سطح پر نمودار ہوتا ہے اور پھر دریا کی گہرائیوں میں جا کر غائب ہو جاتا ہے۔

مطلب یہہ کہ انسانی ہستی ایک حباب ہے یا ایک موج ہے جو دریا کی سطح پہ تھوڑی دیر کے لئے نمودار ہو کر پھر معدوم ہو جاتی ہے۔

دم نکلنے پہ یہہ عقدہ وا ہوا مثل حباب
ہستی موہوم نے باندھی ہوا تھی میں نہ تھا

مقصود ز جملہ آفرینش مائیم این دائرہ جہان چو انگشتری است	۱۴	در چشم خرد جوہر بینش مائیم بے ہیچ شکے نقش نگینش مائیم

• دُنیا کے پیدا کرنے کی علتِ غائی ہم ہی تھے۔ عقل کی آنکھ میں نورِ بصیرت ہم ہی ہیں۔ دُنیا کا دائرہ انگشتری کی مثال ہے اس میں شک نہیں کہ اس انگشتری کا نقش نگیں ہم ہی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔

ما کز مئی بیخودی طربناک شدیم آخر ہمہ ز آلایش تن پاک شدیم	۱۵	وز پایۂ دون بر سر افلاک شدیم از خاک برآمدیم و با خاک شدیم

ہم شرابِ بیخودی سے مست ہو گئے۔ نیچے سے اُٹھ کر آسمان پر جا پہنچے آخر کار ہم سب جسم کی آلائش سے پاک ہو گئے خاک سے نکلے تھے اور خاک میں چلے گئے۔

مطلب یہ کہ موت انسان کو عالمِ سفلی سے عالمِ علوی کی طرف لے جاتی ہے۔ مٹی میں گڑنا گویا آسمان پر چڑھنا ہے۔

یکدست بہ مصحفیم و یکدست بجام مائیم درین گنبد فیروزہ خام	۱۶	گہ مرد حلالیم و گہے مرد حرام نے کافر مطلق نہ مسلمان تمام

ہمارے ایک ہاتھ میں قرآن ہے اور دوسرے ہاتھ میں شراب کا پیالہ۔ کبھی ہم حلال کے پابند ہوتے ہیں اور کبھی حرام حلال کی پرواہ نہیں کرتے۔ اس گنبد فیروزہ میں (یعنی آسمان کے نیچے یا دنیا میں) ہم ابھی خام ہیں۔ نہ توپورے کافر ہیں اور نہ پورے مسلمان۔

ساقیا یک جرعه ده زان آب آتش گون که من
در میان پختگان عشقِ تو خامم هنوز

پاک از عدم آمدیم و ناپاک شدیم بودیم ز آبِ دیده در آتشِ دل	۱۷	آسوده در آمدیم و غمناک شدیم دادیم بباد عمر و در خاک شدیم

ہم عدم سے پاک آئے تھے یہاں آکر ناپاک ہو گئے۔ آسودہ خاطر آئے تھے اور غمناک ہو گئے۔ چشم گریاں ہمیشہ ہمارے دل کو جلاتی رہی۔ عمر برباد کر کے آخر خاک میں چلے گئے۔

آب و آتش اور باد و خاک یعنی اربعہ عناصر کی رعایت ظاہر۔

چندانکه ز خود نیست ترم مست ترم زاں طرفه تر آنکه از شراب هستی	۱۸	هر چند بلند پایه ترم پست ترم هر لحظه که هشیار ترم مست ترم

خودی کو میں جس قدر چھوڑتا ہوں میری ہستی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔ جتنا میرا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ میں اتنا ہی پست ہوتا ہوں اس سے بھی زیادہ عجیب یہ بات ہے کہ جس وقت میں زیادہ ہشیار ہوتا ہوں۔ حقیقت میں اس وقت ہستی (یعنی خودی) کی شراب سے زیادہ مست ہوتا ہوں۔

(از شرابِ ہستی) متعلق ہے (مست ترم) سے۔

من گوهر خود بقیمتِ کم ندهم خاک درِ تو بمملکتِ جم ندهم	۱۹	دردِ تو بصد هزار مرهم ندهم یک موی ترا به هر دو عالم ندهم

میں اپنے گوہر کو کم قیمت پر نہیں دیتا۔ تیرا درد میرے نزدیک ہزار علاجوں سے بہتر ہے۔ تیرے دروازہ کی خاک

جمشید کی سلطنت سے زیادہ قیمتی ہے - میرے نزدیک دونو
جہاں تیرے ایک بال کی قیمت کے بھی نہیں -
اس لحاظ سے امیر خسرو نے سچ کہا ہے -

ہر دو عالم قیمتِ خود گفتۂ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

دردِ تو سے مراد - تیرا دیا ہوا درد - دردِ عشق -

در دیدهٔ تنگ مور نور است از تو ذاتِ تو سزا است مر خداوندی را	۲۰	در پای ضعیف پشہ زور است از تو ہر وصف کہ نا سزا است دور است از تو

چیونٹی کی تنگ آنکھوں کو تیری طرف سے ہی نور عطا ہوا ہے - مچھر کے کمزور پاؤں میں تیرا ہی دیا ہوا زور ہے - تیری ذات خدائی کے لائق ہے - کوئی ایسا وصف جو اچھا نہیں تجھ میں نہیں ہے -

اے بیخبر از کارِ جہاں ہیچ نہ شد حدِّ وجود درمیانِ دو عدم	۲۱	بنیاد بباد است ازاں ہیچ نہ اطراف بود و تو درمیاں ہیچ نہ

اے کہ تو جہان کے انتظام سے بے خبر ہے تو کچھ بھی نہیں - دنیا کی (یا تیری) بنیاد ہوا پر ہے - اس لئے تو کچھ نہیں - ہستی کی حد - درمیان دو[2] نیستیوں کے ہے - دونوں طرفیں قائم ہیں اور تو درمیان میں کچھ بھی نہیں -

الوجود بین العدمین - مشہور مقولہ ہے

مطلب یہہ کہ تیری ہستی عارضی ہے۔ ابتدا بھی عدم تھی انتہا بھی عدم ہو گی۔

دُنیا ہیچ است و کارِ دنیا ہمہ ہیچ

ای ہیچ ز بہر ہیچ بر ہیچ مپیچ

ای دل اگر از غبار تن پاک شوی عرش است نشیمن تو شرمت بادا	۲۲	تو روح مجرّدی بر افلاک شوی کآئی و مقیم خطۂ خاک شوی

اے دل! اگر تو جسم کے غبار سے پاک ہو جائے تو پھر تُو خالص روح ہی روح ہے۔ ضرور ہے کہ آسمان پر جا پہنچے گا۔ تیرا اصلی مقام عرش پر ہے۔ شرم کی بات ہے کہ تُو خطّۂ خاک پر آ کر اسی جگہ مقیم ہو جائے۔

دیکھو رُباعی نمبر ۱۰ بابِ ہذا۔

از مطبخ دنیا تو ہمہ دود خوری دنیا کہ بر اہل دین زیانیست عظیم	۲۳	تا چند غم بودہ و نابود خوری گر ترک زیاں کنی ہمہ سود خوری

دُنیا کے مطبخ سے تیرے حصّہ میں صرف دھواں ہی ہے۔ تو اس بات کا غم کب تک کرتا رہے گا کہ یہہ ہے اور یہہ نہیں ہے۔ اہل دین کے لئے دنیا سراسر نقصان کا موجب ہے۔ اس نقصان کو چھوڑ دے تاکہ سب تجھے فائدہ حاصل ہو۔

مطبخ ــــ از طبخ - کھانا پکانے کی جگہہ۔

سید اکبر حسین صاحب مرحوم و مغفور شیخ مغرب کو بھی مطبخ دنیا ہی سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

عبث اے بے ہنر غربت نشین منزلی خواہی
کہ جز دودے ترا حاصل نمی گردد ازیں سودا

زاں پیش کہ از جام اجل مست شوی سرمایہ بدست آر درین رہ کانجا	۲۴	زیر لگد حادثہ پا پست شوی سودے نہ کنی اگر تہی دست شوی

پیشتر اس کے کہ تو موت کے پیالے سے مست ہو جائے - اور حادثے تجھے پامال کر دیں - اس رستہ میں (یعنی دنیا میں) کوئی سرمایہ پیدا کر - کیونکہ اوس جگہ (یعنے اگلے جہان میں) اگر تو خالی ہاتھ جائے گا - تو کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکے گا -

خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر		زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

(سعدی)

ای آنکہ خلاصۂ چہار ارکانی دیوی و ددی و ملک و انسانی	۲۵	بشنو سخنے ز عالم روحانی بالتست ہر آنچہ مینمائی آنی

اے کہ تو اربعہ عناصر کا خلاصہ ہے - عالم روحانی کی ایک بات بھی سن لے - تو شیطان ہے - درندہ ہے - فرشتہ ہے اور انسان ہے - جو کچھ تو ہو گا وہی نظر آئے گا - یہ بات تیرے ہاتھ میں ہے -

جسمانی لحاظ سے انسان اربعہ عناصر (یعنے آب و باد و آتش و خاک -) سے مرکب ہے - اسی طرح روحانی لحاظ سے انسان میں دیو و دد اور ملک و انسان کی خصوصیتیں موجود ہیں - جس خصوصیت کو آدمی ترقی دے - وہی صورت

اختیار کرے گا۔

اول بخودم چو آشنا می کردی چون ترک منت بُود از روز نخست	۲۶	آخر ز خودم چرا جدا می کردی سرگشتہ بعالم چرا می کردی

جب تُو نے مجھے پہلے اپنا آشنا بنایا تھا۔ تو پھر آخر مجھے اپنے سے جدا کیوں کیا۔ اگر پہلے ہی دن سے مجھے چھوڑ دینے کا ارادہ نہ تھا۔ تو پھر دنیا میں مجھے سرگرداں کیوں کیا۔

فردا کہ بنامۂ سیاہ خود درنگری بفروختہ دین بدنیا از بیخبری	۲۷	بس دست تحسّر کہ بدندان ببری یوسف کہ بدہ درم بفروشی چہ خری

قیامت کے دن جب تو اپنے سیاہ نامۂ اعمال کو دیکھے گا۔ تو حسرت کی وجہ سے اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹے گا۔ بے وقوفی کی وجہ سے تُو نے دنیا کے عوض دین کو بیچ ڈالا۔ تو کیسا احمق ہے کہ یوسف کو دس درم کے عوض بیچتا ہے۔

یہ رُباعی کلیاتِ سعدی میں بھی موجود ہے (۱)

ای بلبل خوش سخن چہ شیرین نفسی شاید کہ بیاران عزیزت نرسی	۲۸	گرد ستِ زبانِ خویشتن در قفسی سرمست ہوا و پای بند ہوسی

اے بُلبل خوش گو! تو کیسا شیریں نفس ہے۔ کہ اپنی زبان کے ہاتھوں پنجرے میں قید پڑی ہے۔ مجھے ڈر ہے

(۱) دیکھو کلیات سعدی صفحہ ۲۵۳۔

کہ تو کبھی اپنے عزیز دوستوں سے نہیں مل سکے گی - کیونکہ تو ہوا و ہوس میں گرفتار ہے -

یہ رباعی بھی کلیات سعدی میں موجود ہے (۱)

ظاہر ہے کہ بلبل کی اسیری کی وجہ صرف اس کی خوش خوانی ہے - ورنہ زاغ و زغن کو کون پنجرے میں ڈالتا ہے -

۲۹

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است
تعلیمم کن اگر ترا دسترس است
گفتم کہ الف گفت دگر ہیچ مگوی
در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

میرے دل نے مجھ سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ علم لدنی سیکھوں - اگر تو سکھا سکتا ہے تو مجھے سکھا - میں نے کہا - "الف" اوس نے جواب دیا کہ بس کافی ہے - اور کچھ نہ کہو - عقلمند کے لئے اشارہ ہی کافی ہے -

لدنّی - من لدنی - میری طرف سے - یعنی خدا کی طرف سے - علم لدنی سے مراد - وہ علم باطنی ہے جو براہِ راست خدائے تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتا ہے -

الف - حروفِ تہجی کا پہلا حرف - عام محاورہ میں خدائے واحد و یکتا سے مراد ہے -

چوتھا مصرعہ ضرب المثل ہے جس طرح کہتے ہیں - عاقل را اشارہ کافی ست -

مطلب یہہ ہے کہ باطنی علم میں ظاہری علم کی طرح پوری ابجد یا کسی اور نصاب تعلیم کی ضرورت نہیں - وہاں صرف الف ہی کافی ہے

(۱) دیکھو کلیات سعدی صفحہ ۲۵۳ -

معلوم ہوتا ہے کہ یہ رُباعی بھی حکیم صاحب کی نہیں۔ مولانا عشقی کاشانی کی ہے۔ (۱)

مُتفرّقات

اِس باب میں چند ایک وہ رُباعیات درج کی جاتی ہیں۔ جو خاص کسی عنوان کے نیچے نہیں آسکتی تھیں۔

من در رمضان روزه اگر می خوردم از محنتِ روزه روزِ من چون شب بود	۱	تا ظن نبری که بیخبر می خوردم پنداشته بودم که سحر می خوردم

اگر میں رمضان میں روزے کھاتا ہوں تو اُسکی وجہ یہ نہیں کہ بے خبری سے کھا رہا ہوں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ روزے کی تکلیف سے میرا دن رات کی طرح تاریک ہوتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سحری کھا رہا ہوں۔

روزے نہ رکھنے کا اچھا بہانہ ہے۔ لیکن جب روزہ رکھا ہی نہ جائے تو پھر "محنتِ روزہ" چہ معنی دارد۔ صرف لطیفہ ہی ہے۔

(۱) دیکھو آتشکدۂ آذر ترجمۂ عشقی کاشانی۔

بالوا میگفت ماہی در تب و تاب بط گفت کہ چون من و تو گشتیم کباب	۲	باشند کہ بجوی رفتہ باز آید آب دنیا پس مرگ من چہ دریا چہ سراب

ایک بے قرار مچھلی (یعنی ماہی بے آب) بطخ کو کہہ رہی تھی کہ شاید نہر میں پھر پانی آجائے۔ بطخ نے جواب دیا کہ جب ہم کباب ہو چکیں گے۔ پھر دریا ہوا تو کیا اور سراب ہوا تو کیا۔

ہمدم گفت صبر کن زیرا کہ آب رفتہ بجوی باز آید گفتم آب ار بجوی باز آید		صبر کارِ تو خوب در زود کند کار بہتر از انچہ بود کند ماہی مردہ را چہ سود کند

(۱۶ آذری)

بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رُباعی کمال الدین بیدار کی ہے۔ (۱)

چون نیست مقام ما دریں دیر مقیم تا کے ز قدیم و محدث ای مرد سلیم	۳	پس بے می و معشوق عذابیست الیم چون من رفتم جہان چہ محدث چہ قدیم

جب دیرِ دنیا میں ہمارا مقام ہمیشہ کے لئے نہیں ہے پھر بغیر شراب اور معشوق کے زندگی بسر کرنا سخت عذاب کا موجب ہے۔ اے مرد سلیم! قدیم و حادث کی بحث کا کیا فائدہ۔ جب ہم نہ ہوئے پھر جہان قدیم ہوا تو کیا اور حادث ہوا تو کیا۔

سلیم - ۱ دانا - ۲ بے وقوف ۔ قدیم - ازلی ابدی۔ محدث - حادث - وہ چیز جو ازلی نہ ہو - نئی پیدا کی ہوئی چیز۔

(۱) دیکھو آتشکدہ آذر صفحہ ۲۱۷۔

وقتیست کہ از سبزہ جہان آرایند عیسیٰ نفسان ز خاک بیرون آیند	۴	موسیٰ صفتان ز شاخ کف بنمایند درچشم سحاب دیدہ ہا بکشایند

وقت آگیا ہے کہ سبزہ سے جہان کو آراستہ کریں موسیٰ صفت درخت ٹہنیوں سے ید بیضا دکھائیں۔ عیسےٰ نفس نباتات اور پھول خاک سے نکلیں اور بادل کی آنکھ سے آنکھ ملائیں۔

مطلب یہہ کہ موسم بہار آگیا ہے۔

گر گل نبود نصیب ما خار بس است گر سبحہ و سجادہ و شیخی نبود	۵	ور نور نمی رسد بما نار بس است ناقوس کلیسائی و زنار بس است

اگر ہمارے نصیب میں پھول نہیں تو کانٹا ہی کافی ہے اگر ہماری قسمت میں نور نہیں تو نار (آگ) ہی غنیمت ہے اگر تسبیح۔ سجادہ اور پارسائی ہمارے حصہ میں نہیں تو ناقوس کلیسا اور زنار ہی سہی۔

چوں دست بدامانِ ہوس مے نرسد دردہ قدحِ درد کہ جام صافی	۶	جامی بمرادِ دل بکس مے نرسد زین شیشۂ فیروزہ بکس مے نرسد

جب دامانِ ہوس تک ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ اور دل کی مراد کے مطابق کسی کو جام نہیں مل سکتا۔ تو پھر شراب ناصاف کا پیالہ ہی دیدے۔ کیونکہ اس نیلگوں صراحی (نیلے آسمان) سے شراب صاف کا پیالہ کبھی کسی کو نہیں ملا۔

ایکاش کہ جای آرمیدن بودی کاش از پی صد ہزار سال از دل خاک	۷	یا این رہ دور را رسیدن بودی چوں سبزہ امید بردمیدن بودی

کاشکے دنیا آرام کی جگہہ ہوتی۔ یا اس دور و دراز مسافت کا کوئی خاتمہ ہوتا۔ کاشکے ہزار ہا سال کے بعد بھی سبزہ کی طرح زمین سے دوبارہ اُگنے کی امید ہوتی۔

بعث بعد الموت کا انکار مقصود نہیں۔ دوبارہ دنیا میں آنے کی آرزو کا اظہار ہے۔

بسیار بگشتیم بگرد در و دشت از کس نشنیدیم کہ آمد زین راہ	۸	اندر ہمہ آفاق بگشتیم بگشت راہے کہ برفت رہرو باز بگشت

شہروں اور جنگلوں میں ہم بہت پھرتے رہے۔ تمام جہان میں گشت لگاتے رہے۔ لیکن کسی آدمی نے جو اس دنیا میں آیا ہو ایسے رستہ کا پتہ نہیں دیا جس سے مسافر ایک دفعہ جا کر پھر واپس آیا ہو۔

مطلب یہہ کہ دنیا کو ایک دفعہ چھوڑنے کے بعد پھر کوئی آدمی دنیا میں واپس نہیں آسکا۔

ای رفتہ و باز آمدہ بلہم گشتہ ناخن ہمہ جمع آمدہ و سم گشتہ	۹	نامت ز میان نامہا گم گشتہ ریشت ز عقب در آمدہ و دم گشتہ

اے کہ تو دنیا سے ایک دفعہ چلا گیا اور پھر حیوان ہو کر آیا ہے۔ تیرا نام بھی اب کسی کو یاد نہیں۔ تیرے ناخن سب اکٹھے ہو کر سُم بن گئے ہیں اور تیری ڈاڑھی پیچھے

سے نکل کر دُم بن گئی ہے۔
اِس رُباعی کے متعلق ایک عجیب روایت مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز حکیم نیّام صاحب مع چند ایک شاگردوں کے نیشاپور کے ایک مدرسہ کے پاس سے گزر رہے تھے۔ دیکھا کہ لوگ گدھوں پر اینٹیں لاد کر مدرسہ کی مرمت کے لئے لا رہے ہیں جب یہہ گدھے مدرسے کے دروازے پر پہونچے۔ تو اُن میں سے ایک گدھا کھڑا ہوگیا۔ اور باوجود بڑی کوشش کے مدرسہ میں داخل نہیں ہوتا تھا۔ حکیم صاحب اُس گدھے کے نزدیک آئے اور یہہ رباعی پڑھی۔ رُباعی سُن کر گدھا مدرسہ میں داخل ہوگیا۔ لوگوں نے حیران ہوکر حکیم صاحب سے اِس ماجرا کی کیفیت دریافت کی۔ آپ نے کہا کہ یہہ گدھا اِس سے پہلے اسی مدرسہ میں مدرس رہ چکا ہے۔ مرنے کے بعد گدھا ہوگیا۔ بوجہ شرم کے مدرسہ میں داخل ہونا نہیں چاہتا تھا کہ کوئی پہچان نہ لے۔ اب یہہ سمجھ گیا ہے کہ ایک ساتھی نے تو پہچان ہی لیا ہے۔ اب ضد کرنے کا کیا فائدہ۔ اس لئے مدرسہ میں داخل ہوگیا۔
بعض لوگ کہتے ہیں کہ حکیم صاحب تناسخ کے قائل تھے۔
بلہم۔ اشارہ ہے آیۂ کریمہ "اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ" کی طرف۔ (ترجمہ۔ یہہ لوگ حیوانوں کی مثال ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ)

از در بدر آمدہ ناپاک ستنے بشکست صراحیم کہ عمرش کم باد	۱۰	واز دود جہنم بتنش پیرہنے وانگہ چو مے لطیف مرد جو سنے

ایک ناپاک شخص سنے جس کے جسم پر دود جہنم کے کپڑے تھے دیر سے نکل کر میری شراب کی صراحی کو توڑ دیا۔ شراب بھی ایسی لطیف اور دیکھو جیسے آدمی کیا۔

غالباً محتسب یا کسی واعظ کی طرف اشارہ ہوگا۔ دوسرے مصرعہ میں اشارہ ہے اس سیاہ رنگ لباس کی طرف جو ایسے لوگ پہنتے ہیں۔

ابریق مئے مرا شکستی ربی برخاک بریختی مئے ناب مرا	۱۱	بر من در عیش را ببستی ربی خاکم بدہن مگر تو مستی ربی

تو نے میری شراب کی صراحی توڑ دی۔ میری فریاد خدا سے ہے۔ تو نے مجھ پر عیش کا دروازہ بند کر دیا۔ میں خدا کے آگے فریاد کرتا ہوں۔ تو نے میری خالص شراب کو خاک پر گرا دیا۔ خاکم بدہن شاید تو مست ہے۔ میں خدا سے فریاد کرتا ہوں۔

خاکم بدہن۔ کوئی گستاخانہ یا نامبارک بات کہتے ہوئے کہتے ہیں خاکم بدہن۔

شاعر کا مخاطب اگر محتسب کو سمجھا جائے اور لفظ ربی کو باقی عبارت سے بالکل علیحدہ پڑھا جائے تو ترجمہ یہہ ہوگا جو اوپر لکھا گیا ہے۔ لیکن یہہ ترجمہ نقل کفر سے بچنے کے لئے کیا گیا ہے۔ عام طور پر اس رُباعی میں خطاب خدا کی طرف ہی سمجھا جاتا ہے

اور خاکم بدہن سے اس خیال کی اور بھی تائید ہوتی ہے۔ یوں بھی دور و دراز کی تاویل نہ کیجائے تو رباعی کے الفاظ اور ترکیب اسی خیال کے مؤید ہیں۔

ربّی۔ اے میرے رب۔ اس ندا کو دعائیہ سمجھو یا خطابیہ۔ لیکن یہہ ضروری نہیں کہ لفظ ربّی کی وجہہ سے تمام مضمون کا خطاب ہی رب کی طرف ہو جائے۔ مثلاً

الٰہی بخت تو بیدار بادا	ترا دولت ہمیشہ یار بادا
گل امید تو دائم شگفتہ	بچشم دشمنانت خار بادا

یہاں بھی لفظ الٰہی موجود ہے جو معنول میں لفظ ربّی کے برابر ہے۔ لیکن خطاب خدا کی طرف نہیں۔ بلکہ ممدوح کی طرف ہے۔

اس رباعی کے متعلق بھی ایک بے سر و پا روایت مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ جب حکیم صاحب نے یہہ رباعی کہی۔ آپ کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ شاگرد اور دوست پاس سے بھاگ گئے۔ حکیم صاحب نے جب آئینہ دیکھا تو صورت کو دگرگوں پایا۔ ہنسے اور پھر یہہ رباعی پڑھی۔

ناکردہ گناہ در جہاں کیست بگو	وانکس کہ گناہ نکرد چون زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی	پس فرق میان من و تو چیست بگو

یہہ رباعی پڑھنے پر فوراً آپ کا چہرہ پھر نورانی ہوگیا۔

لیکن اہلِ دل جانتے ہیں کہ یہ تو "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کا معاملہ ہے۔ اگر اس رباعی پر چہرہ سیاہ ہوا تھا۔ تو پھر اس رباعی پر سفید ہونا قرینِ قیاس نہ تھا۔ واللہ اعلم۔



مکتبۃ الثریا ہسوا

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]